بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

الحمدللہ رمضان المبارک کے مہینے میں مسلمانوں کے اندر تلاوت قرآن کا ذوق بڑھ جاتا ہے اور ہر طرف قراءت قرآن کی بہاریں ہوتی ہیں، اور روحانیت میں مزید اضافہ اس وقت ہوجاتا ہے جب تراویح کے بعد خلاصہ تراویح کے نام سے مساجد میں بیانات ہوتے ہیں، کچھ سالوں سے اس میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور لوگ تقریبا ایک گھنٹہ تراویح پڑھنے کے بعد مزید کچھ دیر خلاصہ سننے کے لئے بھی بیٹھتے ہیں، اسی سے لوگوں کی اس میں دلچسپی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، بس اسی شوق کو دیکھ کر میں نے بھی نیت کی اس پر کچھ کام کیا جائے، الحمدللہ پچھلے سال اس سلسلے میں آڈیو کے صورت میں کورس کروایا اور اب ان تمام بیانات کو تحریر میں لا رہا ہوں تاکہ فارغ اوقات میں اس کو موبائل میں پڑھا جاسکے اور یہ نیت بھی ہے کہ مرد حضرات تراویح کے لئے جانے سے پہلے اس کو پڑھ لیں تو لطف دوبالا ہوجائے گا، ساتھ ہی ساتھ بیان فرمانے والے حضرات بھی اس سے مدد لے سکیں گے، اللہ پاک ہمیں قرآن پاک کی مزید برکتیں عطا فرمائے، یادرہے یہ تفسیر نہیں بلکہ جو کچھ آیات میں بیان ہوا اس کا اردو خلاصہ ہے۔

ابوبثنین محمد فراز عطاری مدنی

پہلا پارہ {الٓمّٓ}

﴿سورہ بقرہ﴾

یہ قرآن کریم کی سب سے بڑی سورت ہے اس میں 286 آیات ہیں۔
آگے چلنے سے پہلے ایک نکتہ عرض کروں کہ یہ تو آپ کو پتا ہوگا کہ قرآن کریم کی بعض سورتیں مکی ہیں اور بعض مدنی، اگر یہ یاد رکھنا ہو کہ کتنی مکی ہیں اور کتنی مدنی تو سورہ بقرہ کی ٹوٹل آیات یاد رکھ لی جائیں یعنی 286، اب اس میں سے پہلے دو نمبر یعنی 28 (اٹھائیس) کو الگ کر لیں تو یہ مدنی سورتوں کی تعداد ہے اور بعد والے دو نمبر یعنی 86 (چھیاسی) کو الگ کر لیں تو یہ مکی سورتوں کی تعداد ہے تو یہ ہو گئیں 114۔

قرآن مجید کی تمام سورتوں کے نام توقیفی ہیں، توقیفی کا مطلب یہ کہ جو بات قرآن وحدیث میں بیان کی گئی ہو۔
قرآن پاک کی سورتوں کے نام اس انداز پر رکھے گئے ہیں کہ جس نام سے سورت ہے اس کا ذکر اس سورت میں ہوتا ہے یا اس کے متعلق کوئی واقعہ بیان کیا گیا ہوتا ہے تو اسی مناسبت سے اس سورت کا نام رکھ دیا گیا، لیکن دوبارہ عرض کردوں یہ نام توقیفی ہیں ہماری عقلوں کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

* **وجہ:** عربی میں گائے کو بَقَرَۃٌ کہتے ہیں اور اس سورت کے آٹھویں اور نویں رکوع کی آیت نمبر 67 تا 73 میں بنی اسرائیل کی ایک گائے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس کی مناسبت سے اسے سورۂ بقرہ کہتے ہیں۔

* **فضیلت:** اس سورت کی بہت ساری فضیلتیں بھی احادیث میں آئی ہیں، چند آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں۔

1- نبی پاک علیہ السلام علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لے گا تو وہ اسے (ناگہانی مصائب سے) کافی ہوں گی۔

(بخاری)

2- حضرت سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ (یعنی اپنے گھروں میں عبادت کیا کرو) اور شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں ''سورۂ بقرہ'' کی تلاوت کی جاتی ہے''

(مسلم)

پوری سورت کا خاکہ یہ ہے کہ عقائد اسلام کی بنیاد ایمان بالغیب پر ہے، یعنی بغیر دیکھے ایمان لانا، ہم نے اللہ پاک کو نہیں دیکھا لیکن ہم اللہ پاک پر ایمان لائے اور اللہ پاک کو وحدہ لاشریک مانا، اسی طرح بغیر دیکھے اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان لانا، تمام آسمانی کتابوں کو ماننا اور جزاء اور سزا کا اقرار کرنا کہ آخرت میں قیامت کے دن حساب کتاب ہوگا اور اس کے بعد جنت کی نعمتیں ملیں گی یا معاذ اللہ دوزخ ٹھکانہ ہوگا۔

ساتھ ہی عبادات کو ذکر کیا گیا ہے، جیسے نماز قائم کرنا زکوۃ دینا۔

پھر آگے چل کر اس سورت میں شریعت اسلامیہ کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور عبادات و معاملات کی تفصیل بیان کی گئی ہے

جیسے تحویل قبلہ، ماہ رمضان کے روزے، بیت اللہ کا حج، جہاد فی سبیل اللہ، والدین اور رشتے داروں کے حقوق، زکوٰۃ اور صدقات کے مصارف، یتیموں کی کفالت، نکاح، طلاق، رضاعت، اور ایلاء کو بیان کیا گیا ہے، (ایلاء ایک اصطلاح ہے جس کا مطلب ہے کہ شوہر نے یہ قسم کھائی کہ عورت سے قربت نہ

کریگا یا چار مہینے قربت نہ کریگا)،قسم کھانے کا شرعی حکم،جادو کا حرام ہونا،قتل ناحق کی ممانعت، قاتل پر قصاص کو واجب کرنا،ناجائز طریقوں سے لوگوں کا مال کھانے کی ممانعت پھر شراب،جوئے،اور سود کی حرمت،ایام حیض میں صحبت کی ممانعت وغیرہ۔

یہ تھا اجمالی خاکہ اب سورت کے شروع میں دیکھیں تو دوسری آیت میں اللہ پاک نے ایسے کامیاب بندوں کا ذکر فرمایا ہے جن میں پانچ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔

① غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔
② نماز قائم کرتے ہیں۔
③ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں۔
④ قرآن پاک کے ساتھ دوسری آسمانی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔
⑤ آخرت کے حساب پر پورا یقین رکھتے ہیں۔

مکہ کے کفار و مشرکین قرآن کے کلام اللہ ہونے کا انکار کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ معاذ اللہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا بنایا ہوا کلام ہے۔ چنانچہ سورہ بقرہ کی آیت 22 اور 23 میں ایسے تمام لوگوں کو چیلنج دیا گیا کہ: اگر تمہیں قرآن پاک کے کلام اللہ ہونے میں شک ہے۔اور تمہیں اپنی فصاحت اور بلاغت پر بڑا ناز ہے تو سب مل کر اس جیسا کلام بنا کر لے آؤ،مگر کس کی مجال تھی کہ کوئی ایک لفظ بھی بنا کر لاتا،پہلے ایک سورت کا کہا گیا،پھر دس آیات کا کہا گیا،پھر ایک آیت کا کہا گیا،مگر وہ ایک آیت کی مثل بھی نہ لا سکے۔

شروع کی بیس آیتوں میں اللہ پاک نے انسان کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔مومن،کافر اور منافق۔

اہل ایمان کی نمایاں 5 صفات کو بیان کیا ہے، کافر کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ قرآنی نظام کے مطابق تبدیلی کیلیئے بالکل تیار نہیں ہیں۔ اور منافق یہ وہ لوگ ہیں جو دل میں اسلام کی دشمنی رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں، قابل توجہ بات یہ ہے کہ اللہ پاک نے اہل ایمان کا تذکرہ چار آیات میں کفار کا دو آیات میں اور منافقوں کا تیرہ آیات میں فرمایا، منافقوں کی بارہ بری عادتوں کو بیان کیا گیا، **جھوٹ، دھوکہ، عدم شعور، قلبی بیماریاں، (حسد، تکبر، حرص وغیرہ) مکروفریب، جہالت، احکام الٰہی کا مذاق اڑانا معاذ اللہ، زمین میں فتنہ وفساد پھیلانا، ایمان میں تذبذب کا شکار ہونا اور اہل ایمان کا مذاق اڑانا۔**

ہمیں بھی اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے کی جھوٹ، دھوکا، حسد اور تکبر جیسی بیماریاں ہمارے اندر تو نہیں پائی جاتیں؟

آیت نمبر 21 کے بعد انسانوں سے اولین خطاب کیا گیا اور اس رب کی عبادت کا حکم دیا گیا جس کے سوا کوئی معبود نہیں، توحید باری تعالیٰ پر کائناتی شواہد بیان کیے گئے، ہم زمین وآسمان میں جو چیزیں دیکھتے ہیں ان کو بطور دلیل پیش کیا گیا جس میں انسان کو عدم سے وجود بخشنا اور زندگی کے گزر بسر کے لیے آسمان و زمین کی تخلیق اور بارش اور سبزیوں اور پھلوں کی پیدائش کا تذکرہ فرمایا گیا، اس کے بعد قرآنی نظام کے منکرین کے لئے جہنم کا بدترین عذاب اور اطاعت کرنے والوں کے لیے جنت کی بہترین نعمتوں اور پھلوں کے انعام کا تذکرہ موجود ہے، آیت 30 سے 39 تک یہ ذکر ہے کہ اللہ پاک نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدم (علیہ السلام) کو زمین میں اپنا خلیفہ بنارہا ہوں، فرشتوں نے اپنی فہم وسمجھ کے مطابق اللہ پاک کی بارگاہ میں یہ عرض کیا کہ بنی آدم تو زمین میں فساد اور خون ریزی کریں گے جبکہ ہم تو ہر وقت تیری تسبیح وتقدیس میں مشغول رہتے ہیں، اللہ پاک نے فرمایا

میں جن اسرار اور حکمتوں کو جانتا ہوں تم انہیں نہیں جانتے

پھر نعمت الٰہی کے ذریعے آدم علیہ السلام کی فضیلت اور برتری کو فرشتوں پر ثابت کیا اور فرشتوں کو حکم ہوا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں، مگر ابلیس جو جنوں میں سے تھا اس نے سجدہ نہ کیا، اس کے بعد آدم علیہ السلام و حضرت حوا رضی اللہ تعالی عنہا کو جنت میں داخل کرنے اور وہاں ان کے لئے اللہ تعالی کی تمام نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنے کی اجازت کے ساتھ ساتھ ایک درخت سے دور رہنے کے حکم کا تذکرہ موجود ہے، یہ واقعہ آدم علیہ السلام کی عظمت وشان کو بیان کرتا ہے کہ اللہ پاک نے انہیں زمین کی خلافت عطا فرمائی، ایسے علم سے نوازا جو فرشتوں کے پاس نہیں تھا، آگے چل کر بہت ساری آیات میں بنی اسرائیل پر کیے گئے انعامات کو ذکر کیا گیا اور پہلا پارہ تقریبا پورا ہی انہیں کے ذکر پر مشتمل ہے۔

اسرائیل: یہ یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے اور یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہیں، اسرائیل کے معنی ہیں عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ، اور یعقوب علیہ السلام کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہیں یعنی اولادِ یعقوب، بنی اسرائیل میں ہزاروں انبیاء ومرسلین علیہم السلام تشریف لائے، مگر بنی اسرائیل کے لیے امتحان یہ تھا کہ آخری نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی اسماعیل میں سے ہیں اور بنی اسماعیل سے مراد ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد، یہ بات یہودیوں اور عیسائیوں کو بری لگتی تھی کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں وہ بنی اسماعیل سے ہو گئے ہیں۔ واضح رہے کہ بنی اسرائیل دنیا کی منتخب قوم تھی کی اولاد میں سے تھی اللہ پاک نے انہیں اس دور کی سیاسی اور مذہبی قیادت اور سرداری سے نوازا تھا، مگر انھوں نے اپنے منصب کے خلاف حرکات کیں جس کی وجہ سے اللہ پاک نے انھیں معزول فرما دیا اور یہ منصب ہمارے حصے میں یوں آیا کہ جو امت محمدیہ ہے وہ اب نیکی کی دعوت اور برائی سے روکنے کا فریضہ سرانجام دیتی ہے، بنی اسرائیل کو دینی و دنیاوی نعمت عطا فرمائی یعنی کثرت سے انبیاء کرام کی پیدائش، دنیا کی خوشحالی، عقیدہ توحید اور ایمان کی نعمت، فرعون کے مظالم سے نجات، انھیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب پر ایمان لانے میں سبقت لے جانے

کی دعوت دی گئی مگر بنی اسرائیل ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے قاصر رہے اور زمین میں فساد پھیلانے سے باز نہ آئے اور اللہ کی عظیم الشان نعمتوں کے مقابلے میں لہسن پیاز اور دالوں کا مطالبہ کر کے اپنی ذہنی پستی کا مظاہرہ کیا اور اللہ تعالی کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو من وسلویٰ (کھانے) عطا فرمائے اس کی انہوں نے قدر نہ کی بلکہ اس کی ناشکری کی۔۔۔

اسی طرح آگے چل کر ایک واقعے کو بیان کیا گیا کہ بنی اسرائیل کے ایک مالدار شخص کو اس کے بھتیجے نے مال وراثت کے لئے قتل کر دیا اور رات کی تاریکی میں اس کی لاش دروازے پر ڈال دی، پھر اس کے قتل کا مقدمہ چلایا گیا جب موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں یہ معاملہ پہنچا تو وحی کے ذریعے موسی علیہ السلام نے ان کو بتایا کہ گائے ذبح کریں اور اس کے گوشت کا کچھ حصہ اس مقتول کے جسم پر لگائیں گے، تو وہ خود اپنے قاتل کا نام بیان کر دے گا، مگر بنی اسرائیل نے اس گائے کے بارے میں سوالات کرنا شروع کر دیے اور اپنے لئے راستہ تنگ کرتے چلے گئے کہ ہم کونسی گائے لائیں؟ کس رنگ کی ہو؟ کیا کرتی ہو؟ جس کی وجہ سے ان کے معاملات مشکل ہوتے چلے گئے اور یہ وہی مقام ہے جس کی وجہ سے اس سورت کا نام رکھا گیا ہے۔

اگلی آیت میں اللہ پاک نے بنی اسرائیل کو اپنے قرب اور رضا کا ایک معیار بیان فرمایا، وہ کہا کرتے تھے ہم کو عذاب دیا بھی گیا تو فقط چالیس دن، ورنہ ہم تو اللہ کے محبوب ہیں، تو فرمایا گیا کہ اگر تم واقعی اللہ کے محبوب ہو اور آخرت میں تمہیں اعزاز واکرام سے نوازا جائیگا تو موت کی تمنا کرو کہ جلد اپنے محبوب یعنی خالق حقیقی سے جا ملو، لیکن ظاہر ہے وہ تو ڈرتے تھے۔

یہودیوں کی بری عادات میں سے جادوگروں کی اطاعت بھی تھی، تو اس کی مذمت بیان کی گئی، اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں یہودیوں کا جو غلط رویہ رہتا تھا، آیت نمبر 104 میں واضح طور پر

ارشاد ہوا کہ اے اہل ایمان جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات سمجھ نہ سکو تو راعنا (ہماری رعایت کیجئے) نہ کہو بلکہ انظرنا (ہم پر نظر رحمت فرمائیے) کہا کرو، کہ اگر چہ لفظ راعنا میں ویسے کوئی قباحت نہیں مگر یہودی اپنی بد باطنی کی وجہ سے اس کو بگاڑ کر کہتے ہیں تو معنی کچھ اور بن جاتا ہے، اس لئے ایسا لفظ ہی استعمال نہ کرو جو دوسروں کی خبث باطنی میں مددگار ثابت ہو۔ اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کے آداب سکھاتے ہوئے صحابہ کرام کو یہ حکم ارشاد فرمایا اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو یہ سبق عطا فرمایا کہ نبی کی بارگاہ میں بات کرنے کے آداب کیا ہیں۔

آگے چل کر فرمایا مسجدیں اللہ کا گھر ہیں ان میں اللہ کی بات کرنے سے روکنا بدترین ظلم ہے، اور پھر آیت 122 پر پہنچ کر بنی اسرائیل سے کلام کا اختتام ہو رہا ہے، ان آیات میں ایک بار پھر اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی یاددہانی کرائی جا رہی ہے، اس کے بعد ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی امتحان کی داستان بیان کی گئی، انھیں جو منصب امامت ملا اس کا تذکرہ ہے، اور ان کو آزمائش میں مبتلا کرنے اور امتحان میں ان کی کامیابی کو بیان فرمایا۔

پھر ابراہیم علیہ السلام کے بیت اللہ کو تعمیر کرنے کا ذکر ہے، اور اس بات کا بیان ہے کہ انھوں نے تعمیر بیت اللہ کے بعد اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا کی کہ

اے ہمارے رب ان اہل مکہ میں ان میں سے عظمت والے رسول کو مبعوث فرما جو ان لوگوں پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کی جانوں کا تزکیہ کرے۔

پھر بتایا گیا کہ اہل ایمان سب انبیاء علیہم السلام پر ایمان لاتے ہیں، ایمان لانے میں کوئی فرق نہیں کرتے، اور پھر انبیاء علیہ السلام کے نام بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

اسی پر پارے کا اختتام ہوتا ہے۔

دوسرا پارہ {سیقول}

دوسرا پارہ تحویل قبلہ (یعنی قبلے کو بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف پھیرنے) کے ذکر سے شروع ہوتا ہے۔

مسجد الحرام شریف میں خانہ کعبہ ہے اور نبی پاک ﷺ کعبۃ اللہ سے محبت فرماتے تھے، اور جو صحابہ کرام شروع سے مکے شریف میں تھے ان کی عقیدت بھی خانہ کعبہ سے کچھ الگ انداز کی تھی، چونکہ ایک وقت تک بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا گیا تھا اور یہودیوں کا قبلہ بھی بیت المقدس تھا تو جب مدینے شریف کو ہجرت ہوئی اور صحابہ کرام بظاہر خانہ کعبہ سے دور ہو گئے اور قبلہ بھی بیت المقدس کو بنا دیا گیا تھا تو ان کے لئے امتحان کا وقت تھا مگر چونکہ وہ اللہ پاک و رسول کریم ﷺ کے اطاعت گزار اور ان کے احکامات کی پیروی کرنے والے تھے لہذا وہ اس امتحان میں کامیاب رہے، لیکن نبی پاک ﷺ کی اپنی خواہش بھی یہ تھی کہ خانہ کعبہ ہی کو قبلہ مقرر کر دیا جائے لہذا آپ اس کے لئے دعا فرماتے اور آسمان کی طرف نظر فرماتے تھے کہ قبلے کی تبدیلی کا حکم آ جائے۔

اللہ پاک اپنے محبوب ﷺ کی خواہش کو کس طرح پورا فرماتا ہے اس کا مشاہدہ دوسرے پارے کی تیسری اور سورہ بقرہ کی آیت 144 میں کیا جا سکتا ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

ہم تمہارے چہرے کا آسمان کی طرف بار بار اٹھنا دیکھ رہے ہیں تو ضرور ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس میں تمہاری خوشی ہے تو ابھی اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دو

تحویل قبلہ کا معنی ہے قبلے سے پھیر دینا یعنی جس قبلے پر پہلے تھے اس سے پھیر دینا۔

تحویل قبلہ کے بعد یہودی مسلمانوں پر طعنہ کیا کرتے تھے،جس کے جواب میں فرمایا گیا کہ تحویل قبلہ کے حکم خداوندی پر ناسمجھ اور بیوقوف لوگ ہی اعتراض کریں گے۔

اوران کے دوسرے سوال کہ مسلمان بیت المقدس کو چھوڑ کر بیت اللہ کا رخ کیوں کرنے لگے؟ تو اس کا جواب دیا گیا کہ تمام جہان مشرق اور مغرب اللہ ہی کے ہیں وہ جس طرف چاہے رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ارشاد فرمادے، بندے کو تو اعتراض کا حق ہی نہیں ہے۔اہمیت کسی سمت کی نہیں اللہ کے حکم کی ہے۔

اللہ تعالی نے فرمانبردار اور نافرمان میں فرق کو ظاہر کرنے کے لئے تحویل قبلہ کا حکم دیا کہ کون اللہ تبارک وتعالی کے اس حکم کی فرمانبرداری کر کے فوراً حکم کو مان لیتا ہے اور کون نافرمان بن کر اعتراض شروع کر دیتا ہے۔تو جو مخلص مسلمان تھے وہ کامیاب ہو گئے اور کافر و منافق کھل کر سامنے آ گئے۔

آیت نمبر 151 میں حضرت ابرہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی دعا کی قبولیت کا بیان ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے مبعوث فرمایا۔ارشاد فرمایا کہ ان کا منصب یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ پاک کی آیتیں سنا سنا کر متوجہ کرتے ہیں پھر جو متوجہ ہوں انکا تزکیہ کرتے ہیں پھر انکی اصلاح کرتے ہیں اور انکے نفوس کو صاف کرتے ہیں۔

پچھلی امتوں کو اللہ پاک نے اپنی نعمتوں کو یاد کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر تم میری نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو گے تو میں اور عطا فرماؤں گا،مگر آیت 152 میں اس امت محمدیہ پر اللہ پاک کے ایک ایسے کرم کا ذکر ہے جو اس امت ہی کا خاصہ ہے، اللہ پاک فرماتا ہے:

فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ

ترجمہ کنزالعرفان: تو تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا

گویا ذکر الٰہی مومن کی زندگی کا سب سے بڑا وظیفہ ہے، احادیث مبارکہ میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر فرماتا ہے۔

پھر آیت نمبر 153 اور 154 میں اہل ایمان سے خطاب کی ابتدا ہوتی ہے اور انہیں بتایا جارہا ہے کہ ہجرت مدینہ کے بعد اب امتحان اور آزمائش کی نئی صورتیں سامنے آئیں گی، اب تم پر جنگی فرائض لازم کئے جائیں گے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہونگے وہ مردہ نہیں بلکہ ایسی شاندار زندگی پا لیتے ہیں کہ جس کا تصور اس دنیا میں ممکن نہیں ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○

اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں

پھر اس کے بعد یہ بتایا گیا کہ حج وعمرہ کے موقع پر کئے جانے والے اعمال خصوصاً صفا ومروہ کی سعی، یہ شعائر اسلام میں سے ہے۔

اس کے بعد فرمایا گیا معبود حقیقی ایک ہی ہے، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، اسکی رحمت تمام مخلوقات کے لئے عام ہے، اور اہل ایمان کے لئے اسکی نعمت مکمل ہے۔

آسمان اور زمین کی تخلیق، دن رات کی ترتیب، اور انسانی نفع کے لئے پانی میں چلنے والی کشتیاں ، بادل، بارش، زمین سے نکلنے والے پھل اور سبزیاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیلیں ہیں جو اللہ پاک نے عقل والوں کے لئے بیان فرمائی ہیں۔ اور قرآن پاک میں مختلف مقامات پر ان باتوں پر غور کرنے اور اللہ پاک کی قدرت کی نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کی ترغیب دلائی گئی۔

آیت نمبر 172 اور 173 میں حکم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ پاک نعمتوں کو کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔

پھر چار ایسی چیزوں کو بیان فرمایا جو قطعی طور پر حرام ہیں
(۱) مردار، (۲) خون، (۳) خنزیر کا گوشت، (۴) غیرُ اللہ کے نام پر ذبح کیا جانے والا جانور۔
ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) **مردار:** جو حلال جانور بغیر ذبح کئے مر جائے یا اس کو شرعی طریقے کے خلاف مارا گیا ہو مثلاً مسلمان اور کتابی کے علاوہ کسی نے ذبح کیا ہو یا جان بوجھ کر تکبیر پڑھے بغیر ذبح کیا گیا ہو یا گلا گھونٹ کر یا لاٹھی پتھر، ڈھیلے، غلیل کی گولی سے مار کر ہلاک کیا گیا ہو یا وہ بلندی سے گر کر مر گیا ہو یا کسی جانور نے اسے سینگ مار کر مار دیا ہو یا کسی درندے نے ہلاک کیا ہو اسے مردار کہتے ہیں اور اس کا کھانا حرام ہے البتہ مردار کا دباغت کیا ہوا چمڑا کام میں لانا اور اس کے بال سینگ ہڈی، پٹھے سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ زندہ جانور کا وہ عضو جو کاٹ لیا گیا ہو وہ بھی مردار ہی ہے۔

(۲) **خون:** خون ہر جانور کا حرام ہے جبکہ بہنے والا خون ہو۔ ذبح کے بعد جو خون گوشت اور رگوں میں باقی رہ جاتا ہے وہ ناپاک نہیں۔

(۳) **خنزیر (یعنی سور):** نجس العین ہے اس کا گوشت پوست بال ناخن وغیرہ تمام اجزاء نجس و حرام ہیں، کسی کو کام میں لانا جائز نہیں چونکہ آیت میں اُوپر سے کھانے کا بیان ہو رہا ہے اس لیے یہاں صرف گوشت کا ذکر ہوا۔

(۴) **غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ:** اس کا معنی یہ ہے کہ جانور ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا جائے اور جس جانور کو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے وہ حرام و مردار ہے البتہ اگر ذبح فقط اللہ تعالیٰ کے نام پر کیا اور اس سے پہلے یا بعد میں غیر کا نام لیا مثلاً یہ کہا کہ عقیقہ کا بکرا، ولیمہ کا دنبہ یا جس کی طرف سے وہ ذبیحہ ہے اسی کا نام لیا مثلاً یہ کہا کہ اپنے ماں باپ کی طرف سے ذبح کرر ہا ہوں یا جن اولیاء کے لیے ایصال ثواب مقصود ہے ان کا نام لیا تو یہ جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں اور اس فعل کو حرام کہنا اور ایسے جانور کو مردار کہنا سراسر جہالت ہے۔

اگلی آیت میں ان علماء پر اللہ تعالی کے ناراضی کا بیان ہے جو اللہ تعالی کی کتاب کی تعلیمات کو چھپاتے ہیں اور تھوڑی سی قیمت کے عوض لوگوں کی خواہشات کے مطابق فتوے دے دیتے ہیں، یہ کام اس وقت کے یہودی کیا کرتے تھے۔ اور یہ وہ بدنصیب ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی ہے اور بخشش کے بدلے عذاب کو پسند کیا۔

اس کے بعد نیکی اور اسکی مختلف اقسام کو اللہ تعالی نے بیان کیا ہے۔

نیکی دراصل ایمان کی بنیاد پر سرانجام پانے والے اعمال ہیں، وہ عزیز و اقارب، یتیم مساکین کے ساتھ مالی تعاون کرنا، پھر نماز، روزہ، زکوٰۃ کا اہتمام کرنا، وعدے کو پورا کرنا، مشکلات میں حق پر صبر کرنا اور ثابت قدمی اختیار کرنا، ان نیکیوں کو کرنے والے لوگوں کو قرآن نے سچے اور متقی ہونے کا لقب عطا فرمایا ہے۔

اس کے بعد قصاص و دیت کے قانون کو بیان کر کے بلا امتیاز اس پر عمل درآمد کی تلقین فرمائی ہے، قصاص حیات انسانی کے تحفظ کا ضامن ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۱۷۹)

اور اے عقل مندو! خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے تا کہ تم بچو۔

جب قصاص لیا جائے گا تو لوگ قتل و غارت گری سے بچیں گے فتنے وفساد کرنے سے بچیں گے انکو معلوم ہے کہ اگر ہم نے کسی کو قتل کردیا تو بدلے میں ہمیں بھی قتل ہونا پڑے گا، یہ اگرچہ بظاہر سزا ہے لیکن اس میں انسانی نسل اور معاشرے کا تحفظ ہے۔

پھر وصیت کی تلقین کرتے ہوئے کسی پر ظلم و ناانصافی نہ کرنے کی ہدایت کی گئی ،لیکن سورہ نساء میں اس کے مزید احکام آئیں گے۔

پھر عاقل بالغ مسلمان پر روزے فرض ہیں اسکا بیان ہے، روزے اگر واقعی تمام آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے رکھے جائیں تو انسان میں تقوی پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ انسانی احساسات کو بھی بہتر کرتے ہیں، روزے کا اصل مقصد تقوی ہے اس کو بیان کیا گیا۔ پھر فرمایا کہ جس مہینے میں روزے فرض ہیں اسے یہ خصوصیت اور فضیلت بھی حاصل ہے کہ اس میں قرآن عظیم نازل کیا گیا، اس کے بعد روزے کے مسائل پر روشنی ڈالی گئی کہ بیماری یا سفر کی حالت میں عارضی طور پر روزے کو چھوڑنے کی رخصت ہے جن کی بعد میں قضاء کی جائے گی ایسا نہیں کہ سرے سے روزہ رکھنے ہی نہیں ہیں یا فدیہ دینا ہے بلکہ مسافر اور جو سخت بیمار ہیں ان کے احکامات پھر فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں، پھر اس بات کا بھی بیان ہے کہ ایسا بڑی عمر والا شخص جو روزہ رکھنے کی قدرت نہیں رکھتا نہ بعد میں کوئی قدرت آنے کی امید ہے تو اب وہ ایک مسکین کھانا فدیہ دیگا۔ (*اس کی تفصیل فیضان رمضان میں پڑھی جاسکتی ہے*)، پھر رمضان کی راتوں میں کھانے پینے اور بیویوں سے ملنے کی اجازت عطا فرمائی گئی، نیز اعتکاف کا بھی تذکرہ ہے، روزے کے ابتدائی اور انتہائی وقت کا بیان ہے، رکوع کے آخر میں دوسروں کا مال ناجائز طور پر کھانے اور لوگوں کو ناجائز مقدمات میں الجھانے سے باز رکھنے کی تلقین کی گئی۔

اس کے بعد قمری مہینوں میں چاند کے چھوٹا اور بڑا ہونے کی حکمت بیان کی گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چاند

کے چھوٹا بڑا ہونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو ارشاد ہوا کہ:

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرما دیجئے کہ یہ لوگوں کے لیے اوقات کار ہیں، حج وغیرہ اسلامی معاملات کی تاریخوں کے تعین کے لیے ایسا ہوتا ہے۔

پورے مکی دور میں مسلمانوں کو کفار کے مقابلے میں لڑنے کا نہیں بلکہ صبر کا حکم دیا گیا یعنی ہر تشدد کے جواب میں ہاتھ نہ اٹھانے کا حکم تھا، اب اجازت دی گئی کہ اب کفار کو اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے یعنی اب ظلم کے مقابلے میں جہاد کا حکم دیا گیا۔ حدودِ حرم کو مشرکین کی نجاست سے پاک ہونے اور اللہ کا دین غالب ہونے تک جہاد جاری رکھنے کا حکم دیا۔ دنیا میں جان و مال کا جہاد ہی تمہاری سلامتی و بقا کا ضامن ہے۔

آیت نمبر 196 سے حج وعمرہ کے احکام بیان کئے گئے، اس کے بعد آنے والی آیات میں یہ بیان ہے کہ اسلام بعض چیزوں کو قبول کرنے اور بعض پر عمل نہ کرنے کا نام نہیں، بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام احکام کو من وعن قبول کیا جائے واضح ہدایت آجانے کے بعد پورے کے پورے اسلام پر عمل نہ کرنا شیطان کے پیچھے چلنے کی طرح ہے۔ آیت 208 میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِى السِّلۡمِ كَآفَّةً ۖ وَلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ ‌ؕ اِنَّهٗ لَـكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ (۲۰۸)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اس کے بعد بتایا گیا کہ جنت کا حقدار بننے کے لیے دعویٰ ایمان کافی نہیں ہے اس کے لئے راہ حق میں مشکلات کا استقامت کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے، جس طرح انبیاء علیہم السلام و اولیاء عظام اوران کے سچے پیروکاروں کی روشن مثالیں ہمارے سامنے ہیں کہ کیسی کیسی تکالیف میں بھی ثابت قدم رہے اور اسلام کا پیغام پہنچاتے رہے،

پھر شراب و جوئے کے بارے میں ابتدائی ذہن سازی کرتے ہوئے ان کے فوائد و نقصانات میں تقابل کی تلقین کی گئی، ابھی حرام قرار نہیں دیا گیا۔اس کا جو گناہ ہے وہ اس کے نفع سے بڑھ کر ہے، اور جسمانی، عقلی، مالی، اخلاقی اور معاشرتی نقصانات ہے کہ وہ منافع کے مقابلے میں سب سے زیادہ ہے اس کے حرام ہونے کا حکم سورہ مائدہ میں آئے گا، پھر یتیموں کی کفالت کی تعلیم ہے اور نکاح میں توحید پرست کو بت پرست پر ترجیح دینے کا حکم ہے کہ نکاح مسلمانوں سے کرو، پھر خواتین کے مخصوص مسائل درج ہیں کہ جس میں حالات حیض میں اپنی بیویوں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ حیض کے خون میں ایسی نجاست و جراثیم پوشیدہ ہوتے ہیں جن سے شوہر اور بیوی کی صحت خطرے میں پڑ سکتی ہے البتہ آپس میں بوس و کنار اور اٹھنے بیٹھنے اور ساتھ کھانے پینے کی اجازت دی گئی ہے۔

آگے جھوٹی قسم سے بچنے کی ترغیب ہے کہ بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم جس کو ایلا کہا جاتا ہے، بچوں کو دودھ پلانے کی مدت، دو سال، مقرر کی گئی، اور زچہ و بچہ کی کفالت شوہر کے ذمے رکھی گئی ہے، اور غیر حاملہ کے شوہر کے انتقال کی عدت چار ماہ دس دن کو بیان کیا گیا

آیت 229 میں ہے کہ اگر دو صریح طلاقیں دی ہوں چاہے ایک ساتھ یا الگ الگ، شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہے، اور اگر تیسری بھی دے دی تو اب بیوی اس پر حرام ہو جائے گی، اب طریقہ یہ ہے کہ عورت عدت گزار کر اپنی مرضی سے کسی اور مرد سے نکاح کرے اور دخول کے بعد وہ شخص اپنی مرضی سے اس کو طلاق دے، پھر عدت گزار کر سابقہ شوہر سے چاہے تو نکاح کر سکتی ہے۔اس کو حلالہ کہتے ہیں، اس میں خلع کا بھی بیان ہے کہ زوجین کو خطرہ ہو کہ اللہ کی حدود میں رہتے ہوئے ازدواجی تعلقات قائم نہیں رکھ سکیں گے اور عورت خلع چاہتی ہے تو اپنے مہر سے دستبردار ہو کر یا مالی بدل سے شوہر کی رضامندی سے خلع لے سکتی ہے، یہ بھی طلاق بائن کے حکم میں ہوتی ہے، نکاح کے بعد اگر بیوی سے خلع یا طلاق کی نوبت آجائے اور قربت نہ ہوئی ہو تو مہر متعین نہ ہونے کی صورت میں نصف مہر کی ادائیگی ہوگی۔

پھر جہاد کی ترغیب دینے کے لئے بنی اسرائیل کی ایک قوم کا ذکر فرمایا کہ جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل بھاگے تھے اور بنی اسرائیل کے نبی حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا سے اللہ نے دوبارہ زندہ کر دیا، پھر جہاد کا حکم، اللہ کے نام پر مال خرچ کرنے کی تلقین ہے۔

پھر آخر میں مسلمان حکمران طالوت اور کافر حکمران جالوت کے درمیان جو مقابلہ ہوا اس کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے اس پر مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے بتایا گیا کہ ان کی اہلیت کا مدار جسمانی قوت اور جنگی علم ہے اور بادشاہت یہ اللہ پاک کی عطا ہے پھر شمویل علیہ السلام نے طالوت کی بادشاہت کی نشانی بتائی کہ تمہارے پاس ایک تابوت آئے گا جس سے فرشتے اٹھائے ہونگے یہ رب کی جانب سے اطمینان کا باعث ہوگا، بنی اسرائیل جنگوں کے موقع پر اس کو آگے رکھتے تھے اور اس کے ذریعہ فتح مانگتے اور انھیں فتح ملتی بھی تھی، اس تابوت میں تبرکات تھے انبیائے کرام علیہ السلام کی قدرتی تصاویر، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عمامہ اور نعلین شریف تھا، قرآن پاک میں اس کو بابرکت فرمایا،

پھر طالوت کے ساتھ لڑنے والے لشکر کو آزمائش کے ساتھ گزارا گیا کم لوگ اس آزمائش میں پورا اترے اہل ایمان کی قلیل جماعت دشمن کی کثیر جماعت پر غالب آگئی جب جالوت سے مقابلہ ہوا تو طالوت اور اہل حق نے یہ دعا پڑھی کہ

اے ہمارے رب ہم پر صبر انڈیل دے اور کافروں کی قوم کے خلاف صبر عطا فرما

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا کفار کو شکست ہوئی اور اللہ پاک نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حکمت و سلطنت عطا فرمائی یہ قصہ بنی اسرائیل کے بڑے بڑے لوگوں کو معلوم تھا باقی قوم اس سے بے خبر تھی مگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے غیب کی خبر دیتے ہوئے یہ واقعہ بیان فرمایا۔

تیسرا پارہ {تلك الرسل}

اس پارے کے شروع میں انبیاء کرام علیہم السلام کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے کہ تمام نبی علیہم السلام معزز اور مکرم ہیں اور نبی ہونے میں سب برابر ہیں، لیکن ان کے درجات و کمالات، خصائص و مراتب مختلف ہیں، اور سب سے اعلی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اس آیت میں بعض کو بعض سے افضل فرمایا گیا نہ کہ بعض بعض سے ادنی کہ یہ بے ادبی ہے، لہذا انبیاء کرام علیہم السلام کے فضائل بیان کرنے میں بھی احتیاط کرنی چاہیے۔

اس کے بعد صدقہ اور خیرات کرکے اپنی آخرت کو سنوارنے کی ترغیب ارشاد فرمائی گئی، ورنہ قیامت کے دن نہ مال کام آئے گا نہ رشتے دار، کفار کے لئے کوئی سفارش نہیں ہوگی۔

اس کے بعد وہ عظمت والی آیت ہے جس کو آیت الکرسی کہا جاتا ہے، یہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 155 ہے، اور اس کی عظمت کا راز یہ ہے کہ ذات باری کی جلالت اور اس کی قدرت کی وسعت کو بھرپور انداز میں بیان کیا گیا ہے، اور اس میں اللہ پاک کا نام 17 مرتبہ آیا ہے، کچھ مرتبہ صراحتا یعنی بالکل واضح طور پر جیسے **اللہ** اور باقی مرتبہ اشارتاً جس کو عربی میں ضمیر اور انگریزی میں pronoun کہتے ہیں، جیسے وہ ذات، بڑی عظمت و برکت والی آیت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو سوتے وقت آیت الکرسی پڑھے تو صبح تک اللہ پاک اس کی حفاظت فرمائے گا اور شیطان اس کے قریب نہیں آسکے گا۔

(بخاری)

اگلی آیت میں یہ اصول بیان ہوا کہ ہدایت اور گمراہی کے واضح ہونے کے بعد دین میں داخل ہونے کے لیے کسی پر جبر نہیں ہے، جو باطل قوتوں سے بغاوت کرکے اللہ کا وفادار بن گیا تو اس نے ایسی مضبوط کڑی کو باندھ لیا جو ٹوٹنے والی نہیں ہے۔

اس کے بعد تین تاریخی واقعات بیان کیے گئے جو توحید پر دلالت کرتے ہیں اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کے قرآنی عقیدے کو واضح کرتے ہیں:

✷ پہلا واقعہ: آیت 258 سے شروع ہوتا ہے، اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مکالمہ بیان کیا گیا ہے کہ نمرود جو کافر تھا اس کا دعویٰ تھا کہ میں بھی مردوں کو زندہ کر سکتا ہوں اور زندوں کو موت دے سکتا ہوں، لہذا میں اس کائنات کا رب ہوں معاذ اللہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالی سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تم مغرب سے نکال کر دکھاؤ، اس پر وہ بالکل لاجواب ہو گیا اور کچھ بھی نہ کر سکا۔

✷ دوسرا واقعہ: آیت نمبر 258 میں حضرت عزیر علیہ السلام کا ہے، جب بیت المقدس کو بخت نصر نے بالکل ویران کر دیا تو اس اجڑے شہر کو دیکھ کر حضرت عزیر علیہ السلام نے کہا: اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا یعنی اللہ انہیں ان کی موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟

تو اللہ تعالی نے عزیر علیہ السلام کی روح قبض فرمالی اور ان کی سواری (گدھا) بھی مر گیا، سو سال کے بعد اللہ پاک نے ان کو زندہ فرمایا اور سواری کی جو بوسیدہ ہڈیاں تھیں وہ آپ کے سامنے جمع ہوئیں ان پر گوشت چڑھا، اس میں روح پھونکی گئی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا، اور ان کے ساتھ جو کھانا تھا یعنی انگور و کھجور وہ سو سال تک بالکل تر و تازہ رہا، اس میں بو تک نہیں آئی، اس طرح اللہ پاک نے اپنی قدرت کا مشاہدہ کروایا۔

✷ تیسرا واقعہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آیت نمبر 260 میں ہے، جنھوں نے مرنے کے بعد زندہ ہونے کی کیفیت کا مشاہدہ کرنا چاہا اور دل کے اطمینان کے لئے اس کی عملی کیفیت کو دیکھنے کی خواہش کی کہ اللہ پاک ان کو کس طرح زندہ فرمائے گا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَوَلَمْ تُؤْمِنْ

(کیا تم کو یقین نہیں)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواباً عرض کی کہ:

بَلٰی وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ

(یقین کیوں نہیں مگر یہ (چاہتا ہوں) کہ میرے دل کو قرار آجائے)

اللہ پاک نے ان کو حکم دیا کہ چار پرندوں کو لے کر انہیں مانوس کرلیں، پھر انہیں ذبح کریں، پھر قیمہ بنا کر ان کے ذرات آپس میں ملا دیں پھر اس کو مختلف پہاڑیوں پر رکھ کر ان پر پرندوں کا نام لے کر پکاریں تو وہ دوڑتے ہوئے آئیں گے، جب ابراہیم علیہ السلام نے ایسا کیا تو وہ اصلی شکل وصورت بن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے، جس سے اللہ کی زبردست حکمت وقوت کا عملی مشاہدہ ہوگیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے خود دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا، ساتھ ہی غیر اللہ کو پکارنے کی دلیل بھی سامنے آگئی کہ یہ کوئی شرک نہیں ورنہ اللہ پاک اس کا حکم ارشاد نہ فرماتا۔

صدقہ وخیرات کے بارے میں آیت 261 سے لے کر 276 تک 4 آیت بیان کی گئیں، دو مثالیں اخلاص کی اور دو ریاکاری کی بیان ہوئیں، اخلاص کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں مال خرچ کرنے کی مثال ایسے ہی ہے جیسے زمین میں ایک بیج ڈال کر دانے حاصل کرنا اور ریاکار کا صدقہ ایسا ہے جیسے سخت چٹان پر گلہ اگانے کی ناکام کوشش کرنا، اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ سال میں دو دفعہ زمین پھل دیتی ہو اور ریاکاری کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مثال اس شخص کی ہے جو اپنی جوانی میں محنت کرکے بہترین فصل اگائے اور بڑھاپے میں جب یہ محتاج ہو اس فصل کی ضرورت ہو اور اس کی اولاد کو اس گلے کی ضرورت ہو تو وہ ناگہانی آفت سے تباہ وبرباد ہوجائے، اسی طرح ریاکار کا اجر وثواب آخرت میں ختم ہوجائے گا کہ دنیا میں محنت کر بھی لے آخرت میں اس کے کام کا کوئی اجر نہیں

اس کے بعد قیامت کی یاددہانی کرواتے ہوئے آیت 281 میں اللہ پاک فرماتا ہے، اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو نیک و بد اعمال کا پورا پورا حصہ دیا جائے گا، ظلم نہ کیا جائے گا اور ہر انسان کو اس کے کیے کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

آیت نمبر 282 قرآن کریم کی سب سے بڑی آیت ہے اس کو آیت مدائنہ بھی کہتے ہیں، اس میں ادھار لین دین کا ضابطہ، ادائیگی کی مدت کا تعین اور تحریری دستاویز بنانے، اور گواہوں کی موجودگی کا بیان ہے۔ رہن کے احکام بھی موجود ہیں۔

سورت کے اختتام پر یہ وضاحت کردی گئی ہے کہ اللہ تعالی کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، آخر میں اللہ پاک نے مسلمانوں کو یہ دعا سکھا دی کہ:

اے اللہ اگر احکام کی تعمیل میں ہم سے کوئی غلطی ہو جایا کرے تو معاف فرما۔

جب تک مسلمان احکام الٰہیہ پر اپنی استطاعت کے مطابق عمل کر کے اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں پر استغفار کرتے رہیں گے اللہ پاک انھیں معافی عطا فرمائے گا۔

آیت 286 میں بہترین دعا ہے جو ہمیں مانگنی چاہیے، اس دعا کو زبانی یاد کر لینا چاہیے۔ سورۂ بقرہ کی اِن آخری دو آیتوں کی بڑی فضیلت ہے۔

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ پاک نے سورۂ بقرہ کو ان دو آیتوں پر ختم فرمایا ہے جو مجھے اس کے عرش کے خزانہ سے عطا ہوئیں لہٰذا انہیں سیکھو اور اپنی عورتوں کو سکھاؤ کہ یہ نماز (یعنی نماز میں ان کی قراءت کی جاتی ہے) اور قرآن و دعا ہیں۔

(دارمی)

﴿سورۃ ال عمران﴾

تیسرے پارے کے 8 رکوع سورہ بقرہ پر مشتمل ہیں، نویں رکوع سے سورۃ ال عمران شروع ہوتی ہے، یہ بھی طویل سورتوں میں سے ہے۔

* **تعارف:** سورۂ آلِ عمران مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے۔اس میں 20 رکوع اور 200 آیتیں ہیں۔

* **وجہ:** آل کا ایک معنیٰ ''اولاد'' ہے اور اس سورت کے چوتھے اور پانچویں رکوع میں آیت **نمبر 33 تا 54** میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے والد عمران کی آل کی سیرت اور ان کے فضائل کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ آلِ عمران'' رکھا گیا ہے۔

* **فضیلت:** اس سورت کے مختلف فضائل بیان کئے گئے ہیں، ایک عرض کرتا ہوں:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جو شخص رات میں سورۂ آلِ عمران کی آخری آیتیں پڑھے گا تو اس کے لیے پوری رات عبادت کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔

(دارمی)

سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کے مضامین میں حد درجہ مناسبت پائی جاتی ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں صورتوں کو زہراوین (روشن نور) سورج اور چاند سے تعبیر کیا، سورہ بقرہ میں یہودیوں سے خطاب ہے جبکہ سورہ آل عمران میں عیسائیوں سے خطاب ہے۔ یہ سورہ ایک واقعہ کے نتیجے میں نازل ہونا شروع ہوئی۔

نجران کی ایک جماعت مدینے میں نبی پاک ﷺ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئی، ان لوگوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کو معاذ اللہ کبھی رب، کبھی اللہ کا بیٹا تو کبھی تین خداؤں میں سے ایک کہنا شروع کیا، حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ وہ ہے جو ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا اس پر کبھی موت طاری نہیں ہوگی جبکہ حضرت عیسی علیہ السلام کا وصال ہوگا، بیٹا اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے جب کہ وہ اللہ کی مشابہ نہیں ہوسکتے، اللہ کچھ کھانے پینے سے پاک ہے جبکہ عیسی علیہ السلام کھاتے اور پیتے ہیں، اللہ کے پاس زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے جبکہ حضرت عیسی کے پاس جو کچھ ہے اللہ کا عطا کردہ ہے اس پر وہ خاموش ہو گئے، ان کے پاس کوئی جواب نہ رہا۔

شروع میں اللہ پاک کی وحدانیت اور آسمانی کتابیں قرآن، توریت و انجیل کی حقانیت کا ذکر ہے۔ اللہ کی آیات کے منکروں کو عذاب شدید سے ڈرایا گیا ہے، علم الٰہی کی وسعتوں کا ذکر ہے، اللہ کی قدرت کا بیان ہے کہ ماں کے پیٹ میں انسان کی پیدائش کے کیا مرحلے ہیں، قرآن میں بعض آیتوں کے معنی واضح ہیں اور بعض آیتوں کو متشابہات کہا جاتا ہے جیسے حرف مقطعات جن کے معنی اللہ جانتا ہے اور اللہ کے بتائے سے حضور ﷺ جانتے ہیں، ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ آیات اور ان کا جو معنی ہے وہ سب حق ہیں۔

اگلی آیات میں مسلسل اہل کتاب کی مذمت پر بیان ہے، ان کے جرائم بیان ہوئے انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو ناحق شہید کیا، نیک لوگوں پر ظلم کیا اور مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو ہرگز دوست نہ بناؤ کیونکہ اسلام و کفر کے درمیان کوئی تعلق نہیں۔ کفار کبھی بھی مسلمان کے ساتھ مخلص نہیں ہوسکتے۔

آیت نمبر 14 میں ہے کہ انسان کو مال و دولت، رشتے، سواری، سونا، چاندی، جانور کھیتیاں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں، مگر یہ دنیا میں ہیں اور اللہ کے پاس بہترین جزا ہے۔ متقی لوگوں کے لئے باغات، نہریں، پاکیزہ بیویاں ہیں۔ اللہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے وہ بندے گناہوں پر استغفار اور جہنم

سے حفاظت کے طلبگار رہیں۔ سچ بولنے والے، صبر کرنے والے، فرمانبرداری کرنے والے، صدقہ و خیرات کرنے والے، تہجد کے وقت معافی مانگنے والوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

آیت 31 میں واضح طور پر بتایا گیا کہ بندہ اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کی رضا کا طلبگار ہے تو ایک ہی راستہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت واتباع کی جائے، فرمایا اگر تم اللہ کی محبت پانا چاہتے ہو تو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔

اس کے بعد والی آیات میں تین عبرت آموز واقعہ ذکر کیے گئے ہیں، ان تینوں قصوں میں اللہ کی عظیم قدرت کے دلائل ہیں، حضرت عمران کی صاحب کردار پاکیزہ اہلیہ حنا بنت فاقوذا جب حاملہ ہوئیں تو منت مانی کہ اپنے پیدا ہونے والے بچے کو اللہ کے لیے وقف کردوں گی، مگر ان کے یہاں خلاف توقع لڑکی کی پیدائش ہوئی۔ لڑکی پیدا ہونے کے باوجود بھی اپنی منت پوری کی۔ ان کا نام مریم رکھا اور حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں دے دیا۔ اللہ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمایا اور آپ بچپن سے لے کر جوانی تک عبادت میں مصروف رہیں، یہاں تک کہ بارگاہ الٰہی سے یہ کرامت بھی ظاہر ہوئی کہ آپ کے پاس بے موسم پھل آنے لگے اور اس کا ذکر قرآن پاک میں واضح طور پر ہے، حضرت زکریا علیہ السلام آپ کے خالو بھی تھے، ایک دن آپ کے حجرے میں تشریف لائے جب آپ عبادت میں مصروف تھیں۔ اتنے پھل دیکھ کر آپ سے پوچھا کہ مریم یہ بے موسم پھل کہاں سے آتے ہیں کہا کہ اللہ کی طرف سے آتے ہیں اللہ جسے چاہتا ہے بلا حساب رزق عطا فرماتا ہے، حضرت زکریا علیہ السلام کی اب تک کوئی اولاد نہ تھی، اور ان کی زوجہ کی عمر بھی بڑی ہو چکی تھی تو زکریا علیہ السلام بی بی مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بے موسم پھل دیکھ کر اللہ کی رحمت سے اور پرامید ہو گئے کہ جو بے موسم پھل مریم کو دے سکتا ہے تو مجھے بڑی عمر میں اولاد کیوں نہیں دے سکتا؟ تو دعا فرمائی کہ مجھے اپنی جانب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، آپ کی دعا قبول ہوئی اور فرشتوں نے آ کر کہا:

اے زکریا آپ کو اللہ کی طرف سے نیک اور صالح بیٹے یحییٰ (علیہ السلام) کی بشارت ہے،
حضرت زکریا علیہ السلام اس کے بعد تین دن مسلسل خاموش رہ کر عبادت میں مصروف ہو گئے۔

پھر فرشتوں نے بی بی مریم رضی اللہ عنہا کو پکار کر کہا کہ اللہ نے آپ کو بلند مرتبہ عطا کیا ہے اور آپ کو پاکیزگی و طہارت عطا کی ہے، تمام جہانوں کی عورتوں میں بلند مرتبہ دیا ہے، آپ اپنے رب کی بندگی کریں اور رکوع سجود کریں، پھر حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر ہے، بی بی مریم رضی اللہ عنہا کا دل بغیر شوہر کے بیٹے عطا ہونے پر پریشان تھا، یہ وہ بیٹے تھے جو کوڑھیوں کو شفا دیتے اور مادر زاد اندھوں کو بینا کرتے، جو بنی اسرائیل کھاتے اور چھپاتے اور جو بچاتے اس کی خبر دیتے تھے، آپ کے معجزات کو دیکھ کر آپ کی قوم نے آپ کو معاذ اللہ اللہ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا، اس پر اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ:
بے شک عیسی علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام جیسی ہے جن کو بغیر باپ اور ماں کے پیدا کیا گیا، مٹی سے بنایا اور فرمایا کن فیکون یعنی ہو جا تو ہو گیا، جب آدم علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہا نہ مانا تو عیسی علیہ السلام کو کیوں مانتے ہو؟

نجران کا وفد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عیسی علیہ السلام کی ولادت کے معاملے میں بحث کرنے کے بعد لاجواب ہو گیا لیکن حقیقت کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مباہلہ کا چیلنج کیا کہ تم حق کو تسلیم نہیں کرتے تو اپنے گھر والوں کو لے آؤ اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی و فاطمہ حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے ساتھ میدان مباہلہ میں پہنچے تو ان کے پادریوں نے چیلنج قبول کرنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ ان کے بڑے نے کہا کہ اگر مباہلہ کو قبول کر لیتے تو قیامت تک کے لئے عیسائی دنیا سے ختم ہو جاتے۔

پھر اس سورت میں بتایا کہ کفار عیسیٰ علیہ السلام کی جان کے درپے تھے اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بشارت دی کہ میں آپ کو زندہ آسمانوں کی طرف اٹھاؤنگا اور وہ آپ کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے، اللہ پاک نے اپنے وعدے کو پورا فرمایا عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اٹھالیا اب عیسی علیہ السلام قیامت سے قبل دمشق کی جامع مسجد پر اتریں گے اور دجال کو قتل فرمائیں گے۔

آیت 69 سے اہل ایمان کو آگاہ کیا کہ اہل کتاب خود گمراہ ہیں، اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں، حق کو باطل سے ملاتے ہیں، جانتے بوجھتے حق کو چھپانے کے مرتکب ہوتے ہیں،

آخری آیت میں دین اسلام کے تسلسل کا ذکر ہے کہ یہ مذہب حضرت آدم علیہ السلام سے چلا آرہا ہے اور اسلام کے سوا کوئی اور مذہب کو قبول نہیں کیا جائے گیا ایمان و کفر ایک دوسرے کے الٹ ہیں، کبھی جمع نہیں ہو سکتے اگر کوئی شخص اسلام کی جگہ کسی اور دین میں پناہ تلاش کرتا ہے اس کے لئے کوئی پناہ نہیں۔

چوتھا پارہ {لن تنالوا}

چوتھے پارے کی پہلی آیت مبارکہ میں بیان ہو رہا ہے کہ اگر چہ اللہ کی راہ میں خرچ کیے ہوئے ہر مال کا اس کے مطابق اجر ملے گا، لیکن نیکی کا مرتبہ کمال یہ ہے کہ اپنے پسندیدہ اور محبوب مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے، مطلوب تک پہنچنے کے لیے کبھی پسندیدہ چیز کو قربان کرنا پڑتا ہے، ساتھ یہ واضح فرمایا کہ اللہ تعالی کی راہ میں پیش کردہ ہر مال اور ہر قربانی کا مقصد صرف اللہ کی رضا ہونا چاہیے اللہ تعالی ہمارے ہر فعل سے باخبر ہے، لہذا ریا کاری کر کے نیکی کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

آیت نمبر 95 تا 97 میں صاحب استطاعت پر حج کی فرضیت کا حکم بیان ہوا ہے، اور یہ کہ زمین پر اللہ تعالی کی عبادت کے لیے سب سے پہلا گھر مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ بنایا گیا، یہ گھر روحانی برکات کا حامل ہے، اس کے ذریعے لوگوں کے رزق کے وسیع ذرائع پیدا ہوئے اور روحانی اعتبار سے ایسی بڑی بڑی نیکیوں کے مواقع میسر آئے جن کا اجر بھی کئی گنا زیادہ ملنے کی خوشخبری سنائی گئی ہے، عام مساجد کے مقابلے میں یہاں کی 1 نیکی کا اجر ایک لاکھ گنا زیادہ ہے، یہ گھر تمام جہاں والوں کے لیے ہدایت یعنی زندگی کے رخ کی تبدیلی کا ذریعہ ہے، اس گھر میں اللہ تعالی کی معرفت کی کئی نشانیاں ہیں اور خاص طور پر مقام ابراہیم کے نام سے موسوم پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے اس گھر کی دیواروں کو بلند کیا تھا، جو شخص بھی مال، صحت اور امن وامان اور دیگر شرائط کے اعتبار سے اس قابل ہو کہ خانہ کعبہ آ سکے اس پر اس گھر کا حج لازم ہے، جس شخص نے باوجود استطاعت اس گھر کا حج نہ کیا تو ایسا کرنا حقیقتاً محرومی کا باعث ہے اور گویا کہ یہ اللہ تبارک وتعالی کی نعمت کی ناشکری ہے، حج اور دیگر عبادات بندوں ہی کے لیے باعث خیر ہیں اور بندے ہی کو اجر وثواب دیا جاتا ہے، ورنہ اللہ تعالی کو بندوں کی عبادات کی قطعاً کوئی حاجت نہیں اور یہی اس آیت مبارکہ کے آخر میں فرمایا کہ: اللہ تبارک وتعالی تمام جہانوں سے بے پرواہ ہے۔

قیامت کے دن اہل ایمان کے چہرے روشن ہونگے اور اللہ اور اسکے رسول کے نافرمانوں کے چہرے کالے ہونگے،

پھر آگے امتِ مسلمہ کو بہترین امت قرار دے کر اسکی وجہ فضیلت بیان کی کہ تمہیں اس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے کہ نیکی کی دعوت دو اور برائی سے منع کرو۔

آیت نمبر 105 میں ہے کہ: جو لوگ امت مسلمہ میں اختلاف وانتشار پیدا کرنے کی کوشش کریں گے انکے لیے بہت بڑا عذاب ہوگا، روزِ قیامت انسانوں کے اعمال کا نتیجہ انکے چہروں پر ظاہر ہوگا، کالے کرتوتوں کی وجہ سے جن کے چہرے سیاہ ہونگے اللہ پاک ان پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا اور نیک لوگوں کے چہرے روشن ہونگے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونگے۔

آیت نمبر 110 ہمیں امتِ مسلمہ کے مقصد سے آگاہ کر رہی ہے امت مسلمہ کا دنیا میں کام یہی ہے کہ وہ نیکیوں کی دعوت دے برائیوں سے روکے اور اللہ پر پختہ ایمان رکھتے ہوئے ہر طرح کے شرک سے اجتناب کرے، اگر امت اپنا مقصد پورا نہیں کرتی تو پھر اندیشہ ہے کہ عذاب الٰہی سے دوچار ہوگی۔ آیت کے آخر میں بتایا گیا کہ یہ ذمے داری اس سے قبل اہل کتاب کی تھی یعنی نیکی کی دعوت دینا برائی سے منع کرنا، لیکن اکثریت نافرمان ہی رہی اور ذمہ داری سرانجام نہ دے سکی، اس موقع پر ہمیں بھی اپنا احتساب کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم نیکی کی دعوت دیتے ہیں برائی سے منع کرتے ہیں؟ یا ہمارے سامنے برائی ہو رہی ہوتی ہے گناہ ہو رہا ہوتا ہے لیکن ہم اسکو روکیں گے تو کیا بلکہ مزید اس کا حصہ بن جاتے ہیں، تو ہمیں چاہئے کہ ہم بھی نیکی کی دعوت دیں برائی سے منع کریں، ہر شخص پر اس کے منصب کے اعتبار سے نیکی کی دعوت دینا بہت ضروری ہے، اور آج کا زمانہ ویسے بھی ایسا ہے کہ نیکی کی دعوت دینے کی بہت زیادہ حاجت ہے تو جو برائی دیکھیں حسبِ حال اسکو روکنے کی کوشش کی جائے، اس مقصد کو اچھے انداز

میں نبھانے کے لئے دعوت اسلامی کے ماحول سے وابستہ ہوجائیں، دعوت اسلامی عاشقان رسول کی واحد تحریک ہے جو اس وقت تک (1441) 104 سے زائد شعبوں میں نیکی کی دعوت کی دھومیں مچارہی ہے

اگلی آگے آیات میں مسلمانوں کے ساتھ یہودیوں کی ہمیشہ کی دشمنی اور یہودیوں کے اندر مسلمانوں کے بغض کو بیان کیا ہے کہ اہل ایمان کو بھلائی نصیب ہوتو ان کے سینوں کی جلن بڑھ جاتی ہے، اور اگر اہل ایمان کو کوئی نقصان پہنچے تو خوشی میں وہ آپے سے باہر ہوجاتے ہیں، یہودی مسلمانوں کی خوشی نہیں دیکھ سکتے، مسلمانوں کو جب کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر خوش ہوتے ہیں، لیکن اگر اہل ایمان حق پر استقامت کا مظاہرہ کرتے رہے اور اللہ پاک کی نافرمانی سے بچتے رہے تو اہل کتاب کی سازشیں مسلمانوں کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتیں۔
اس کے بعد منافقون کو اپنا رازدار بنانے، دلی دوستی کرنے سے منع کیا گیا۔

آیت نمبر 122 سے غزوہ بدر کا ذکر ہے جسے تمام اسلامی غزوات کا تاج ہونے کا شرف حاصل ہے، اس غزوے کے شرکا نے جہاں خود جرأت اور بہادری کی انوکھی مثالیں قائم کیں وہیں انہوں نے اللہ تعالی کی قدرت اور غیبی مدد کے مظاہر اپنی آنکھوں سے دیکھے، مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی، اسلحہ بھی نہ ہونے کے برابر تھا، ایسے نازک حالات میں پروردگار عزوجل نے تین ہزار فرشتے انکی مدد کے لیے اتارے اور نصرتِ غیبی سے انہیں نوازا اور یہ بھی فرمادیا کہ مجاہدین کی مدد کے لیے فرشتوں کا نزول بس مومنوں کے اطمینانِ قلب اور دلجمعی کے لیے تھا، ورنہ اصل مدد تو اللہ تبارک وتعالی خود ہی فرمانے والا ہے اس غزوہ سے دو بڑے سبق مسلمانوں کو حاصل ہوئے:

1 جنگ میں فتح صرف اسلحہ کی کثرت اور افرادی قوت کی بنا پر حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ اسکی بنیاد شرطِ ایمان اور یقین اور اتباع اور استقامت ہے۔

2 جب تک مسلمان حق پر ثابت قدم رہیں گے اور اللہ کی رسی مضبوطی سے پکڑے رہیں گے انہیں اللہ کی مدد حاصل ہوتی رہے گی اور ہمیشہ غالب رہیں گے۔

آیت 130 میں ایک بار پھر سود کی ممانعت کا حکم نازل ہوا، آیت نمبر 130 میں بھی سود کی ممانعت کا حکم ہے کہ سود حرام قطعی ہے، اور حرام طریقے سے مال کو بڑھانا یہ سب ناجائز و حرام ہے، سود خوری سے بچنے کے حکم کے ساتھ ہی تقوی اختیار کرنے اور جہنم سے بچنے کی تلقین ہے، اور اللہ کی رحمت سے لطف اندوز ہونے کے لیے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کی تاکید کی گئی ہے، ظاہر ہے کہ نعمتیں اور رحمتیں اسی وقت ہی حاصل ہوسکیں گی کہ جب اللہ اور اسکے رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی جائے۔

پھر بتایا گیا کہ جنت کے مستحقین متقّی ہوتے ہیں جو ہر حال میں اللہ کے نام پر خرچ کرتے ہیں، غصہ پینے والے ہوتے ہیں، لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں، یہ اللہ کے محبوب ہیں اور اپنے گناہوں پر اصرار کے بجائے ندامت کے ساتھ توبہ کرنے والے ہوتے ہیں۔

آگے چل کر یہاں غزوہ احد کا ذکر ہے جو تقریباً 55 آیات میں مکمل ہوتا ہے، ان آیات میں افرادی قوت یعنی بندوں یا لوگوں کے اعتبار سے فوجی طاقت یا قوت اور اسباب میں کمی کے سبب دل چھوٹا کرنے والے مجاہدین کو تسلی دی گئی کہ ثابت قدم رہو آخر کار تم ہی کامیاب ہو گے، اگر وقتی طور پر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو اہل حق کے ساتھ ایسا ماضی میں بھی ہوتا رہا ہے، مگر وقت ایک جیسا نہیں رہتا، مسلمانوں کو جب کسی مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے تو یہ ان کی درجات کی بلندی کا سبب بنتا ہے اور جنت کے حصول کے لیے مسلمانوں کو مشکلات سے گزرنا پڑتا ہے اور یہ بھی بتایا گیا کہ موت سے ڈرنا اہل اسلام کا شیوہ نہیں ہے، غزوہ احد میں پیش آنے والے بعض مناظر کی قلبی تصویر کشی کرتے ہوئے کافروں پر مسلمانوں کا رعب ڈال کر اہل ایمان کو مستقبل میں کامیابی کی خوشخبری سنائی گئی، جن اہل ایمان سے میدان احد میں

کسی قسم کی کمزوری کا مظاہرہ ہوا تھا انہیں معاف کرنے کا اعلان کر دیا گیا اور جن منافقین نے جہاد پر اعتراضات کر کے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی تھی ان کی سخت گرفت فرمائی گئی۔

آیت نمبر 139 میں بڑی اہم حقیقت کی طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ غزوہ احد کی وقتی شکست سے مسلمان ہر گز دلبرداشتہ نہ ہوں، غلبہ مسلمانوں کا ہی ہوگا جبکہ حقیقی ایمان سے اپنا رشتہ مضبوط کر لیں، یعنی انکے اندر ایمان کی چاشنی بھری ہوئی ہو، اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات کی اطاعت کرتے ہوں۔

اس کے بعد یہ حقیقت واضح کی گئی کہ ہر انسان کی موت کا وقت اللہ کی طرف سے طے شدہ ہے، موت تو اپنے طے شدہ وقت ہی پر آئے گی البتہ دنیا میں انسان کے پاس دو راستے ہیں چاہے تو وہ دنیا کی عارضی اور کم تر لذتوں کا طلبگار رہے یا آخرت کی ابدی اور اعلی نعمتوں کو مقصود بنائے، جو جس کی آرزو کرے گا اسے اسی میں سے دے دیا جائے گا البتہ آخرت کی نعمتوں کے حصول کے لیے محنت کرنے والے اللہ کے شکر گزار بندے ہیں اور اللہ ضرور انہیں بہترین اجر عطا فرمائے گا۔

اسکے بعد ایک غزوے کا تذکرہ ہے جو غزوہ احد کے فوراً بعد پیش آیا، کفار نے دوبارہ حملہ آور ہونے کا فیصلہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مجاھدین سے جو زخموں سے چور تھے، تھکے ہوئے تھے حکم ارشاد فرمایا کہ وہ کافروں کا تعاقب کریں اور انکے تعاقب میں نکلیں تو کافروں نے فرار اختیار کرنے میں ہی عافیت جانی اور فرار ہو گئے اور مسلمانوں کو اس مقام پر لگنے والے تجارتی بازار میں خرید و فروخت سے اتنا منافع ہوا کہ احد کی پریشانی اور نقصان کا اس میں تدارک ہو گیا۔

اس نازک موقع پر نبی کریم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کے ایمان اور ثابت قدمی کی قرآن کریم نے تعریف کی ہے کہ ابھی ایک جنگ سے لوٹے ہیں اور ابھی تھکے ہوئے ہیں، زخموں سے چور چور ہیں لیکن اتباعِ رسول کی ایسی بہترین مثال قائم کی کہ جب حضور ﷺ نے یہ اعلان فرمایا کہ ابھی ہم نے دوبارہ کافروں کا تعاقب کرنا ہے اور ایک اور غزوہ کی طرف روانہ ہونا ہے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے لبیک کہتے ہوئے حضور ﷺ کے ساتھ چلنے کا ارادہ کرلیا اور اس غزوہ کی طرف روانہ ہو گئے تو اس چیز کی اللہ تبارک وتعالی نے تعریف فرمائی اور کافروں کی طاقت اور اسلحہ سے خوفزدہ ہونے والوں کو شیطان اور اسکے حمایتی قرار دیا کہ جو کافروں کی طاقت اور اسلحہ سے خوفزدہ ہو گئے تو گویا وہ شیطان اور اسکے حمایتی ہیں۔
کافروں کی کامیابیوں سے متأثر ہونے والوں کو بتایا گیا کہ یہ اللہ کی طرف سے مہلت ہے، ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار ہے۔

اہلِ عقل اور سمجھدار لوگوں کو اللہ تعالی کی مخلوقات، آسمان اور زمین اور دن رات میں غور وفکر کی دعوت دی گئی، اور اللہ کے نیک بندوں کی پانچ دعاؤں کا تذکرہ موجود ہے جنہیں شرفِ قبولیت حاصل ہے۔

مرد اور عورت کی تخلیق اور ان کی ذمے داریوں میں اختلاف کے باوجود انہیں اجر وثواب میں برابری اور مساوات کی خوشخبری سنائی گئی کہ اگرچہ مرد اور عورت کے اندر تخلیق کے اعتبار سے، ذمے داریوں کے اعتبار سے فرق ہے لیکن اجر وثواب کے اعتبار سے کئی معاملات میں برابری ہے، انہیں خوشخبری سنائی گئی اور بتایا ہے کہ ہجرت اور جہاد جیسے عظیم الشان اعمال جو بھی کرے گا اس کے لیے گناہوں کی معافی ہے اللہ کے یہاں بہترین اجر وثواب اور جنت کا وعدہ ہے۔

پھر آگے بتایا گیا کہ کافروں کے پاس مالی وسائل کی فراوانی اور عیش وعشرت کو دیکھ کر دھوکے میں نہیں پڑ جانا یہ عارضی ومعمولی فوائد ہیں، جیسے ہمارے یہاں بھی کسی کی نعمت کو دیکھ کر دل میں حسرت

ہونے لگتی ہے کہ اسکے پاس بہت کچھ ہے میرے پاس کچھ بھی نہیں یہ عارضی و معمولی فوائد ہیں، آخرت میں انکا بدترین ٹھکانہ جہنم ہے، اگر کافروں کے مال کو دیکھا جائے تو اس اعتبار سے انکا ٹھکانہ جہنم ہے اور متقیوں کے لیے نہریں ہیں، باغات ہیں اور اللہ کی یہاں ان کے لیے بہترین مہمانی ہے۔

اہل کتاب میں بعض انصاف پسند بھی ہیں جو قرآن اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان لانے کی نعمت سے سرفراز ہیں انکا تذکرہ موجود ہے۔

اسکے بعد سورہ کی آخری آیات میں اہل ایمان کی اخروی فلاح یعنی کامیابی و ترقی کے حصول کے لیے چار ہدایات دی گئی:

۱ اللہ کی راہ میں استقامت کے ساتھ قائم رہو،
۲ صبر و استقامت میں کفار سے بازی لے جاؤ
۳ آپس میں مربوط رہو اور نظم و ضبط کی پابندی کرتے رہو،
۴ اللہ کی نافرمانی کے ہر عمل سے بچو۔

یہاں پر سورہ آل عمران ختم ہوتی ہے اسکے بعد سورہ نساء کا بیان شروع ہوتا ہے۔

﴿سورہ نساء﴾

*** تعریف:**

سورۂ نساء مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔اس میں 24 رکوع اور 176 آیتیں ہیں۔

* وجہ:

عربی میں عورتوں کو "نساء" کہتے ہیں اور اس سورت میں بہ کثرت وہ احکام بیان کئے گئے ہیں جن کا تعلق عورتوں کے ساتھ ہے اس لئے اسے سورۂ نساء کہتے ہیں۔

یہ سورۃ بڑی اہم اور بڑی دور اندیش اصطلاحات پر مشتمل ہے جنہیں اگر دینِ اسلام کا طرہ امتیاز کہا جائے تو قطعاً یہ مبالغہ نہیں ہے۔
اس سورۃ میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ توجہ گھریلو زندگی کو خوشگوار بنانے پر دی گئی ہے۔

معاشرتی اور قومی مسائل کے ساتھ ساتھ جو تشریعی مسائل ہیں، ہجرت اور جہاد پر کافی کلام ہے، غیر مسلم قوموں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کا بیان ہے، میراث کے تفصیلی احکام ہیں، عقائد پر گفتگو کی گئی ہے، منافقین کا تذکرہ ہے اور یہود اور نصاری کے مکر و فریب کا بیان ہے۔

تقوی اختیار کرنے کی تلقین کے ساتھ سورت کی ابتداء کی گئی ہے اور اللہ تعالی کی قدرت کا بیان ہے پھر یتیموں کی کفالت اور ان کے اعمال کی دیانت داری کے ساتھ حفاظت کا حکم دیا گیا ہے، چار تک بیویاں رکھنے کی اجازت اور ان میں عدل و انصاف قائم رکھنے کا بیان ہے، مہر کی ادائیگی دل کی تنگی کے ساتھ نہ ہو، خواتین چاہیں تو اپنا مہر معاف بھی کر سکتی ہیں، معاشرے میں ناسمجھ افراد کی نگہداشت کس طرح کی جائے اور ان کی مالی سرپرستی کس طرح کی جائے، اسکا حکم دیا گیا ہے۔

پھر وراثت کے موضوع پر تفصیلی گفتگو ہے اور تمام وارثین کے حصوں کو تقریباً متعین کر کے بتایا گیا ہے کہ وارثوں کے استحقاق کو اللہ تعالی تم سے بہتر جانتا ہے، وراثت کی تقسیم سے پہلے میت کے قرض کی ادائیگی اور وصیت پر عمل درآمد کی تلقین ہے۔ مذکورہ آیات میں احکاماتِ خداوندی کو حدود اللہ

قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ جو ان حدود کی پاسداری کرے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ کی جنت کا حقدار ہوگا اور اس کے برعکس جو ان حدود کو توڑے گا تو جہنم کے ذلت آمیز عذاب سے دوچار ہوگا۔

پھر وراثت کے موضوع پر تفصیلی گفتگو ہے اور تمام وارثین کے حصوں کو تقریباً متعین کر کے بتایا گیا ہے کہ وارثوں کے استحقاق کو اللہ تعالی تم سے بہتر جانتا ہے، وراثت کی تقسیم سے پہلے میت کے قرض کی ادائیگی اور وصیت پر عمل درآمد کی تلقین ہے۔ مذکورہ آیات میں احکاماتِ خداوندی کو حدود اللہ قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ جو ان حدود کی پاسداری کرے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ کی جنت کا حقدار ہوگا اور اس کے برعکس جو ان حدود کو توڑے گا تو جہنم کے ذلت آمیز عذاب سے دوچار ہوگا۔

آیت نمبر 16 اور 17 میں اللہ تعالی نے قبولیتِ توبہ کا اصول بیان فرمایا ہے کہ جن لوگوں سے گناہ سرزد ہو جائے اور وہ غلطی کا احساس ہونے پر جلدی توبہ کر لیں تو انکی توبہ کی قبولیت اللہ تعالی کے ذمہ کرم پر ہے، سچی توبہ کی شرائط یہ ہیں:

--> گناہ پر ندامت

--> گناہ کو عملاً ترک کر دے

--> آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کیا جائے۔

کسی بندے کے ساتھ اگر زیادتی کی ہے اس کا مال وغیرہ لیا ہوا ہے تو وہ ادائیگی کرنی ہوگی، جس میں تلافی ہے اس میں تلافی کرنی ہوتی ہے اور جو عبادات وغیرہ ہیں انکی قضا کرنی ہوگی، تب جا کر توبہ تام ہوگی۔

آیت نمبر 22 میں فرمایا کہ سوتیلی ماں سے نکاح مت کرو یہ بڑی بے حیائی اور اللہ کو ناراض کرنے والا عمل ہے۔ پھر چوتھے پارے کی آخری آیت میں 12 ایسی خواتین کا ذکر ہے جو ابدی طور پر محرم ہیں یعنی کسی صورت میں ان سے نکاح نہیں ہوسکتا اور 2 ایسی عورتوں کا ذکر ہے جو عارضی طور پر محرم ہے یعنی ایک وقت تک تو ان سے نکاح نہیں ہوسکتا اگر وہ معاملہ ختم ہو جائے تو ان سے نکاح ہوسکتا ہے۔

جو ابدی محرم ہیں جن سے کبھی بھی نکاح نہیں ہوسکتا ان میں ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی، رضاعی ماں، رضاعی بہن، ساس، سوتیلی بیٹی (سوتیلی بیٹی اس وقت کہ اس کی والدہ سے تعلق قائم کیا جا چکا ہو) اور بہو ان سب عورتوں سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

دو عارضی محرم پہلی تو بیوی کی بہن، (دو بہنوں کو ایک وقت میں جمع نہیں کیا جا سکتا یہ حرام ہے)، ہاں اگر پہلی کو طلاق دے دی تو عدت کے بعد یا اس کا انتقال ہو گیا تو اب اس کی بہن سے نکاح ہوسکتا ہے، اسلئے یہاں پر اس کو عارضی محرم قرار دیا کہ جب تک اس کی بہن نکاح میں ہے اس وقت تک اس کو اپنے نکاح میں نہیں لا سکتا۔

اس کی تفصیل احادیث مبارکہ میں موجود ہے کہ بیوی کی بہن کے علاوہ بیوی کی پھوپھی، بھتیجی، خالہ اور بھانجی کو بھی اس کے ساتھ نکاح میں جمع نہیں کیا جا سکتا اور ایک اصول قائم کر دیا گیا کہ دو ایسی عورتیں کہ جن میں سے ایک کو مرد تصور کیا جائے تو دوسری اس پر حرام ہو، ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع نہیں کیا جا سکتا۔

پانچواں پارہ {والمحصنٰت}

اس پارے میں بڑے اہم اور دلچسپ مضامین موجود ہیں۔

ان عورتوں کا بیان جاری ہے جن سے نکاح حرام ہے، یہاں بتایا جارہا ہے کہ وہ عورت جس کا شوہر ہو وہ دوسرے مرد پر اس وقت تک حرام ہے جب تک پہلے کے نکاح یا اس کی عدت میں ہو، پھر اصول دے دیا گیا کہ جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کے علاوہ تمام عورتوں سے نکاح حلال ہے۔لیکن یہ یاد رہے کہ مزید کچھ عورتیں ایسی ہیں کہ جن کا ذکر مذکورہ بالا آیات میں اگرچہ نہیں مگر ان سے نکاح حرام ہے جیسے چار عورتوں کے نکاح میں ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح، مُشرکہ عورت سے نکاح، تین طلاقیں دینے کے بعد حلالہ سے پہلے اسی عورت سے دوبارہ نکاح، اسی طرح پھوپھی بھتیجی، خالہ بھانجی کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا یونہی طلاق یا وفات کی عدت میں نکاح کرنا حرام ہے البتہ ان سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام نہیں، نکاح میں جو رکاوٹ ہے وہ ختم ہونے کے بعد ان سے نکاح ہوسکتا ہے۔

عورت سے نکاح مہر کے بدلے کیا جائے اور اس نکاح سے مقصود محض لذت نفس اور شہوت پورا کرنا نہ ہو بلکہ اولاد کا حصول، نسل کی بقا اور اپنے نفس کو حرام سے بچانا مقصود ہو۔ یہاں زانی کو تنبیہ کی جارہی ہے کیونکہ اس کے پیشِ نظر یہ باتیں نہیں ہوتیں بلکہ اس کا مقصود صرف نفسانی خواہش کی تکمیل ہوتا ہے۔

آیت نمبر 26 سے اللہ تعالی کی رحمت کے دو مظاہر کو بیان کیا گیا ہے: اس نے ایسی شریعت عطا فرمائی جس پر عمل سے معاشرے کے ہر فرد کے مال جان اور آبرو کو تحفظ ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ماضی کے واقعات کے بیان سے انسان کو درمیان کی راہ پر چلنے کی ترغیب ارشاد فرمائی ہے اور اسکے اچھے انجام سے آگاہ فرمایا ہے کہ اگر وہ درمیانی اعتدال کی راہ پر چلے گا تو اسے کیا کیا انعام دیے جائے گے۔

آیت نمبر 29 میں بتایا ہے کہ باطل طریقوں سے ایک دوسرے کا مال کھانا حرام ہے اور باہمی رضامندی سے تجارت جائز ہے اور اس سے حاصل ہونے والا نفع بھی جائز ہے، اسی طرح تحفہ اور وراثت کے ذریعے جو مال ملے وہ بھی جائز ہے مگر جوا، غصب، چوری، ڈاکہ، خیانت، رشوت، جھوٹی قسم کھا کر اور جھوٹی گواہی کے ذریعے دوسروں کا مال حاصل کرنا حرام ہے، اور جو شخص ظلماً دوسروں کا مال کھائے گا وہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔

آیت نمبر 31 میں بتایا گیا کہ انسان اگر بڑے بڑے گناہوں سے بچے گا تو اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے گناہ خود ہی معاف فرمادے گا اور بڑے عزت والے مقام میں داخل فرمائے گا۔

اگلی آیت میں حسد کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے کسی کو مال عزت یا مرتبے میں فضیلت دے رکھی ہے تو اسکے زائل ہونے کی تمنا نہ کرو کہ یہ حسد ہے اور حسد حرام ہے، کسی کے ساتھ حسد کرنے سے بہتر ہے کہ اللہ سے اس کا فضل مانگا جائے اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے وہ عطا فرمانے والا ہے۔

آگے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دینے کا بیان ہے، ارشاد فرمایا:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ

مرد عورتوں پر نگہبان ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

نیک بیویاں اپنے شوہروں کی تابعدار ہوتی ہیں اور اللہ کی حفاظت کے سہارے شوہر کے مال، اولاد، بستر، راز، عزت و آبرو کی حفاظت کرتی ہیں۔

اگلی آیات میں گھریلو نظام کو چلانے کے بہترین اصول بیان کئے گئے اور نافرمان عورت کی اصلاح کا بیان کیا ہے،

اسے پیار محبت سے سمجھایا جائے

نہ سمجھے تو عارضی طور پر بستر کو علیحدہ کر دیا جائے۔

پھر ادب سکھانے کے لیے ہلکی پھلکی اسکو مار ماری جائے، اور یہاں مار سے مراد ہاتھ یا مسواک جیسی چیز سے چہرے اور نازک اعضاء کے علاوہ دیگر بدن پر ایک دو ضربیں لگا دے۔ وہ مار مراد نہیں جو ہمارے ہاں جاہلوں میں رائج ہے کہ چہرے اور سارے بدن پر مارتے ہیں، مُکّوں، گھونسوں اور لاتوں سے پیٹتے ہیں، ڈنڈا یا جو کچھ ہاتھ میں آئے اس سے مارتے اور لہولہان کر دیتے ہیں یہ سب حرام و ناجائز، گناہ کبیرہ اور پرلے درجے کی جہالت ہے۔

اگر ان مرحلوں سے ان کے معاملات بہتر ہو جاتے ہیں تو بہت اچھی بات ہے اور اگر نہیں ہوتے تو پھر زوجین کے درمیان جو تنازعہ ہے اسکو دور کرنے کے لیے قرآن کریم نے ایک باہمی صلح کا جو طریقہ بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ شوہر اور بیوی، دونوں کے خاندانوں سے ایک ایک حَکَم جس کو مُنصِف کہتے ہیں یہ مل بیٹھیں اور اگر وہ اصلاح پسند ہونگے تو اللہ تعالی زوجین کے درمیان اتفاق پیدا فرمادے گا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن نے ازدواجی زندگی کو خوشگوار رکھنے اور اچھا رکھنے کو بڑی اہمیت دی ہے۔

آیت نمبر 44 سے شراب کی حرمت کے حوالے سے ذہن سازی کرتے ہوئے فرمایا کہ نشے کی حالت

نماز کے قریب نہ جانا، اب اس آیت کے اندر نماز سے پہلے شراب کی حرمت بیان کی گئی ہے آگے اس کو مکمل طور پر حرام کرنے کا حکم بیان کیا جائے گا، یہاں پر یہ ہے کہ نماز کے قریب ایسی حالت میں نہ جانا کہ تم مدہوشی میں ہو اور ایسا نہ ہو کہ کوئی غلط بات منہ سے نکل جائے۔

اس کے بعد ناپاکی اور تیمم کے بعض مسائل ذکر کیے گئے اور پھر یہودیوں کی جو ایک گندی ذہنیت ہے اسکا پردہ چاک کرتے ہوئے انکی بعض سازشوں اور خرابیوں کو بیان کیا گیا ہے۔

امانت کو اس کے مستحقین تک پہنچانے کا حکم دیا گیا، اللہ اور اس کے رسول اور اولی الامر کی اطاعت کی تلقین فرمائی گئی، اولی الامر میں علما، قاضی، حاکم، بادشاہ شامل ہیں۔

اسکے بعد ایک واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ:

ایک منافق اور ایک یہودی میں اختلاف ہوا حضور نبی کریم ﷺ نے دلائل کی روشنی میں فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا، منافق نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے انصاف مانگا انہوں نے منافق کی گردن اڑا دی کہ جو شخص رسول خدا کے فیصلے کو انصاف کے برخلاف خیال کرتا ہے تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اسے زندگی کی قید سے ہی آزاد کر دیا جائے، اس پر قرآن کریم کی آیت نازل ہوئی کہ "تمھارے رب کی قسم وہ شخص ایمان سے خالی ہے جو اپنے اختلافات میں آپ ﷺ کے فیصلوں کو تسلیم نہ کرے" تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک طور پر تائید فرمائی گئی کہ انہوں نے جو کیا وہ درست کیا۔

اس کے بعد اہل ایمان کے لیے ایک ایمان افروز خوشخبری ہے اور یہ آیات اطاعت رسول کے موضوع پر انتہائی تاکیدی اسلوب رکھتی ہیں، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ "ہم نے ہر رسول کو صرف اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن سے ان رسولوں کی اطاعت کی جائے اور جب یہ یعنی

عام لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تو اے رسول ﷺ یہ آپ کے پاس آ جائیں اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور رسول بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کریں تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم کرنے والا پائیں گے، یعنی رسول کریم ﷺ کے وسیلے سے اللہ تبارک وتعالی سے استغفار کیا جائے تو اللہ اسے رد نہیں فرماتا۔

آیت 69 سے بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرنے والے اللہ کے انعام یافتہ بندوں، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ جنت میں ہونگے، اور ایسے پاکیزہ لوگوں کا ساتھ میسر آنا ظاہر ہے اللہ تبارک وتعالی کا بڑا فضل ہے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کی فضیلت بیان کر کے ایک نیکی کا حکم دیا اور وہ غلبہ اسلام کے لیے اپنی جان اور مال لگا کر جہاد میں حصہ لینا ہے یعنی جہاد کے بارے میں بھی ترغیب ارشاد فرمائی گئی۔

اگلی آیت میں بتایا گیا کہ تمھاری صفوں میں ایسے منافقین بھی موجود ہیں جو جہاد کے مخالف اور جنگ سے پیچھے رہنے والے ہیں ان بزدل لوگوں کو جب جہاد کی دعوت دی جاتی ہے تو جان جانے کے خوف سے انکے دل ڈر جاتے ہیں اور وہ زندگی کی مہلت چاہتے ہیں، اللہ تعالی نے فرمایا:

اے رسول ﷺ کہ دیجیے دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور اہل تقوی کے لیے اخرت ہی بہتر ہے۔

اس کے بعد قرآن کریم میں غور وخوض کی دعوت دیتے ہوئے اسکے حق وصداقت پر مبنی ہونے کے لیے دلیل یہ دی گئی کہ اس میں کوئی تضاد اور اختلاف نہیں پایا جاتا، اور جتنا جتنا انسان کے اندر اترتا جاتا ہے اتنا ہی انسان کے باطن کو ایمان ویقین سے منور کر دیتا ہے، پھر معاشرے کا امن وسکون تباہ کر دینے والی بدترین عامل یعنی افواہ جو ہم بسا اوقات پھیلا دیتے ہیں اس کی مذمت کرتے ہوئے اس کے سدِ باب کا طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ جو متعلقہ شخص ہے اس سے رابطہ کر کے تحقیق کر لی جائے تو افواہیں اپنی

موت آپہنچ جاتی ہیں کہ جس کا معاملہ ہے اس سے براہ راست تصدیق کروالی جائے۔

آیت 86 میں معاشرتی آداب بتائے گئے جب تمھیں کسی لفظ سے کوئی سلام کرے تو اس سے بہتر الفاظ میں اسکو جواب دو یعنی

اگر السلام علیکم کوئی کہتا ہے تو وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہو

اگر السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہو

یعنی اس سے اچھا جواب دو یا پھر فرمایا گیا کہ کم از کم اتنا ہی جواب دے دو۔

پھر محاذ جنگ پہ موجود مصروف عمل مجاہد کی فضیلت بیان کرتے ہوئے بتایا کہ مجاہدین اور قائدین برابر نہیں ہو سکتے، یعنی بیٹھنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ جہاد سے پیچھے رہنے والے جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ ہر مسلمان سے اللہ نے اجر وثواب کا وعدہ کر رکھا ہے مگر مجاہدین کا مرتبہ اور مقام بہت بڑا ہے۔

یہ بشارت دی گئی ہے کہ اللہ کے نام پر ہجرت کرنے والوں کو اللہ تعالی بڑی وسعت عطا فرماتا ہے، ہجرت کے لیے گھر سے نکلنے کے ساتھ ہی انسان اللہ کی طرف سے اجر عظیم کا حقدار ہو جاتا ہے خواہ اسے راستے ہی میں موت کا سامنا کرنا پڑ جائے۔

مسلمان غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر جب ظہر کی نماز پڑھنے لگے تو کافروں نے کہا کہ اگر ہمیں پہلے سے معلوم ہوتا تو اس حالت میں ایک دم حملہ آور ہو جاتے اور مسلمانوں کو نیست ونابود کر دیتے، یہ بڑا آسان ہو جاتا ہمارے لیے، انہوں نے عصر کی نماز میں حملہ کرنے کی تدبیر کی، جس پر اللہ تبارک وتعالی نے

اپنے نبی ﷺ کو کافروں کے اس منصوبے کی خبر دے دی اور اس کے سد باب کے لیے اللہ تبارک وتعالی نے صلوۃ الخوف کا طریقہ بیان فرمایا کہ اگر دشمن سے جان میں خطرہ ہو تو نماز کے لیے کس طرح صف بندی کی جائے اور نماز پڑھنے کا کیا طریقہ کار ہوگا، چنانچہ دشمنوں کی تدبیر دھری کی دھری رہ گئی اور نماز اور جہاد کی مشترکہ اہمیت بھی واضح ہوگئی کہ نماز جیسے عظیم الشان عمل کی وجہ سے جہاد کو مؤخر کرنے کی اجازت نہیں دی گئی اور جہاد جیسے اہم عمل کی بنا پر نماز میں غفلت اور کوتاہی کی اجازت بھی نہیں دی گئی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد دوران جہاد ذکر میں مشغولیت رہے، نماز کو وقت مقررہ پر ادا کرنا فرض ہے، ساری باتیں جو یہاں بیان کی گئی ہیں اس سے نماز کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ دشمن سامنے ہے لیکن اللہ تبارک وتعالی نے نماز کو معاف نہیں فرمایا بلکہ اس حالت نماز پڑھنے کا طریقہ ارشاد فرمایا۔

اس کے بعد ہر حال میں عدل وانصاف کا مظاہرہ کرنے کی تلقین ہے یہ دراصل ایک مشہور واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ کسی گھر میں چوری ہوگئی تھی چور بڑا چالاک تھا اس نے کسی یہودی کو پھنسا کر اپنا دامن بچانے کی کوشش کی اور بعض لوگ اس چور سے متأثر تھے کیونکہ وہ چالاک تھا چرب لسان تھا تو اس لیے اس سے متاثر تھے اور اس کو بَری کروانا چاہتے تھے قرآن کریم نے اس کے جرم کو بالکل واضح کرتے ہوئے یہ تاکید فرمائی کہ بلا تحقیق کسی خائن مجرم کی حمایت کرنے کی بجائے عدل وانصاف کے قانون کے مطابق فیصلہ کرکے مجرمین کو سزا دینی چاہیے۔

آیت نمبر 115 اجماعِ امت کے لیے دلیل قرآنی فراہم کر رہی ہے کہ شریعت کے ماخذ چار ہیں یعنی چار طرح سے شریعت کا حکم ثابت ہوتا ہے، قرآن پاک، سنت رسول، اجماع امت اور قیاس تو اجماع امت، تو اجماعِ امت کو اس آیت میں "سبیل المؤمنین" یعنی مومنوں کا راستہ کہا گیا ہے، فرمایا کہ جو کوئی مومنوں کے

راستے کو چھوڑ کر یعنی مومنون کے متفقہ فیصلوں کو رد کر کے الگ روش اختیار کرے تو وہ دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں انتشار پیدا کرنے کا مجرم قرار دیا جائے گا۔

آیت نمبر 127 سے ایک بار پھر خواتین کے مسائل اور حقوق بیان کیے جا رہے ہیں کہ انکے ضعف اور کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انکے ساتھ ظلم اور ناانصافی کا معاملہ نہ کیا جائے، میاں بیوی کے اختلافات کی صورت میں خلع کا ضابطہ بیان کیا گیا انکے لیے علحیدگی بہتر ہے اور اللہ ان میں ہر ایک کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اسکا بیان کیا گیا ہے۔

اگلی آیت میں اہل ایمان کو حکم دیا گیا کہ عدل کے قائم کرنے والے بن کر کھڑے ہو جاؤ، یہی اللہ کے شان عدل کی گواہی ہے عدل کرتے وقت یہ نہ دیکھو کہ اسکا نقصان کس کو پہنچ رہا ہے، کوئی قرابت دار ہو یا غیر پھر وہ غنی ہو یا فقیر، اللہ اس پر زیادہ رحم فرمانے والا ہے تو اسے فائدہ پہنچانے کے لیے عدل کے خلاف کوئی کام نہ کرو، اگر تم نے یہ حرکت کی تو پھر جان لو اللہ تمھارے ہر عمل سے باخبر ہے اس آیت کی رو سے معاشرے سے ظلم وزیادتی کو ختم کرنا اور ایک عادلانہ نظام کے قیام کے لیے جدوجہد کرنا مسلمان پر لازم ہے۔

آیت 140 میں اہل ایمان کو یہ ہدایت دی گئی کہ اگر کسی محفل میں اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہو یا معاذ اللہ انکا مذاق اڑایا جا رہا ہو تو غیرت ایمانی کا تقاضہ یہ ہے کہ اس محفل کا احتجاجاً بائیکاٹ کر دیا جائے، نیز جس مجلس میں کوئی گناہ ہو رہا ہو اسے روکنے کی کوشش کی جائے اگر روکنا ممکن نہ ہو تو پھر اظہار ناراضی کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ جانا چاہیے، جو ایسی مجلس میں بیٹھا رہے گا وہ بھی دراصل ان مجلس والوں کی

طرح ہی شمار کیا جائے گا، پھر بتایا گیا کہ منافقین نماز میں سستی کرتے ہیں، اللہ کے ذکر سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں، تذبذب کا شکار رہتے ہیں نہ ادھر کے ہیں نہ ادھر کے ایسے گمراہوں کو ہدایت بھی نہیں ملا کرتی یہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ڈالے جائیں گے، مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں سے دوستی کی بالکل بھی اجازت نہیں ہے کافروں کو مسلمانوں پر کسی طرح بھی فوقیت نہیں دی جاسکتی یہ لوگ اگر تائب ہوکر اپنا طرز عمل درست کرلیں تو انکا شمار بھی مومنین کے ساتھ ہوسکتا ہے۔

اگر تم ایمان کے تقاضے پورے کرتے رہو اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہو تو اللہ تمھیں عذاب دے کر کیا کرے گا یعنی یوں اسلوب اختیار کیا گیا آیت کریمہ کا اور اللہ تبارک وتعالی دلوں کے رازوں کا جاننے والا اور ایسے افراد کہ جو اچھا عمل کرنے والے ہیں انکے عمل کی قدر فرمانے والا ہے یہاں پر پارے کا اختتام ہوتا ہے۔

چھٹا پارہ { لا یحب اللہ }

پانچویں پارے کے آخر میں منافقوں کی مذمت تھی اور سخت ترین عذاب کی وعید سنائی گئی تھی، اس لئے چھٹے پارے کے شروع میں یہ اہم اصول بتایا گیا کہ اسلام دوسروں کے عیوب کی پردہ پوشی کا حکم دیتا ہے اور کسی کے اندر کوئی بری بات پائی جاتی ہے تو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دینے کو پسند نہیں فرماتا، مگر اسکے باوجود مظلوم کو انصاف کے حصول کے لیے ظالم کے خلاف آواز بلند کرنے کی اجازت دی گئی، عنقریب مظلوم کی فریاد رسی ہوگی اور ظالم کو اپنے ظلم کی سزا مل کر رہے گی، البتہ اگر کوئی درگزر کر کے نیکی کرے پھر اس پر ثواب کی امید رکھے تو اللہ پاک اس کو اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

آیت 149 سے رسولوں پر ایمان لانے کے حوالے سے ایک بڑی زبردست گفتگو کی گئی ہے کہ جو لوگ اللہ کو مانیں اور رسولوں کا انکار کریں یا کچھ رسولوں کو مانیں اور کچھ کا انکار کریں وہ پکے کافر ہیں اور ان کو ہمیشہ کے عذاب میں رہنا پڑے گا اور جو لوگ اللہ اور اسکے تمام رسولوں کو تسلیم کریں، ان پر ایمان لائیں اور قیامت کے دن پر ایمان رکھیں تو انکو بہترین اجر و ثواب دیا جائے گا۔

اگلی آیت میں یہودیوں کے سنگین جرم کا بیان ہے کہ یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے اور عیسائیوں نے اس کی تصدیق کی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی تکذیب فرما دی۔ کیونکہ واقعہ یوں ہوا کہ جو منافق شخص یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ دینے کے لئے آپ علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوا تھا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل ہو گیا اور آپ علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے، یہودیوں نے اسی منافق کو عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر سولی دی۔ اللہ پاک نے فرمایا:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ

انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ یہودیوں کے لئے (عیسیٰ سے) ملتا جلتا (ایک آدمی) بنا دیا گیا۔

اور کچھ آگے چل کر بیان فرما دیا کہ کوئی کتابی ایسا نہیں جو عیسی علیہ السلام کی وفات سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے، لہذا پتا چلا کہ عیسی علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی، ابھی آپ زندہ ہیں، قیامت کے قریب تشریف لائیں گے اور یہود و نصاری آپ کے ہاتھ پر اسلام لے آئیں گے۔

آیت 160 سے بتایا گیا کے یہودیوں کی ظالمانہ حرکتوں کی وجہ سے بعض چیزیں ان پر حرام کر دی گئیں۔ منع کرنے کے باوجود سود کھانے، لوگوں کا مال ناجائز طریقے پر ہڑپ کر جانے کی وجہ سے انکے لیے دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے۔ لیکن ان میں ایسے اعتدال پسند، علم اور فضل والے بھی ہیں جو علم کی گہرائیوں تک رسائی رکھتے ہیں، یہ اس علم کی صداقت کا فیض ہے کہ وہ اللہ پر، اسکے نازل کردہ کلام پر اور آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور نماز اور زکوۃ کی پابندی کرتے ہیں، انکے لیے خوشخبری سنائی گئی کہ عنقریب اللہ پاک انہیں بے حساب انعامات سے نوازے گا۔

پھر مختصرا انبیا کرام علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا گیا کے ہم نے نوح، ابراہیم، اسمعیل، اسحاق، یعقوب، عیسی، یونس، ہارون، سلیمان علیہم الصلوۃ وسلام، السلام کو نبی بنایا۔ اور یونہی پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بیان کیا گیا کے اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی انبیاء کرام کی طرح آپکو بھی نبی برحق بنایا گیا ہے۔ یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام تو پہلے سے ہی نبی ہیں۔ بیان کرنے کا مقصد لوگوں پر ظاہر کرنا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان و عظمت کو بیان کرنا ہے۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ کی تسکین خاطر کے لئے کہ اگر آپ کی نبوت کی گواہی یہودی دینے کے لئے تیار نہیں ہیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اللہ پاک اور فرشتوں کی گواہی کافی ہے۔

اس کے بعد عیسائیوں سے خطاب ہوتا ہے، فرمایا گیا کے دین میں مبالغہ آمیزی نہ کیا کرو، حد سے نہ بڑھا کرو، ادب اور احترام کے جذبات کو اپنی حدود میں رکھنا چاہیے، عیسی علیہ السلام کو معاذ اللہ، اللہ کہنا یا اللہ کا بیٹا کہنا، یہ کوئی دین داری نہیں ہے، عیسی علیہ السلام یا اللہ کے مقرر فرشتوں نے اللہ کا بندہ کہلانے میں کبھی کسی قسم کی عار محسوس ہی نہیں کی، تو یہ عیسائی کیوں پھر عیسی علیہ السلام کو اللہ کا بندہ کہنے میں عار محسوس کرتے ہیں، معبود تو اللہ تبارک وتعالی ہی ہے، وہ اولاد سے پاک ہے اور اسکے ہاں قرب حاصل کرنے کا جو معیار نیک اعمال ہیں، جو ایمان اور اعمال صالحہ کرے گا اسے پورا پورا اجر وثواب دیا جائے گا۔

اسکے بعد آیت نمبر 174 سے ایک بار پھر انسانوں کو دعوت دی گئی کہ تمہارے پاس قرآن حکیم کی صورت میں حق کی دلیل اور ہدایت کی واضح روشنی آ چکی ہے، اب جو لوگ اللہ پر ایمان لائیں اور قرآن حکیم سے ایک لو لگا لیں تو اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا اور اپنے فضل سے مالا مال کر دے گا اور اپنی طرف سیدھے راہ کی ہدایت دے گا اور قرآن سے لو لگانے سے مراد صرف زبانی اقرار نہیں بلکہ دل سے یقین رکھنا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اسکی با قاعدہ تلاوت کرنا اسے سمجھنا اسکے احکامات پر عمل کرنا اور جو اجتماعی احکامات ہیں انکے نفاذ کی کوشش کرنا۔

سورہ نساء کی آخری آیت میں وراثت کا ایک مسئلہ بیان ہوا ہے، کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اسکا باپ بھی نہ ہو اور کوئی اولاد بھی نہ ہو تو اسے شریعت کی اصطلاح میں کلالہ کہتے ہیں۔
آیت میں جو مسائل بیان ہوئے ان کا خلاصہ و وضاحت یہ ہے:

---> اگر کوئی شخص فوت ہو اور اس کے ورثاء میں باپ اور اولاد نہ ہو تو سگی اور باپ شریک بہن کو وراثت سے مال کا آدھا حصہ ملے گا جبکہ صرف ایک ہو اور اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی حصہ ملے گا۔

--->اوراگربہن فوت ہوئی اورورثاءمیں نہ باپ ہونہ اولادتو بھائی اُس کےکل مال کاوارث ہوگا

--->اگرفوت ہونے والے نے بہن بھائی دونوں چھوڑےتو بھائی کوبہن سے دگنا حصہ ملے گا۔

﴿سورہ مائدہ﴾

سورہ مائدہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے،البتہ یہ آیت "اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ" حجۃالوداع کےموقع پرعرفہ کےدن مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی،اس سورت میں 16 رکوع اور120 آیتیں ہیں۔

* وجہ: عربی میں دسترخوان کو ''مائدہ'' کہتے ہیں اوراس سورت کی آیت نمبر112 تا115 میں یہ واقعہ مذکورہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کےحواریوں نےحضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آسمان سے مائدہ یعنی کھانے کےایک دسترخوان کےنزول کامطالبہ کیااورحضرت عیسیٰ علیہ السلام نےاللہ تعالیٰ سے مائدہ کےنازل ہونے کی دعا کی،اس واقعے کی مناسبت سے اس سورت کانام''سورۂ مائدہ''رکھاگیا۔

* فضائل: اس سورت کی ایک آیت مبارکہ کے بارے میں حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نےان سےکہا اےامیرالمؤمنین! رضی اللہ عنہ،آپ اپنی کتاب میں ایک آیت کی تلاوت کرتے ہیں،اگروہ آیت ہم یہودیوں کےگروہ پرنازل ہوئی ہوتی تو(جس دن یہ نازل ہوتی) ہم اس دن کوعید بناتے۔حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ نےفرمایاوہ کون سی آیت ہے؟اس یہودی نےعرض کی(وہ یہ آیت ہے)

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (مائدہ:3)

آج میں نےتمہارے لئے تمہارادین مکمل کردیااورمیں نےتم پراپنی نعمت پوری کردی اورتمہارے لئے اسلام کودین پسند کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا" ہم اس دن اور اس جگہ کو بھی جانتے ہیں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی، (جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن عرفات کے میدان میں مقیم تھے (اور جمعہ و عرفہ دونوں مسلمانوں کی عید کے دن ہیں۔

(بخاری)

اس سورت میں حلال و حرام کے بے شمار احکامات اور تین قصے بیان کئے گئے ہیں۔

سورت کی ابتدا میں ہر قسم کے وعدے کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے چاہے وہ عہد بندوں کا بندوں کے ساتھ ہو یا وہ عہد بندے کا اللہ کے ساتھ ہو۔

پھر اسکے بعد آگے چل کر کھانے پینے کی بہت ساری ایسی چیزوں کی حرمت یعنی حرام ہونے کا اعلان کیا گیا ہے جنہیں زمانہ جاہلیت میں حلال سمجھا جاتا تھا، کیونکہ ان چیزوں کے کھانے میں صحت اور جسم کا بھی نقصان ہے اور فکر و نظر اور دین و اخلاق کا بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ جو کھانے پینے کی چیزیں شریعت میں حرام قرار دی ہیں اس میں ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے کہ ان چیزوں کے اثرات انسانی جسم پر منفی طور پر ثابت ہوتے ہیں جیسے کہ خنزیر، اسکے حرام ہونے کی ایک وجہ یہ بھی علماء نے بیان کی کہ یہ بے حیا جانور ہے، اگر معاذ اللہ اسکو کوئی کھائے تو اس انسان کے اندر بھی بے حیائی پیدا ہوتی ہے، کھانے پینے کے معاملات میں بہت سی چیزیں ہیں کہ جس کے اندر ایک واضح پہلو یہ ہے کہ اسکا اثر بدن انسانی پر انسان کے اخلاق پر انسان کے اطوار پر اسکے نظر و فکر پر ہوتا ہے اسلیئے بہت ساری چیزوں کو حرام قرار دینے میں ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے۔ بہر حال یہاں پر مثلاً مردار، بہنے والا خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا، گلا گھونٹ کر مارا ہوا جانور، وہ جانور جو لاٹھی پتھر، ڈھیلے، گولی چھرے یعنی بغیر دھار دار چیز سے مارا گیا ہو، جو گر کر مرا ہو خواہ پہاڑ سے یا کنوئیں وغیرہ میں، وہ جانور جسے دوسرے جانور نے سینگ مارا ہو اور وہ اس کے صدمے سے مر گیا ہو۔ البتہ اضطرار کی صورت میں اجازت ہوتی ہے، اضطرار سے مراد یہ ہے کہ اسکے پاس کوئی حلال چیز موجود نہیں ہے اور اب اسکی جان پر بن آئی ہے اگر وہ کچھ نہیں کھائے گا تو مر جائے

گا اور حرام کے علاوہ کچھ موجود نہیں تو ایسے موقع پر اسے اجازت دی گئی ہے کہ وہ ضرورتاً وہ کھالے بلکہ اس پر لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ کھالے اور اپنی جان کی حفاظت کرے لیکن یہ اس موقع پر ہے کہ جب کچھ بھی نہ ہو اور اتنا کھانے کی اجازت ہے کہ جس سے ضرورت پوری ہو جائے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر دین اسلام کے مکمل اور اللہ کے پسندیدہ نظام حیات ہونے کا اعلان ہے کہ اسلام اللہ تعالی کا پسندیدہ دین ہے اور یہ ایک نظام حیات ہے۔

پرندوں، چوپایوں اور درندوں کی مدد سے شکار کے جو اصول وضوابط ہیں اسکو بیان کیا گیا ہے۔ اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بھی مسلمانوں کیلئے حلال ہے خواہ یہودی ذبح کرے یا عیسائی، یونہی مرد ذبح کرے یا عورت یا سمجھدار بچہ۔ لیکن یہ یاد رکھنا نہایت ضروری ہے کہ ان اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے جو واقعی اہلِ کتاب ہوں، موجودہ زمانے میں عیسائیوں کی بہت بڑی تعداد دہریہ اور خدا کے منکر ہو چکے ہیں لہٰذا نہ ان کا ذبیحہ حلال ہے اور نہ عورتیں۔

* اہلِ کتاب سے نکاح کے چند اہم مسائل:

اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح حلال ہے لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ وہ واقعی اہلِ کتاب ہوں، دہریہ نہ ہوں جیسے آج کل بہت سے ایسے بھی ہیں۔

یہ اجازت بھی دارالاسلام میں رہنے والی ذِمّیہ اہل کتاب عورت کے ساتھ ہے۔ موجودہ زمانے میں جو اہلِ کتاب ہیں یہ حربی ہیں اور حربیہ اہلِ کتاب کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

ایک اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ یہ اجازت صرف مسلمان مردوں کو ہے مسلمان عورت کا نکاح کتابی مرد سے قطعی حرام ہے۔

پھر طہارت حاصل کرنے کے لیے وضو اور تیمم کا طریقہ پھر اللہ تبارک وتعالی کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

حدیبیہ کے موقع پر کافروں نے حملہ آور ہونے کا پروگرام بنایا ،لیکن اللہ تعالی نے انہیں مرعوب کر دیا اور وہ حملہ نہ کر سکے ،اس انعام خداوندی کا شکر ادا کرنے اور توکل کا اہتمام کرنے کی بندوں کو تلقین کی گئی ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالی نے موسی علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا کہ انہوں نے اپنی قوم کو جہاد کے لیے تیار کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تمہیں ایک منصب عطا فرمایا ہے اور تمہارے خاندان میں تمہاری نسل میں انبیا اور رسولوں کو پیدا فرمایا۔ تمہیں چاہیے کہ اب عمالقہ قوم سے بیت المقدس سے پاک کر دو، تو اللہ تبارک وتعالی تمہیں فتح اور کامرانی سے ہمکنار فرمائے گا ،مگر وہ لوگ اپنی بزدلی اور اپنی طبیعت کی خباثت کے پیش نظر جہاد سے پیچھے ہٹ گئے اور معاذ اللہ یہاں تک بھی انہوں نے کہہ دیا کہ آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں ہم تو یہیں پر بیٹھے ہیں۔ معاذ اللہ

پھر اللہ تبارک وتعالی نے آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے باہمی اختلاف اور انکی قربانی کا تذکرہ فرمایا ہے، ان میں سے ایک تو صالح تھے مومن تھے اور دوسرا بد بخت، ایک کا نام قابیل تھا ایک کا نام ہابیل تھا۔ اب اسکو یاد رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ قابیل ق سے آتا ہے اور قاتل بھی ق سے آتا ہے تو یہ قابیل جو ہے سمجھ لیں وہ صحیح نہیں تھا اور جو ہابیل تھے وہ شہید ہوئے تھے۔ تو ہابیل میں بھی ہ آتا ہے اور شہید میں بھی ہ آتا ہے تو اسطرح یاد رکھا جا سکتا ہے۔

بہر حال قابیل دنیائے انسانی کا پہلا قاتل ہے جس نے اپنی ضد اور بغض کی خاطر اپنے بھائی ہابیل کو حسد کی وجہ سے شہید کر دیا۔

دنیا میں قیامت تک جتنے قتل ہوں گے انکا گناہ قاتل کے ساتھ ساتھ اس قابیل کو بھی ملتا رہے گا، ہابیل نے قابیل کو قتل ناحق جیسے بدترین جرم سے روکنے کے لیے عمدہ وعظ اور نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم مجھے قتل کرنے کی کوشش کرو گے تو میں ہرگز ردعمل کے طور پر تمہیں قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں سوچ لو میرے ناحق قتل کرنے سے تم خود گناہ گار ہو گے، قابیل پر اس نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوا اور اس نے ہابیل کو شہید کر کے خسارے کا سودا مول لے لیا۔ اللہ تبارک وتعالی نے کوّے کے ذریعے سکھایا کہ کیسے زمین کو کھود کر بھائی کی لاش اس میں دفن کرنی ہے، جسے دیکھ کر قابیل کو بڑی ندامت ہوئی کہ ہائے افسوس میں تو اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا۔

آگے اہل ایمان کو تقوی پر کاربند رہنے، اللہ کا قرب حاصل کرنے، نیک اعمال کو وسیلہ بنانے اور جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف ہو کر فلاح وکامرانی حاصل کرنے کی دعوت دی ہے۔

پھر آیت نمبر 45 میں ایک قانون بیان کیا گیا ہے کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت ہو گا، لیکن اگر کوئی فریق درگزر کر دے اور معافی کا فیصلہ کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالی اسکے لیے گناہوں کی معافی کا وعدہ فرما رہا ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں کو یہود ونصاری کے ساتھ قلبی دوستی لگانے سے منع کیا گیا کیونکہ وہ امت مسلمہ کے سخت ترین دشمن ہیں۔ قرآن کی صداقت کا معجزہ ہم اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ سکتے ہیں کہ آپس میں انکا شدید اختلاف کیوں ہی نہ ہو شدید مذہبی اور سیاسی اختلافات کے باوجود بھی یہود ونصاری مسلمانوں کے مقابلے میں متحد ہو جاتے ہیں بلکہ سارے کے سارے کفار مسلمانوں کے مقابلے میں ایک ہو جاتے ہیں اور یہ ایک مقولہ بھی ہے کہ:

الكفر ملة واحدة

کفار سارے کے سارے ایک قوم کی طرح ہی ہیں

پھر اللہ تبارک وتعالی کے محبوب بندوں کی چار صفات بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ اللہ ان سے محبت فرما تا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں، دوسری یہ کہ اہل ایمان کے حق میں انتہائی نرم اور کافروں کے حوالے سے انتہائی سخت ہوتے ہیں، تیسرا یہ کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور چوتھا یہ کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے حوالے سے کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہیں لاتے، کوئی انکو تنگ کرے کوئی انکا مذاق اڑائے تو انکے مذاق کا خیال نہیں کرتے۔

ساتواں پارہ [واذا سمعوا]

عیسائیوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو قرآن کریم سن کر اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں رکھ پاتے اور بے اختیار انکی آنکھوں سے آنسو نکل جاتے ہیں۔

واقعہ اصل میں یہ تھا کہ کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر مسلمانوں کا ایک قافلہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے ہجرت کر کے ملک حبشہ گیا اور حبشہ عیسائیوں کا ملک تھا۔ مشرکین مکہ ان کے پیچھے گئے اور حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے سامنے غلط بیانی کر کے مسلمانوں کے خلاف ایک سازش کرنے کی کوشش کی۔

نجاشی نے مسلمانوں کو طلب کر کے سوالات کیے، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی کو سورہ مریم پڑھ کر سنانا شروع کی تو نجاشی اور اسکے ساتھیوں پر قرآن کریم سن کر ایسی رقت طاری ہوگئی کی انکی ہچکیاں بندھ گئیں انکی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہوگئیں۔ آخر کار کلام الٰہی سے متاثر ہو کر انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور مسلمانوں کو وہاں پر مہمان کے طور پر اپنے ملک میں ٹھہرانے کا اعلان کر دیا اور مشرکین مکہ رسوا ہوئے۔

اس کے بعد آیت نمبر 87 سے حلال اور حرام کے حوالے سے کچھ گفتگو اور انتہا پسندی کی مذمت کی گئی کہ اسلام انسانوں کو میانہ روی کا درس دیتا ہے اعتدال کا درس دیتا ہے۔

پھر آیت نمبر 89 میں قسم کے احکام ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے کھانے پینے کی چند حلال چیزیں اور کچھ لباس اپنے اوپر حرام کر لئے اور دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی، مزید یہ کہ اس پر انہوں نے قسمیں بھی کھالیں۔ جب اللہ پاک نے انہیں اس چیز سے منع کیا تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ، اب ہم اپنی قسموں کا کیا کریں؟ اس پر اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں قسم کے احکام بیان کئے گئے۔

قسم کی تین قسمیں ہیں:

یمینِ لَغْو یعنی غلط فہمی کی قسم، یہ وہ قسم ہے کہ آدمی کسی واقعہ کو اپنے خیال میں صحیح جان کر قسم کھالے اور حقیقت میں وہ ایسا نہ ہو، ایسی قسم پر کفارہ نہیں۔

یمینِ غَمُوس یعنی جھوٹی قسم، کسی گزشتہ واقعے کے متعلق جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا، یہ حرام ہے۔

یمینِ مُنعقدہ، جو کسی آئندہ کے معاملے پر اسے پورا کرنے یا پورا نہ کرنے کیلئے کھائی جائے، کسی صحیح معاملے پر کھائی گئی ایسی قسم توڑنا منع بھی ہے اور اس پر کفارہ بھی لازم ہے۔ قسم کی تیسری صورت پر ہی کفارہ لازم آتا ہے۔

یہاں آیت مبارکہ میں قسم کا کفارہ بھی بیان کیا گیا ہے اور قسم کا کفارہ یہ ہے کہ اگر کوئی قسم توڑے تو ایک غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر درمیانے درجے کا کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنائے۔ ان تینوں میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار کرنے کی اجازت ہے اور اگر تینوں میں سے کسی کی بھی طاقت نہ ہو تو مسلسل تین روزے رکھنا کفارہ ہے۔ مزید احکام کتب فقہ میں دیکھے جا سکتے ہیں یا اسی آیت کے تحت صراط الجنان سے مطالعہ کیے جا سکتے ہیں۔

پھر آیت نمبر 90 سے 92 میں شراب اور جوئے کی حرمت کا حتمی فیصلہ بیان کر دیا گیا ہے، سورہ بقرہ کے اندر اسکے نقصانات کو بیان کیا پھر آگے چل کر بیان کیا کہ جب تم نماز کے قریب جانے لگو تو اس سے پہلے نشہ وغیرہ نہ کرو اور اب اسکو بالکل حرام قرار دے دیا گیا اور اسکے بعد کبھی بھی شراب حلال نہیں ہوئی ہے،

اللہ پاک نے اسکو قطعی طور پر حرام قرار دے دیا اور فرما دیا کہ شیطان اسکے ذریعے اسلامی معاشرے کے افراد میں نفرتیں پیدا کرنا چاہتا ہے۔شراب کے نشے میں آ کر یا جوئے میں مسلسل ہار کر انسان دوسروں کے خلاف ایسی حرکات کرتا ہے کہ جس سے باہمی نفرت اور دشمنی جنم لیتی ہے،مزید یہ کہ انسان اس سے اللہ کے ذکر اور بالخصوص نماز پڑھنے سے محروم ہو جاتا ہے۔جوئے کے ذریعے حرام کمائی کا حصول انسان کو ذکر کی لذت اور حلاوت اور نماز کی چاشنی سے محروم کر دیتا ہے۔پھر بڑے سخت الفاظ میں تنبیح کی گئی کہ تم شراب اور جوئے سے باز آتے ہو یا نہیں۔

اسکے بعد حالت احرام میں شکار کی ممانعت اور اسکی جزا کا بیان ہے ہاں مچھلی کے شکار کی اجازت دی گئی ہے۔

اسکے بعد اللہ پاک کی قدرت کے دو مظاہر کا ذکر ہے کہ وہ شدید عذاب دینے والا بھی ہے اور بہت بخشش کرنے والا مہربان بھی ہے۔اب یہ بندے کے اوپر ہے کہ وہ کس طرح کا عمل کرتا ہے اور اپنے آپ کو کس چیز کا مستحق بناتا ہے سزا کا مستحق بناتا ہے یا رحمت کا مستحق بناتا ہے۔

پھر آیت نمبر 101 میں پیارے آقا ﷺ سے غیر ضروری سوالات کرنے سے منع فرمایا گیا کہ اگر بہت سی باتیں تم پر ظاہر ہو جائیں تو تمہیں ناگوار لگیں۔یہاں پر یہود کی مثال دی گئی کہ وہ اللہ کا حکم آنے پر غیر ضروری سوالات کرتے تھے اور اللہ پاک کی طرف سے جوابات آنے پر مزید پابندیوں کا سامنا کرنے پر مجبور ہو جاتے،اب ان پابندیوں کو وہ پورا نہ کر پاتے۔

اس کے بعد قیامت کے دن کی منظر کشی کی گئی اور اس ہولناک دن کے حساب کتاب کو یاد دلایا گیا ہے۔جب تمام رسولوں کو جمع کر کے ان سے سوال کیا جائے گا کہ جب تم نے میرا پیغام میرے بندوں تک پہنچایا تو تمہیں کیا جواب دیا گیا تو وہ اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ یا اللہ پاک تو ہر چیز پر نظر رکھنے

والا ہے تو سمیع وبصیر ہے تو جانتا ہے کہ تیرے بندوں نے کیا جواب دیا۔

یہاں پر حضرت عیسی علیہ السلام کا خاص طور پر تفصیلی ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے انہیں بڑی نعمتوں سے نوازا ہے۔فرمایا کہ ہم نے تم پر اور تمہاری والدہ پر انعام کیا اسکو یاد کرو۔

پھر آیت نمبر 112 میں بتایا گیا کہ عیسی علیہ السلام کے حواریوں یعنی آپ کے ساتھیوں نے عرض کی کہ اللہ پاک سے دعا کیجئے کہ آسمان سے کوئی دسترخوان بطور نعمت اتار دے اس میں سے ہم کھائیں گے اور ایک قلبی اطمینان پائیں گے۔

عیسی علیہ السلام نے غسل کیا،موٹا لباس پہنا،دو رکعت نماز ادا کی اور سر کو جھکا کر اللہ پاک سے دعا کی:

اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوۡنُ لَنَا عِيۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنۡكَ‌ۚ وَارۡزُقۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ(۱۱۴)

اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان اُتار دے جو ہمارے لئے اور ہمارے بعد میں آنے والوں کے لئے عید اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو جائے اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

اس دعا کے بعد اللہ پاک نے فرمایا کہ میں یہ نعمت نازل فرماؤں گا مگر پھر جو شخص اس نعمت کو دیکھنے کے بعد کفر کرے گا تو اسے ایسا عذاب دوں گا جو اس سے پہلے جہاں والوں میں سے کسی کو بھی نہیں دیا ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نعمت الٰہی کے نزول کے دن کو عید کہا جا سکتا ہے۔ یہاں پر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عید ہی فرمایا اور اسی لیے اہل اسلام میلاد النبی ﷺ کے مبارک دن کو عید سے تعبیر کرتے ہیں۔

قیامت کے دن کی ہولناک منظر کشی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی بادشاہت کے تذکرے پر سورہ مائدہ کا اختتام ہوتا ہے۔

﴿سورہ انعام﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پوری سورۂ اَنعام ایک ہی رات میں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، اور انہی سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ سورۂ اَنعام کی 6 آیتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں اور باقی سورت ایک ہی مرتبہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

اس میں 20 رکوع اور 165 آیتیں ہیں۔

* وجہ: عربی میں مویشیوں کو ''اَنعام'' کہتے ہیں اور اس سورت کا نام ''اَنعام'' اس مناسبت سے رکھا گیا کہ اس سورت کی آیت نمبر 136 اور 138 میں ان مشرکین کا رد کیا گیا ہے جو اپنے مویشیوں میں بتوں کو حصہ دار ٹھہراتے تھے اور خود ہی چند جانوروں کو اپنے لئے حلال اور چند جانوروں کو اپنے اوپر حرام سمجھنے لگے تھے۔

* فضائل: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''سورۂ اَنعام نازل ہوئی اور اس کے ساتھ بلند آواز سے تسبیح کرتی ہوئی فرشتوں کی ایک جماعت تھی جس سے زمین و آسمان کے کنارے بھر گئے، زمین ان فرشتوں کی وجہ سے ہلنے لگی اور رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ'' کہا۔

سورت کے آغاز میں اللہ پاک کی قدرت کا بیان ہے کہ اس نے آسمان وزمین وظلمت ونور کو پیدا کیا اس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا پھر اسکے لیے ایک مدت حیات اور قیامت کا وقت مقرر فرمایا لیکن کافر پھر بھی اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھراتے ہیں اور اسکی قدرت کے بارے میں شک میں مبتلا ہوتے ہیں حالانکہ اللہ پاک ظاہر و باطن ہر عمل کو جاننے والا ہے۔

پھر آیت نمبر 7 میں فرمایا کہ کافروں کا حال تو یہ ہے کہ اگر لکھی ہوئی کتاب انکے پاس اتار دی جائے تو جسے وہ اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ لیں پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے بلکہ اسے جادو ہی قرار دیں گے۔

اللہ پاک نے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ہر دور کے کفار معاذ اللہ اپنے نبیوں کے ساتھ استہزاء کرتے آئے ہیں، آپ زمین میں مشاہدہ کر لیں گزشتہ امتوں کے تباہ شدہ آثار انکے عبرت ناک انجام کا پتہ دیتے ہیں، یہ لوگ آپکی بات سنتے ہیں مگر انکی بدعملی کی وجہ سے انکے دلوں پر پردہ چڑھا ہوا ہے۔

پھر یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ آپکی بات سنتے ہیں آپکا کلام سنتے ہیں مگر انکے دلوں پر ایسا پردہ چڑھ گیا ہے، انکے کانوں کے اندر ایسی روئی پڑی ہوئی ہے جسکی وجہ سے یہ قرآن کی باتوں کا اثر قبول نہیں کرتے۔

آیت نمبر 31 میں اللہ پاک نے فرمایا کہ انہوں نے اللہ کے حضور پیش ہونے کی حقیقت کو جھٹلایا، وہ اپنی بد اعمالیوں کا بوجھ اپنی پشت پر اٹھائے ہوئے ہیں اور جب قیامت آئے گی تو اپنی کوتاہی پر پھر وہ افسوس کرتے رہیں گے۔

آیت نمبر 64 میں فرمایا کہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ تمہارے اوپر سے تمہارے پاؤں کے نیچے سے تم پر عذاب بھیج دے۔ مفسرین نے فرمایا کہ اوپر کے عذاب کی صورتیں ایک تو تباہ کن آندھیاں

اور طوفانی بارشیں ہیں اور نیچے کے عذاب کی ایک صورت سیلاب، زلزلے اور قحط سالی ہے، اوپر کے عذاب کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ظالم حکمرانوں کا مسلط ہونا اور جو ماتحت لوگ ہیں وہ نافرمان ہو جائیں اور اس امت کے مختلف گروہوں کا ایک دوسرے سے برسر پیکار ہو جانا بھی ایک صورت عذاب ہی کی ہے۔

آیت نمبر 74 سے 79 میں وہ واقع بیان کیا گیا ہے جس کے ذریعے ابراہیم علیہ السلام نے ستارہ پرستوں، چاند پرستوں اور سورج پرستوں کے خلاف دلیل قائم کر دی۔ یہ مسئلہ یقینی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ہر حال میں معصوم ہوتے ہیں اور وہ شروع ہی سے ہر وقت معرفت الٰہی سے شناسا ہوتے ہیں۔ اس عقیدہ کو ذہن نشین رکھتے ہوئے اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ سمجھنے کیلئے قرآن پاک میں بیان کردہ واقعے کو ذرا تفصیل سے بیان کر رہا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابتدا ہی سے توحید کی حمایت اور کفریہ عقائد کا رد کرنا شروع فرما دیا اور پھر جب ایک سوراخ سے رات کے وقت آپ علیہ السلام نے زہرہ یا مشتری ستارہ کو دیکھا تو لوگوں کے سامنے توحید باری تعالیٰ کی دلیل بیان کرنا شروع کر دی کیونکہ اس زمانہ کے لوگ بت اور ستاروں کی پرستش کرتے تھے تو آپ علیہ السلام نے ایک نہایت نفیس اور دل نشیں پیرایہ میں انہیں غور و فکر کی طرف رہنمائی کی جس سے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ تمام جہان عدم سے وجود میں آنے والا ہے اور پھر ختم ہونے والا ہے تو یہ معبود نہیں ہو سکتا بلکہ تمام جہان بذات خود کسی وجود میں لانے والی ذات کا محتاج ہے جس کے قدرت واختیار سے اس میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔

چنانچہ پہلے آپ علیہ السلام نے ستارے کو دیکھا تو فرمایا کہ کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا کہ میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی جس میں ایسے تغیرات ہو رہے ہیں وہ خدا نہیں ہو سکتا

پھراس کے بعد آپ علیہ السلام نے چاند کو چمکتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا:

اگر مجھے میرے رب کریم نے ہدایت نہ دی ہوتی تو میں بھی گمراہ لوگوں میں سے ہو جاتا۔اس میں اُس قوم کو تنبیہ ہے کہ جو چاند کو معبود مانتے تھے، انہیں آپ علیہ السلام نے گمراہ قرار دیا اور خود کو ہدایت پر۔اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کی یہ باتیں ان کا رد کرنے کیلئے ہی تھیں۔ چاند کے معبود نہ ہونے پر بھی آپ علیہ السلام نے یہی دلیل بیان فرمائی کہ اس کا ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا قابل فنا ہونے کی دلیل ہے۔

پھراس کے بعد آپ علیہ السلام نے سورج کو جگمگاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ یہ تو ان سب سے بڑا ہے، پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو فرمایا: اے میری قوم! میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ پاک کا شریک ٹھہراتے ہو۔یوں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ثابت کر دیا کہ ستاروں میں چھوٹے سے بڑے تک کوئی بھی رب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، ان کا معبود ہونا باطل ہے اور قوم جس شرک میں مبتلا ہے آپ علیہ السلام نے اس سے بیزاری کا اظہار کر دیا اور اس کے بعد دینِ حق کا بیان فرمایا جو اگلی آیتوں میں آرہا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ستارے، چانداور سورج کے بارے میں فرامین لوگوں کو سمجھانے کیلئے تھے اور معاذ اللہ، اپنے بارے میں نہ تھے اس کی بہت واضح دلیل یہ بھی ہے کہ جب آپ علیہ السلام نے ستارے، چاند اور سورج کے بارے یہ فرمایا تو کیا آپ علیہ السلام نے اس سے پہلے دن رات کے فرق کو اور سورج چاند کے غروب ہونے کو کبھی نہیں دیکھا تھا، ایسا تو ہرگز نہیں ہوسکتا۔تو معلوم ہوا کہ سورج چاند ستارے کے حوالے سے آپ کا کلام صرف قوم کو سمجھانے کیلئے تھا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹے معبودوں سے بیزاری ظاہر کرنے کے بعد اپنا عقیدہ اور دین حق کا اعلان فرمادیا چنانچہ فرمایا کہ "میں نے ہر باطل سے جدا ہو کر اپنا منہ اس اللہ پاک کی بارگاہ کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔یعنی اسلام کے سوا باقی تمام ادیان سے

جدا رہ کر میں اللہ پاک کے سامنے جھکنے والا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انکی قوم کے لوگوں نے ڈرایا کہ تم نے ہمارے معبودوں کا انکا کیا ہے لہذا تم پر اب کوئی آفت آئے گی تو خلیل اللہ نے فرمایا کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ کسی سے نہیں ڈرتا اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا تو پھر وہ ہر ایک سے ڈرتا ہے۔

پھر کمال اختصار کے ساتھ تین لائنوں میں 18 انبیا اور رسل کا تذکرہ اور تعریف بیان کی گئی ہے۔ پھر قدرت خداوندی کی ایک کائناتی حقائق میں مشاہدہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے کہ اللہ نے دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر درخت اور پودے پیدا کیے۔ زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ کو نکالا، اور سورج اور چاند کو حساب کے لیے مقرر کیا گیا۔

خشکی اور تری میں راستہ متعین کرنے کے لیے ستارے اسی نے بنائے ہیں۔

آسمان سے پانی برسا کر کھیتیاں اور باغات پیدا کیے ہیں جن کے اندر سبزیاں پھل کھجوریں اور انگور بنائے جو گچھے والے بھی ہیں اور بغیر گچھے کے پیدا ہونے والے بھی ہیں۔ پھلوں کے موسم میں دیکھو کیسے خوشنما اور بھلے لگتے ہیں، علم سمجھ بوجھ اور ایمان رکھنے والوں کے لیے قدرت الہی اور وحدانیت کے اسکے اندر واضح دلائل موجود ہیں

پھر آخر میں توحید کا بیان اور شرک کی نفی کی گئی کہ مشرکین جنات کو معاذ اللہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں ۔فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں معاذ اللہ۔ فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے اور صرف اسی کی عبادت کی جائے اللہ مخلوق پر نگہبانی فرمانے والا ہے۔ وہ سب کو دیکھنے والا ہے اور کوئی نگاہ اسکا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اللہ تبارک وتعالی نے حق کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ انسان کو اختیار ہے کہ چاہے وہ حق سے نظریں چرالے یا حق کی روشنی میں کائنات کے اصل حقائق کو دیکھ لے اور اللہ پاک کی بارگاہ میں گر پڑے۔

آٹھواں پارہ ﴿ولو اَنَّنَا﴾

مشرکین مطالبہ کیا کرتے تھے کہ ہمیں کوئی ایسا معجزہ دکھایا جائے جو سب کو نظر آئے تو ہم ایمان لے آئیں گے، پچھلے پارے کی آخری آیات میں مختصر طور پر بیان ہوا تھا کہ نشانیاں طلب کرنے والے کفار کے مطالبات پورے کر دیئے جائیں تو بھی وہ ایمان نہ لائیں گے اور یہاں تفصیل بیان ہوئی ہے کہ

اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ہم کفار کے مطالبے کے مطابق ان کی طرف فرشتے اُتار دیں جنہیں وہ ان کی اصلی شکل میں دیکھ لیں اور وہ ان سے آپ کی رسالت کی گواہی سن لیں۔ یونہی اگر ہم ان کے مطلوبہ یا عام مردے زندہ کر کے ان کے سامنے کھڑے کر دیں تا کہ یہ ان سے معلوم کر لیں کہ آپ جو پیغام لائے ہیں وہ حق ہے یا نہیں تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے، بلکہ اگر ہم ان کے مطالبات سے زائد مخلوقات میں سے ہر خشک وتر، شجر وحجر، نباتات وحیوانات ان کے سامنے جمع کر دیں تب بھی یہ لوگ ایمان لائیں گے اور نہ آپ کی تصدیق کریں گے اور نہ ہی آپ کی پیروی کریں گے البتہ جن کی قسمت میں ایمان لکھا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی مرضی جن کے ایمان کے متعلق ہوگی وہ ایمان لائیں گے۔

یہاں دو باتیں بہت اہم ہیں:

1- اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا فرمایا اور جیسا ہونے والا تھا اور جیسا کوئی کرنے والا تھا وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں تھا اور اس نے وہی لکھ دیا، تو یہ نہیں کہ جیسا اس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اس نے لکھ دیا۔

2- یہ درست ہے کہ بندوں کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کے ارادہ، اس کی مشیت اور اس کی قضاء سے وجود پذیر ہوتے ہیں لیکن قادر وقدیر رب قدیر نے انسان کو پتھر اور دیگر جمادات کی طرح بے بس، مجبور اور بالکل بے اختیار نہیں بنایا بلکہ اسے ایک قسم کا اختیار دیا ہے کہ کوئی کام چاہے تو کرے، چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ عقل بھی دی ہے کہ اپنا برا بھلا، نفع ونقصان پہچان سکے، پھر نیکی یا بدی، اچھائی یا برائی میں سے جس کام کو اختیار کرتا ہے اللہ پاک اس کی قوت اس بندے میں پیدا فرما دیتا ہے اور اسی اختیار کے اعتبار سے وہ جزا یا سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

آیت 125 میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ جسے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ہدایت دینا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کی گمراہی کا فیصلہ فرما لیا گیا ہو اس کا سینہ تنگ کر دیا جاتا ہے

اگلی آیت میں بتایا گیا کہ تمام جنات اور انسانوں سے قیامت کے دن سوال ہوگا، ان کا حساب لیا جائے گا اور جنات کو بھی اس عمل سے گزرنا ہوگا لہذا ثابت ہوتا ہے کہ انسانوں کی طرح جنات بھی قرآنی تعلیمات پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔

آیت 141 میں اللہ تبارک وتعالی نے پھلوں اور جانوروں میں اپنی تخلیق کی قدرت کو بیان فرمایا کہ اللہ پاک نے کچھ باغات ایسے پیدا فرمائے جو زمین پر پھیلے ہوئے ہیں جیسے خربوزہ، تربوز اور دیگر بیل بوٹے وغیرہ اور کچھ ایسے پیدا فرمائے جو زمین پر پھیلے ہوئے نہیں بلکہ تنے والے ہیں جیسے آم، امرود اور مالٹا وغیرہ کے باغات، اسی طرح کھجور اور کھیتی، انار اور زیتون کو پیدا فرمایا اور اس میں اللہ پاک کی عجیب قدرت ہے کہ ان پھلوں میں تاثیر اور ذائقے کے اعتبار سے تو فرق ہوتا ہے لیکن رنگ اور پتوں کے اعتبار سے بہت مشابہت ہوتی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق دو۔

یہاں فصلوں کا حق ادا کرنے کا حکم ہے، اس میں سب سے اول تو عشر یعنی پیداوار کا دسواں حصہ یا نصف عشر یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ داخل ہے اور اس کے علاوہ مساکین کو کچھ پھل وغیرہ دینا بھی پیداوار کے حقوق میں آتا ہے۔ اس آیت میں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ ہر پیداوار میں زکوٰۃ ہے، چاہے پیداوار کم ہو یا زیادہ، اس کے پھل سال تک رہیں یا نہ رہیں۔

آیت 151 سے 154 میں اللہ پاک کے عطا کردہ حقیقی حلت وحرمت کے متعدد احکام ہیں، تقریبا 9 چیزوں کو بیان فرمایا۔

اللہ کی عبادت، والدین کے ساتھ حسن سلوک، تنگی کے خوف سے اولاد کے قتل سے بچنا، برائی کے کاموں سے گریز کرنا اور ایسے افراد کو قتل کرنا کے جس کے قتل کرنے کا شریعت نے حکم نہیں دیا ہے، یتیم کے مال کو ناجائز استعمال کرنے سے بچنے کا حکم، ناپ تول میں کمی نہ کی جائے، قول اور فعل میں انصاف کے تقاضے پورے کرنا، اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کرنا اور صراط مستقیم کی پیروی کرنا کیوں کے یہی احکام شریعہ ہی دین اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ اور لب لباب ہیں اور باقی تمام شرعی حکام ان ہی پر منحصر ہے۔

سورت کے اختتام پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی ہی تمہارا رب ہے، وہ ہر چیز کا مالک ہے، اسی طرح تمام انسانوں کو واپس کر جانا ہے، وہی ہر انسان کے آخری انجام کا فیصلہ فرمائے گا۔

﴿سورہ اعراف﴾

یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اور ایک روایت کے مطابق پانچ آیتوں کے علاوہ یہ سورت مکیہ ہے۔ اس سورت میں 24 رکوع اور 206 آیتیں ہیں۔

* **وجہ:** اعراف کا معنی ہے بلند جگہ، اس سورت کی آیت نمبر 46 میں جنت اور دوزخ کے درمیان ایک جگہ اعراف کا ذکر ہے جو کہ بہت بلند ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ اعراف" رکھا گیا۔

اس سے پہلے والی سورت کا مرکزی مضمون توحید تھا، اور اس سورت کا مرکزی مضمون رسالت ہے، اس کے ساتھ ہی جنت اور جہنم اور قیامت کے موضوع کو بھی کافی بیان کیا گیا ہے۔

سورت کی ابتدا میں قرآن کریم کی حقانیت کو ایک انوکھے انداز میں بیان کیا گیا ہے، جس میں ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمت افزائی ہے تو دوسری طرف آپ کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ کتاب قرآن پاک آپ کی طرف اس لئے نازل کیا گیا تا کہ آپ اس کے ذریعے لوگوں کو اللہ پاک کے عذاب سے ڈرائیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں لوگوں کے سابقہ طرز عمل کی وجہ سے اور اس خیال سے کہ لوگ نہ مانیں گے اور اس پر اعتراض کریں گے اور اسے جھٹلانے لگیں گے اس کی تبلیغ فرمانے سے کوئی تنگی نہ آئے، آپ ان کفار کی مخالفت کی ذرہ بھر پروا نہ کریں کہ یہ لوگ اپنے انجام کو پہنچ کر رہیں گے کیوں کہ اس سے پہلے بھی ایسی قومیں گزری ہیں جنہیں وحی الٰہی کے انکار پر پلک جھپکتے میں نیست و نابود کر دیا گیا۔

آیت 11 سے 27 میں ہے کہ جب ابلیس نے اللہ پاک کے حکم پر حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو اللہ پاک نے اس سے فرمایا کہ تم کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا؟ تو اس نے اپنی سرکشی کا جواز عقلی دلیل سے پیش کیا، اس نے کہا کہ آدم علیہ السلام سے میں بہتر ہو کیوں کہ انہیں مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور میرا وجود آگ کا ہے اور لطیف ہونے کی بنا پر آگ مٹی سے افضل ہے، جبکہ یہ غلط ہے، اس کے تکبر کی وجہ سے اللہ پاک نے اسکو مقام عزت سے نکال دیا اور وہ رسوا ہوا، ابلیس نے اللہ پاک سے قیامت تک مہلت طلب

کی تو اللہ پاک نے مہلت عطا فرمادی، اس پر اس نے کہا کے میں صراط مستقیم پر گھات لگا کر بیٹھ جاؤں گا اور بنی آدم کو دائیں بائیں آگے پیچھے ہر جگہ سے گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا، اللہ پاک نے فرمایا کہ تمہارے پیروکار جہنم میں جائیں گے، اللہ پاک نے آدم علیہ السلام اور بی بی حوا رضی اللہ عنہا کو جنت میں داخل کیا، ان کو ایک خاص درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا، شیطان نے ان کو وسوسہ ڈالا اور مخلص اور خیر خواہ کا روپ اختیار کر کے کہا:

کہ آپ لوگوں کو قریب جانے سے محض اس لئے منع کیا گیا ہے کہ اس کے قریب اگر آپ لوگ فرشتے بن جائیں گے اور آپ لوگوں کو اپنی ابدی زندگی مل جائے گی، اس نے قسم کھانا شروع کر دی اور اپنی خیر خواہی کا یقین دلانا شروع کر دیا، حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں چونکہ اللہ پاک کے نام کی عظمت انتہا درجے کی تھی، اس لئے آپ علیہ السلام کو گمان بھی نہ تھا کہ اللہ پاک کی قسم کھا کر کوئی جھوٹ بھی بول سکتا ہے، نیز جنت قرب الٰہی کا مقام تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو بھی اُس مقام قرب میں رہنے کا اشتیاق تھا اور فرشتہ بننے یا دائمی بننے سے یہ مقام حاصل ہوسکتا ہے، لہٰذا آپ نے شیطان کی قسم کا اعتبار کر لیا اور ممانعت کو محض تنزیہی سمجھتے ہوئے یا خاص درخت کی ممانعت سمجھتے ہوئے اسی جنس کے دوسرے درخت سے کھالیا، پھر انھوں نے استغفار کیا، اللہ پاک نے ان پر خاص نظر رحمت فرمائی، پھر انھیں جنت سے زمین کی طرف اتارا گیا اور فرمایا گیا کہ ایک مقررہ مدت تک آپ کو یہاں رہنا ہے۔

آگے چل کر مقصد لباس کو بیان فرمایا کہ ہم نے بنی آدم پر لباس اس لئے اتارا کہ ان کی ستر پوشی ہو، وہ اپنے اعضاء کو ڈھانکے اور جو سامان زینت ہے وہ حاصل کریں اور سب سے بہتر لباس تقویٰ کا لباس ہے، آدم علیہ السلام کی اولاد کو شیطان کے شر سے بچنے کے لیے ایک انتہائی حکمت بھرے انداز میں خطاب فرمایا گیا کہ اے بنی آدم وہ شیطان جس نے تمہارے والدین کو جنت سے اتروانے کی سازش کی وہ تمہیں فتنے میں مبتلا کر کے جنت سے محروم نہ کر دے۔ لہذا شیطان کی دھوکے بازیوں سے بچو۔

اس کے بعد قیامت کے دن کی منظر کشی کرتے ہوئے اصحاب الجنہ ،اصحاب النار اور اصحاب اعراف کا تذکرہ ہے جس میں جنت والے جہنم والوں کا ویسے ہی مذاق اڑائیں گے جیسے وہ لوگ دنیا میں ان کی نیکی اور اصلاح وتقویٰ کا مذاق اڑایا کرتے تھے، ایسا منظر ہوگا کہ جنت والے انعامات اور عیش وعشرت کے مزے لے رہے ہونگے اور جہنم والے اذیت اور تکلیف میں مبتلا ہوں گے اور جنتیوں سے کھانے کے ایک نوالے اور پانی کے دوگھونٹ مانگ رہے ہوں گے، اعراف والے جنت اور جہنم والوں میں اپنے جاننے والوں کو پہچانیں گے ان سے گفتگو کریں گے، اہل جنت کے نظارے بہت خوبصورت ہوں گے جبکہ کہ اہل جہنم بدشکل اور سیاہ اور ذلت ورسوائی کے عالم میں ہوں گے۔

آیت 57 میں بتایا کہ اللہ کے حکم سے ہوا پانی سے بھرے ہوئے بادلوں کو چلا کر لے جاتی ہے اور بنجر زمین پر برسا کر اس پر اللہ کی نعمتیں پیدا کرتی ہے، پھر فرمایا کہ اچھی زمین کا سبزہ اللہ کے حکم سے نکلتا ہے اور خراب زمین باغ وبہار نہیں لے کر آتی ،مثالیں دے کر قرآن نے یہ بتایا کہ انسانوں کے دل ودماغ کی جو حالت ہے وہ زمین کی مانند ہے یعنی پاکیزہ دل اور دماغ میں ایمان قرار پاتا ہے اور اعمال کے ثمرات پیدا ہوتے ہیں اس کے لیے وہ پھل پیدا ہوتے ہیں جبکہ خبیث دل میں خیر کے پھل پیدا نہیں ہوتے۔

آیت 59 میں انبیاء کرام علیہم السلام کی قوموں کا ذکر ہے، نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے حالات بیان کئے گئے ہیں ان کی قوم کے سرداروں نے کہا کہ معاذ اللہ آپ تو کھلی گمراہی میں ہیں، نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو اللہ کا رسول ہوں میرا کام تمہاری خیرخواہی اور دعوت حق پہنچانا ہے۔

آیت 65 سے ہود علیہ السلام کا تذکرہ ہے، انہوں نے قوم عاد کو دعوت توحید دی، انھوں نے ہود علیہ السلام کو معاذ اللہ بے وقوف اور نہ سمجھ کہ کر انکار کر دیا، اللہ پاک نے ان پر آندھی اور طوفان کا عذاب بھیج کر انھیں ہلاک

کر دیا اور اپنے نبی علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو بچا لیا۔

پھر قوم ثمود کا تذکرہ کہ صالح علیہ السلام نے دعوت توحید اپنی قوم کو دی، انہوں نے انکار کیا اور بلا وجہ کے مطالبے شروع کر دیے، وہ لوگ پتھر کو تراش کر مکان بنانے میں بڑے ماہر تھے، تو کہنے لگے کہ پہاڑ سے اونٹنی پیدا کر کے دکھایئے جو نکلتے ہی بچہ بھی جنے، جب اللہ پاک نے اونٹنی پہاڑ سے ظاہر فرما دی تو انہوں نے اسے قتل کر دیا اور حد سے بڑھ گئے، اللہ پاک نے اس گستاخی پر انھیں ہلاک فرما دیا۔

پھر قوم لوط کا ذکر ہے، وہ اپنی جنسی خواہش کو غیر فطری طریقے سے پورا کرتے تھے معاذ اللہ، جس کو ہم جنس پرستی کہتے ہیں، اور جب اللہ کے نبی عذاب کا ڈر سناتے تو وہ اسے مذاق سمجھتے آخر کار اللہ پاک نے ان پر عذاب نازل کیا، آسمان سے پتھر برسائے گئے اور اس طرح ان کا نام و نشان مٹا دیا گیا کہ گویا تھے ہی نہیں، یہاں تک کہ لوط علیہ السلام کی وہ بیوی جو قوم لوط کی ہم خیال تھی، وہ بھی عذاب سے نہ بچ سکی، کیوں کہ وہ لوط علیہ السلام کو نقصان پہنچانے کے منصوبے بناتی اور لوط علیہ السلام کے خلاف باتیں کیا کرتی تھی، لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھ تقریباً 72 افراد محفوظ رہے۔

پھر مدین کا ذکر ہے جو شعیب علیہ السلام کی قوم ہے، انہیں توحید کی دعوت دی گئی اور تجارت میں جو بد دیانتی کرتے اسے منع کر کے ناپ تول پورا کرنے کی تلقین فرمائی اور انہیں یہ بھی حکم فرمایا گیا کہ راہ گیروں اور مسافروں کو ڈرانے دھمکانے سے باز رہیں، مگر وہ لوٹ مار کرتے اور شعیب علیہ الصلاۃ والسلام کی مخالفت پر اتر آئے، شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم تمہارے دو گروہ بن چکے ہیں، ایمان والے اور کفر والے، لہذا اب عذاب کا انتظار کرو، عنقریب ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ پاک فیصلہ فرما دے گا۔ انہی کے ذکر پر پارے کا اختتام ہوتا ہے۔

نواں پارہ {قال الملا}

آٹھویں پارے کے آخر میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا قصہ شروع ہوا اس کا باقی حصہ اس پارے کے شروع میض مذکور ہے کہ قوم کے سرداروں نے دھمکی دی کہ آپ اور آپ کے ساتھی اپنے خیالات سے تائب ہو کر ہمارے طریقے پر نہ لوٹے تو ہم آپ لوگوں کو در بدر کر دیں گے، اس پر اہل ایمان نے کہا کہ اللہ نے ہمیں کفر سے نجات دے کر ایمان سے سرفراز فرمایا ہے تو اب ہم کیسے گمراہی کی طرف جا سکتے ہیں؟ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے اور حق کو غالب کر دے، چنانچہ بڑی شدت کا زلزلہ آیا اور ان کی قوم کو بری طرح تباہ کر دیا گیا اور مومنوں کو عافیت کے ساتھ بچا لیا گیا، اس پر شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کے فرمان کو پورا کیا ان تک حق کو پہنچایا مگر انھوں نے تسلیم نہ کیا، اب میں کافر قوم پر کیسے غم کروں؟

آیت 103 سے 108 میں حضرت موسی علیہ السلام اور فرعون کا ذکر ہے۔ اس واقعے کو قرآن پاک میں مختلف مقامات پر مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے، یہاں بیان کیا گیا کہ اس سے پہلی آیات میں جن انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہوا ان کے بعد ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی صداقت پر دلالت کرنے والی نشانیوں جیسے روشن ہاتھ اور عصا وغیرہ معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان نشانیوں پر زیادتی کی کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو نشانیاں لے کر آئے تھے وہ بالکل صاف واضح اور ظاہر تھیں لیکن پھر بھی فرعون اور اس کے درباریوں نے اقرار کی بجائے انکار ہی کیا تو انہوں نے اقرار کی جگہ انکار اور ایمان کی جگہ کفر کو رکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نشانیوں کے ساتھ زیادتی کی تو اے حبیب! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نگاہِ بصیرت سے دیکھیں کہ فسادیوں کا کیسا انجام ہوا اور ہم نے انہیں کس طرح ہلاک کیا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی رسالت کی تبلیغ مکمل فرمائی تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اگر آپ کے پاس اپنی صداقت کی کوئی نشانی ہے تو میرے سامنے اسے ظاہر کریں تاکہ پتا چل جائے کہ آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں یا نہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا، وہ فوراً ایک ظاہر اژدہا بن گیا۔

پھر دوسرے معجزے کا ذکر ہے کہ آپ نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا اور اس کی روشنی اور چمک نورِ آفتاب پر غالب ہوگئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو اپنا ہاتھ دکھا کر پوچھا کہ:- یہ کیا ہے؟ فرعون نے جواب دیا:- آپ کا ہاتھ ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ جگمگانے لگا۔

فرعون نے ان معجزات کو جادو کہہ دیا، پھر مقابلے کے لئے ایک وقت طے ہوا، موسی علیہ السلام کا عصا اژدھا بن گیا، اس نے جادوگروں کی رسیوں کو جو نظر بندی کی وجہ سے سانپ لگ رہے تھے نگل لیا، جادوگر جو اپنے فن کے ماہر تھے وہ سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے، یہ معجزہ ہی ہے وہ سب مسلمان ہو کر سجدے میں گر گئے، فرعون نے دیکھا تو کہا کہ یہ سب جادوگروں کا استاد ہے، ان سب جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی چڑھا دیا گیا لیکن اب وہ ایمان لا چکے تھے اور موسی علیہ السلام کے صحابہ بن گئے اور شہید بھی ہوئے۔

آیت 130 میں فرعونیوں پر عذاب کے سلسلے کو بیان کیا گیا ہے، اللہ پاک نے ان پر جوں، خون، مینڈک، ٹڈیوں اور طوفان کا پے در پے عذاب بھیجا، جب بھی ان پر عذاب کی شکل ظاہر ہوتی تو یہ چھوٹے وعدے کر کے حضرت موسی علیہ السلام سے دعا کروا لیتے عذاب کے ختم ہوتے ہی پھر نافرمانی پر اتر آتے، جب بار بار فرعونیوں کو عذابوں سے نجات دی گئی اور وہ کسی عہد پر قائم نہ رہے اور ایمان نہ لائے

اور کفر نہ چھوڑا تو جو میعاد اُن کے لئے مقرر فرمائی گئی تھی وہ پوری ہونے کے بعد اُنہیں اللہ پاک نے دریائے نیل میں غرق کر کے ہلاک کر دیا۔

دسویں محرم کے دن فرعون اور اس کی قوم کو غرق کرنے کے بعد اللہ پاک نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو اپنے بتوں کے آگے جم کر بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کی عبادت کرتے تھے، یہاں سے بنی اسرائیل کے دل میں بچھڑا پوجنے کا شوق پیدا ہوا جس کا نتیجہ بعد میں گائے پرستی کی شکل میں نمودار ہوا۔ اُن کو دیکھ کر بنی اسرائیل نے موسی علیہ السلام سے کہا: اے موسیٰ! جس طرح ان کے لئے کئی معبود ہیں جن کی یہ عبادت اور تعظیم کرتے ہیں ہمارے لئے بھی ایسا ہی ایک معبود بنا دو تاکہ ہم بھی اس کی عبادت کریں اور تعظیم بجالائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے مطالبے کو رد کرتے ہوئے فرمایا: بیشک تم جاہل لوگ ہو کہ اتنی نشانیاں دیکھ کر بھی نہ سمجھے کہ اللہ پاک واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا تھا کہ جب اللہ پاک اُن کے دشمن فرعون کو ہلاک فرما دے گا تو وہ اُن کے پاس اللہ پاک کی جانب سے ایک کتاب لائیں گے جس میں حلال وحرام کا بیان ہوگا۔ جب اللہ پاک نے فرعون کو ہلاک کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک سے اُس کتاب کو نازل فرمانے کی درخواست کی، انہیں حکم ملا کہ تیس روزے رکھیں پھر مزید دس روزوں کا حکم ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہاڑ پر مناجات کے لئے جاتے وقت اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا ''تم میرے واپس آنے تک میری قوم میں میرے نائب بن کر رہو، حضرت ہارون علیہ السلام کو وہاں نائب بنا کر حضرت موسی علیہ السلام کوہ طور پر چالیس دن کے لیے تشریف لے گئے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام

کلام سننے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے طہارت کی اور پاکیزہ لباس پہنا اور روزہ رکھ کر طورِ سینا میں حاضر ہوئے۔ آپ کے لئے آسمان کھول دیا گیا تو آپ نے ملائکہ کو ملاحظہ فرمایا کہ ہوا میں کھڑے ہیں اور آپ نے عرشِ الٰہی کو صاف دیکھا یہاں تک کہ اَلواح پر قلموں کی آواز سنی اور اللہ پاک نے آپ سے کلام فرمایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلامِ ربانی کی لذت نے اس کے دیدار کا آرزومند بنایا۔ چنانچہ اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کی:

اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تیرا دیدار کرلوں یعنی صرف دل یا خیال کا دیدار نہیں مانگتا بلکہ آنکھ کا دیدار چاہتا ہوں کہ جیسے تو نے میرے کان سے حجاب اٹھا دیا تو میں نے تیرا کلامِ قدیم سن لیا ایسے ہی میری آنکھ سے پردہ ہٹا دے تاکہ تیرا جمال دیکھ لوں۔ اللہ پاک نے ان سے ارشاد فرمایا *تم دنیا میں میرا دیدار کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔*

یاد رہے دنیا میں صرف ایک ہستی کے لئے اللہ پاک کا دیدار جاگتے میں سر کی آنکھوں سے کرنا ممکن ہے اور وہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

آیت 172 میں ایک عہد کا ذکر ہے۔ اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کی نسل میں قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی روحوں کو جمع کیا اور فرمایا: *کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟* سب نے کہا *ہاں تو ہی ہمارا رب ہے*، اس عہد کی یاددھانی کے لئے اسے یہاں ذکر کیا تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں یاد نہیں تھا، یہ شرک ہمارے باپ دادا سے ہمیں ملا ہے، کیونکہ عالم ارواح میں ہر ایک نے اقرار کیا تھا۔

پھر بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر ہے کہ اللہ نے اسے علم اور کرامات سے نوازا تھا، بدقسمتی سے اس شخص پر شیطان غالب آیا، اپنی نفسانی خواہش اور مال و دولت کی حرص کی وجہ سے ایسی پستی میں گرا دیا گیا کہ کتے کی شکل ہو گیا۔ اس کا نام بلعم بن باعوراء تھا جو کہ ایک ولی تھا۔ لوح محفوظ کو دیکھ لیتا تھا۔

مستجاب الدعوات تھا لیکن لالچ نے اس کا ایمان برباد کردیا، بنی اسرائیل کے لوگ اس کے پاس حضرت موسی علیہ السلام کے لیے بددعا کروانے آئے، پہلے تو وہ منع کرتا رہا، پھر مال ودولت کی لالچ میں بددعا کرنے بیٹھا تو تو الفاظ اسکے اپنے لئے نکلنے لگے، یہ اللہ کی خفیہ تدبیر ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں ایسے نیک سیرت لوگ بھی ہیں جو حق کے ذریعے نصیحت کرتے ہیں اور ایسے بھی لوگ ہیں جو حق کو جھٹلاتے ہیں پھر انکی پکڑ بھی بہت شدید ہے، پھر حضرت آدم علیہ السلام سے ایک انسانی تخلیق کا تذکرہ ہے، زوجین کو ایک دوسرے سے راحت کا ذکر ہے، شرک کی مذمت کہ ایسے کمزوروں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں جو خود اپنی پیدائش کے محتاج ہیں۔ جن بتوں کو وہ اپنا معبود سمجھتے ہیں جو چلنے پھرنے اور دیکھنے سے محروم ہیں۔

جو اللہ کی راہ کی طرف بلانے والا تھا، اس کو اچھے اخلاق کی تلقین اور عفو درگزر کرنے، شیطان کی اتباع چھوڑ کر اللہ کی اطاعت کو اختیار کرنے کا ذکر ہے،
پھر اگلی آیات میں حکم ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو خاموشی سے سننا ضروری ہے، اور صبح وشام اللہ کو یاد کرو آخری آیت میں فرمایا ہے کہ جو اللہ کے مقرب بندے ہوتے ہیں وہ عاجزی کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتے ہیں، تسبیح وتہلیل کرتے ہوئے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

﴿سورہ انفال﴾

صحیح قول کے مطابق یہ سورت مدنی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت ان سات آیتوں کے علاوہ مدنی ہے جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔

اس سورت میں 10 رکوع اور 75 آیتیں ہیں۔

وجہ: اَنفال نَفل کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے غنیمت کا مال، اس سورت کی پہلی آیت میں اَنفال یعنی مالِ غنیمت کے احکام کے بارے میں مسلمانوں کے سوال اور انہیں دیئے جانے والے جواب کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ اَنفال'' رکھا گیا۔

پہلی آیت میں فرمایا گیا کہ آپ سے مال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں تو آپ فرما دیجئے کے مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ پھر کامل ایمان والوں کی صفات اور ظاہری و باطنی کیفیت کا ذکر ہے کہ مومن صرف اللہ کا ذکر سن کر لرز اٹھتے ہیں اور آیت قرآنی سن کر ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے ان کا ایمان اللہ پر ہوتا ہے اخلاص کے ساتھ نمازیں قائم کرتے ہیں اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔
ایسے مومنوں کے لئے بلند درجات والے رزق کی بشارت ہے۔

اگلی آیتوں میں بدر کے مجاہدین کا اور اللہ پاک کی ان لئے بھیجی گئی غیبی مدد کا ذکر ہے۔
میدان بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مٹی میں ریت لے کر کافروں کی جانب پھینکی تھی اور فرمایا تھا کہ آج یہ رسوا ہو جائیں گے، اسی کا تذکرہ ہے کہ اللہ کی شان یہ ریت ان کی آنکھوں میں جا پڑی اللہ نے فرمایا کہ یہ آپ نے نہیں کی حقیقت میں آپ کے رب نے پھینکی، اللہ نے بدر کو فیصلہ کن معرکہ فرمایا اور مسلمانوں سے فرمایا کہ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے بلانے پر فوراً حاضر ہو جاؤ، اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیانت نہ کرو اور اپنے امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو ان آیتوں میں اللہ نے پانچ دفعہ **"اے ایمان والوں"** کے ایمان افروز لقب سے مخاطب فرمایا۔
آخر میں فرمایا کہ اے مسلمانوں ان مشرکین مکہ سے اس وقت تک جنگ کرتے رہو جب تک کے دین اسلام کا نظام غالب نہ آجائے اور فتنہ ختم نہ ہو جائے مشرکین کو پھر دعوت اسلام دی گئی اور بشارت سنائی گئی کہ اہل حق کا حامی و ناصر اللہ ہے اور کیا ہی خوب حامی و ناصر ہے۔

دسواں پارہ { وعلموا }

اس پارے کے شروع میں مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں تفصیل بیان کی گئی ہے۔
وہ مال جسے مسلمان کفار سے جنگ میں قہر وغلبہ کے طور پر حاصل کریں اسے غنیمت کہتے ہیں اور جنگ کے بغیر جو مال کفار سے حاصل کیا جائے جیسے خَراج اور جزیہ اس کو فَئے کہتے ہیں۔
مال غنیمت میں سے خُمُس یعنی پانچواں خاص اللہ پاک اور اس کے رسول ﷺ کیلئے ہے، پانچواں حصہ نکال کر باقی چار حصے مجاہدین پر تقسیم کر دیئے جائیں گے اور مالِ فَئے مکمل طور پر بیتُ المال میں رکھا جائے گا۔

رسول کریم ﷺ کے بعد اب حضور اقدس ﷺ اور آپ کے اہلِ قرابت کے حصے ساقط ہو گئے۔ اب مالِ غنیمت کا جو پانچواں حصہ نکالا جائے تو اس کے تین حصے کئے جائیں گے۔ ایک حصہ یتیموں کے لئے، ایک مسکینوں اور ایک مسافروں کے لئے اور اگر یہ تینوں حصے ایک ہی قسم مثلاً یتیموں یا مسکینوں پر خرچ کر دیئے جب بھی جائز ہے اور مجاہدین کو حاجت ہو تو ان پر خرچ کرنا بھی جائز ہے۔

خُمُس کے علاوہ باقی چار حصے مجاہدین پر اس طرح تقسیم کئے جائیں گے کہ سوار کو پیدل کے مقابلے میں دگنا ملے گا یعنی ایک اس کا حصہ اور ایک گھوڑے کا اور گھوڑا عربی ہو یا کسی اور قسم کا سب کا ایک حکم ہے۔

اسکے بعد غزوہ بدر کو بڑے پیارے انداز میں بیان کیا گیا ہے اور اسکی منظر کشی اس انداز میں فرمائی گئی ہے جیسے سننے والے اپنی آنکھوں سے اس کا حال دیکھ رہے ہیں، پارے کے شروع میں اللہ پاک نے بدر کے اس واقعہ کو ذکر فرمایا ہے جب مسلمان بدر کے مقام پر پہنچے تو میدان بدر کے اس حصے میں پڑاؤ

کیا جو مدینے پاک سے قریب تھا اور کفار دور والے کنارے پر تھے، اس جنگ میں کیفیت یہ تھی کہ کفار کے حصے میں پانی تھا اور زمین بھی زیادہ بہتر تھی، جبکہ مسلمانوں نے اپنا پڑاؤ کیا تو زمین پر تھیلی تھی اور اس میں چلنے پھرنے میں بھی دشواری تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کے وہاں پر پانی کی بھی بہت قلت تھی، ان مشکلات کے باوجود اللہ پاک نے مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمایا، اللہ پاک ان کے لئے بارش نازل فرمائی تو مسلمانوں کے لیے چلنا آسان ہو گیا اور مسلمانوں نے بارش سے اپنے کنویں بھر لئے، برتنوں میں پانی جمع کر لیا۔ غزوہ بدر کے حوالے سے جو حقائق ذکر کیے گئے ہیں ان میں سے جو خاص خاص ہیں وہ یہ ہیں کہ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو کفار نے مسلمانوں کی تعداد بہت کم سمجھی اور ایسا ہی مسلمانوں کو بھی دکھایا گیا، اور ایسا اس لئے ہوا کہ اللہ پاک نے اس جنگ کا ھونا مقرر فرما دیا تھا۔ پھر اللہ پاک نے جنگ کے آداب تعلیم فرمائے۔

میدان جنگ میں ثابت قدم رہنا

لڑائی کے دوران اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرنا۔

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا

آپس میں بے اتفاقی نہ کرنا اور

صبر سے کام لینا

اسکے بعد قوموں کے عروج وزوال کا ایک ضابطہ بیان فرمایا گیا کہ اللہ پاک کسی قوم کو اس وقت تک زوال پزیر نہیں فرماتا جب تک وہ اپنی عملی زندگی میں خود پستی کا شکار نہ ہو جائے، اللہ پاک نے اس سورت میں اس واقعہ کو بھی بیان فرمایا کہ شیطان لعین بدر کے موقع پر انسانی شکل میں موجود تھا اور پھر کافروں کو لڑائی کیلئے اکسا رہا تھا، سراقہ بن مالک کے روپ میں موجود شیطان کافروں کو یقین دلا رہا تھا کہ مسلمانوں کا

کافروں پرغلبہ پانا آسان کام نہیں ہے اور مسلمان کافروں پر غلبہ نہیں پا سکتے، جب اللہ پاک نے جبرائیل علیہ السلام کی سرپرستی میں فرشتوں کی جماعتوں کو اتارا تو شیطان جو کچھ دیر پہلے کافروں کو مشورے دے رہا تھا، وہ میدان بدر سے فرار ہو گیا، کافروں نے اس سے پوچھا کہ تم تو ہمیں فتح کی نوید سنا رہے تھے، اب کہاں بھاگے جا رہے ہو؟ اس پر شیطان نے جواب دیا میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، مجھے اللہ کا خوف ہے اور اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

پھر آیت نمبر 50 میں بتایا گیا کہ فرشتے کافروں کی جان نکالتے ہیں، چہروں اور پیٹھوں پر ضربیں لگاتے ہیں اور ڈانٹتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ بدلہ ہے تمھارے جرموں کا۔

آیت نمبر 72 سے واضح کیا گیا کہ اہل ایمان کی دوستی اور محبت صرف ان اہل ایمان سے ہونی چاہیے جو دین کی خاطر مال اور جان کی قربانیاں دینے والے ہوتے ہیں، اسکے مقابلے میں کافر کا دوست کافر ہی ہوسکتا ہے، مسلمان کافر کا دوست نہیں ہوسکتا، اگر دوستی کا یہ معیار اختیار کر لیا جائے تو معاشرے سے فتنے فساد ختم ہو جائیں گے۔

سورت کے آخر میں ان لوگوں کو رفیق قرار دیا گیا جو اللہ کی رضا کے لئے ہجرت اور جھاد کرتے ہیں اور دین کی خاطر قربانی دینے والوں کی ہر طرح مدد کرتے ہیں، اس سورت کی ابتداء میں جھاد اور غنیمت کا تذکرہ تھا اور اختتام نصرت اور ہجرت کے مضمون پر ہو رہا ہے، گویا یہ سورت شروع سے آخر تک جھاد ہی کے بیان کا احاطہ کرتی نظر آ رہی ہے۔

سورہ توبہ

سورۂ توبہ مدنیہ ہے مگر اس کی آخری آیات "لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ" سے آخر تک، ان کو بعض علماء مکی کہتے ہیں۔ اس سورت میں 16 رکوع اور 129 آیتیں ہیں۔

* **وجہ:** اس سورت کے دس سے زیادہ نام ہیں، ان میں سے یہ دو نام مشہور ہیں

(1) **توبہ:** اس سورت میں کثرت سے توبہ کا ذکر کیا گیا اس لئے اسے "سورۂ توبہ" کہتے ہیں۔

(2) **براءت:** یہاں اس کا معنی بری الذمہ ہونا ہے، اور اس کی پہلی آیت میں کفار سے براءت کا اعلان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اسے "سورۂ براءت" کہتے ہیں۔

اس سورت کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہ نہیں لکھی گئی، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس سورت کے ساتھ بِسْمِ اللّٰہ لے کر نازل ہی نہیں ہوئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بِسْمِ اللّٰہ لکھنے کا حکم نہیں فرمایا

شروع کی آیات میں مشرکین عرب کے لئے اعلان کیا گیا ہے کہ ان تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کا پیغام پہنچا دیا ہے اور حجت قائم فرما دی ہے، یہ سورت غزوہ تبوک کے بعد واپسی پر نازل ہوئی، جہاد اور زکوۃ کے حوالے سے منافقین کی بد باطنی کی نشاندہی کی گئی ہے اور انہوں نے جو اسلام کا لبادہ اوڑھا ہوا تھا اس کی حقیقت کو ظاہر کیا گیا۔

آیت نمبر 24 میں اللہ پاک نے 8 دنیاوی محبتوں اور 3 دینی محبتوں کو بیان فرمایا، اسکے بعد دعوت دی کہ اپنے باطن میں ترازو قائم کرو ایک پلڑے میں دنیاوی محبتیں اور دوسرے میں دینی محبتیں رکھو، اگر دینی محبتوں والا پلڑا ہلکا رہے اور دنیاوی محبتوں والا پلڑا وزنی ہو جائے تو پھر موت کا انتظار کرو۔

اللہ پاک نے فرمایا:

قُلۡ اِنۡ کَانَ اٰبَآؤُکُمۡ وَ اَبۡنَآؤُکُمۡ وَ اِخۡوَانُکُمۡ وَ اَزۡوَاجُکُمۡ وَ عَشِیۡرَتُکُمۡ وَ اَمۡوَالُ ۨ اقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَ تِجَارَۃٌ تَخۡشَوۡنَ کَسَادَهَا وَ مَسٰکِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیۡکُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیۡ سَبِیۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ (۲۴)

تم فرماؤ: اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اسکے بعد غزوہ حنین کی تفصیلات بیان ہوئی ہیں۔

فتحِ مکہ کے بعد عام طور سے تمام عرب کے لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے کیونکہ ان میں اکثر وہ لوگ تھے جو اسلام کی حقانیت کا پورا پورا یقین رکھنے کے باوجود قریش کے ڈر سے مسلمان ہونے میں تَوَقُّف کر رہے تھے اور فتحِ مکہ کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر چونکہ عرب کے دلوں میں کعبہ کا بے حد احترام تھا اور ان کا اعتقاد تھا کہ کعبہ پر کسی باطل پرست کا قبضہ نہیں ہو سکتا، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مکہ کو فتح کر لیا تو عرب کے بچے بچے کو اسلام کی حقانیت کا پورا پورا یقین ہو گیا اور وہ سب کے سب جوق در جوق بلکہ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ باقی ماندہ عرب کی بھی ہمت نہ رہی کہ اب اسلام کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھا سکیں۔ لیکن مقامِ حُنَین میں ''ہوازن'' اور ''ثقیف'' نام کے دو قبیلے آباد تھے جو بہت ہی جنگجو اور فُنونِ جنگ سے واقف تھے۔ ان لوگوں پر فتحِ مکہ کا اُلٹا اثر پڑا اور ان لوگوں پر خواہ مخواہ کی جاہلیت کی غیرت سوار ہو گئی اور ان لوگوں نے یہ خیال قائم کر لیا کہ فتحِ مکہ کے بعد ہماری باری ہے اس لئے ان لوگوں نے یہ طے کر لیا کہ

مسلمانوں پر جو اس وقت مکہ میں جمع ہیں ایک زبردست حملہ کر دیا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کو تحقیقات کے لئے بھیجا۔ جب انہوں نے وہاں سے واپس آ کر ان قبائل کی جنگی تیاریوں کا حال بیان کیا اور بتایا کہ قبیلہ ہوازن اور ثقیف نے اپنے تمام قبائل کو جمع کر لیا ہے اور قبیلہ ہوازن کا رئیسِ اعظم مالک بن عوف ان تمام اَفواج کا سپہ سالار ہے اور وہ سو برس سے زائد عمر کا بوڑھا ہے۔ ''درید بن الصمہ'' جو عرب کا مشہور شاعر اور مانا ہوا بہادر تھا بطور مشیر کے میدانِ جنگ میں لایا گیا ہے اور یہ لوگ اپنی عورتوں بچوں بلکہ جانوروں تک کو میدانِ جنگ میں لائے ہیں تاکہ کوئی سپاہی میدان سے بھاگنے کا خیال بھی نہ کر سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی شوال 8ھ میں بارہ ہزار کا لشکر جمع فرمایا۔ دس ہزار تو مہاجرین و انصار وغیرہ کا وہ لشکر تھا جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آیا تھا اور دو ہزار نو مسلم تھے جو فتحِ مکہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لشکر کو ساتھ لے کر اس شان و شوکت کے ساتھ حنین کا رُخ کیا کہ اسلامی افواج کی کثرت اور اس کے جاہ و جلال کو دیکھ کر بے اختیار بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کی زبان سے یہ لفظ نکل گیا کہ ''آج بھلا ہم پر کون غالب آ سکتا ہے۔ لیکن اللہ پاک کو ان حضرات کا اپنی فوجوں کی کثرت پر ناز کرنا پسند نہیں آیا۔ چنانچہ اس فخر و نازِش کا یہ انجام ہوا کہ پہلے ہی حملہ میں قبیلہ ہوازن و ثقیف کے تیراندازوں نے جو تیروں کی بارش کی اور ہزاروں کی تعداد میں تلواریں لے کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تو وہ دو ہزار نو مسلم اور کفارِ مکہ جو لشکرِ اسلام میں شامل ہو کر مکہ سے آئے تھے ایک دم سر پر پیر رکھ کر بھاگ نکلے۔ ان لوگوں کی بھگدڑ دیکھ کر انصار و مہاجرین کے بھی پاؤں اکھڑ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو گنتی کے چند جاں نثاروں کے سوا سب فرار ہو چکے تھے۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ بارہ ہزار کا لشکر فرار ہو چکا تھا مگر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے اِستقامت میں بال برابر بھی لغزش نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکیلے ایک لشکر بلکہ ایک عالَمِ کائنات کا مجموعہ بنے ہوئے نہ صرف پہاڑ کی طرح ڈٹے رہے بلکہ اپنے سفید خچر پر سوار برابر آگے ہی بڑھتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زَبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے کہ میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے: میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے لشکر کو پکارا "یَامَعْشَرَ الْاَنْصَار" اور پھر یَاالْمُهَاجِرِیْنَ"
کا نعرہ مارا تو ایک دم تمام فوجیں پلٹ پڑیں اور لوگ اس قدر تیزی کے ساتھ دوڑ پڑے کہ جن لوگوں کے
گھوڑے اِژْ دِحام کی وجہ سے نہ مڑ سکے انہوں نے ہلکا ہونے کے لئے اپنی زرہیں پھینک دیں اور
گھوڑوں سے کود کود کر دوڑے اور کفار کے لشکر پر جھپٹ پڑے اور اس طرح جانبازی کے ساتھ لڑنے
لگے کہ دم زَدَن میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ کفار بھاگ نکلے، کچھ قتل ہو گئے اور جو رہ گئے گرفتار ہو گئے۔
قبیلہ ثقیف کی فوجیں بڑی بہادری کے ساتھ جم کر مسلمانوں سے لڑتی رہیں یہاں تک کہ ان کے ستر بہادر
کٹ گئے، لیکن جب ان کا علمبردار عثمان بن عبداللہ قتل ہو گیا تو ان کے پاؤں بھی اُکھڑ گئے۔ اور فتحِ
مُبین نے حضور ﷺ کے قدموں کا بوسہ لیا اور کثیر تعداد و مقدار میں مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔

پھر اللہ پاک نے آیت نمبر 28 میں ذکر فرمایا کہ مشرک بالکل ناپاک ہیں یعنی ان کو باطن کے اعتبار سے
ناپاک قرار دیا ہے کہ وہ کفر و شرک کی نجاست سے آلودہ ہیں۔ حکم دیا گیا کہ اِس سال یعنی سَن 9 ہجری
کے بعد وہ مسجدِ حرام کے قریب نہ آنے پائیں نہ حج کے لئے نہ عمرہ کے لئے۔ یہاں اصلِ حکم مسجدِ حرام
شریف میں آنے سے روکنے کا ہے اور بقیہ دنیا بھر کی مساجد میں آنے کے متعلق بھی حکم یہ ہے کہ کفار
مسجدوں میں نہیں آ سکتے۔ خصوصاً کفار کو عزت و احترام اور استقبال کے ساتھ مسجد میں لانا شدید حرام
ہے۔

اسکے بعد اس مال و دولت اور سونے چاندی کی مذمت بیان فرمائی گئی جس کے حقوق ادا نہ کیے جائیں،
زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو وعید سنائی گئی اور اس دردناک کیفیت کو بیان فرمایا گیا کہ قیامت کے دن اسے
جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا یہاں تک کہ شدتِ حرارت سے سفید ہو جائے گا پھر اس کے ساتھ
زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا اور ان سے کہا
جائے گا یہ وہ مال ہے جو

تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا تو دنیا میں اپنا مال جمع کر کے رکھنے اور حق داروں کو ان کا حق ادا نہ کرنے کے عذاب کا مزہ چکھو

آیت نمبر 40 میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان بیان فرمائی گئی کہ ہجرت میں انھیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص رفاقت نصیب ہوئی، اور بارگاہ رسالت سے بے خوف رہنے اور اللہ پاک کی معیت کا مژدہ عطا کیا گیا۔

آیت نمبر 79 میں مسلمانوں کا ایک شعار اور منافقین کا ایک شعار بتایا گیا کہ نادار مومنین اپنی محنت کی کمائی سے اپنا مال صدقہ کرتے ہیں تو منافق ان پر طعن کرتے ہیں، مذاق اڑاتے ہیں، فرمایا گیا کہ اللہ ان کو ان کے مذاق کی سزا ضرور دیگا۔

آخر میں صحابہ کرام علیھم الرضوان کا جذبۂ جہاد بیان کیا گیا کہ انہوں نے اللہ پاک کی رضا کی طلب میں اور اس کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے کے لئے اپنے مال اور اپنی جانیں دونوں خرچ کر دیں۔ جہاد کے لئے جانے کے لئے باطل عذر والوں کا ذکر فرمانے کے بعد سچے عذر والوں کے متعلق فرمایا کہ ان پر سے جہاد کی فرضیت ساقط ہے۔ یہ کون لوگ ہیں؟ ان کے چند طبقے بیان فرمائے

پہلا طبقہ: ضعیف جیسے کہ بوڑھے، بچے، عورتیں اور وہ شخص بھی انہیں میں داخل ہے جو پیدائشی کمزور ضعیف ونحیف ہو۔

دوسرا طبقہ: بیمار، اس میں اندھے، لنگڑے، اپاہج بھی داخل ہیں۔

تیسرا طبقہ: وہ لوگ جنہیں خرچ کرنے کی قدرت نہ ہو اور سامانِ جہاد نہ کر سکیں یہ لوگ رہ جائیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔

گیارہواں پارہ {یعتذرون}

پارے کے شروع میں ان منافقین کی مذمت بیان فرمائی گئی جنھوں نے اسباب ہونے کے باوجود جہاد میں شرکت نہیں کی اور بہانے بناتے رہے، اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان منافقین کا حال بیان فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنھم جب غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ منورہ پہنچیں گے تو غزوہ سے رہ جانے والے منافقین جھوٹے بہانے بنا کر اور باطل عذر پیش کر کے آپ سب کو راضی کرنے کی کوشش کریں گے۔ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ ان سے فرما دینا کہ بہانے مت بناؤ، جو عذر تم پیش کر رہے ہو ہم اس کی ہرگز تصدیق نہیں کریں گے، تم نے جو کچھ کیا اللہ پاک نے ہمیں اس کی خبریں دیدی ہیں اور اب اللہ پاک اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے کام دیکھیں گے کہ تم نفاق سے توبہ کرتے ہو یا اس پر قائم رہتے ہو۔

دراصل منافقین کے ذہنوں میں یہ غلط فہمی تھی کہ مسلمان غزوہ تبوک میں شکست سے دوچار ہونگے، اسی لئے انھوں نے شرکت نہیں کی، اللہ پاک نے محض اپنے فضل وکرم سے ایمان والوں کی مدد فرمائی اور انہیں کامیابی عطا فرمائی۔

آیت نمبر 98 میں عرب کے دیہاتی لوگوں کے دو طبقوں کا بیان ہوا ہے،

کچھ دیہاتی ایسے ہیں کہ اللہ پاک کی راہ میں جو خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں کیونکہ وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں رضائے الٰہی اور طلبِ ثواب کے لئے تو کرتے نہیں بلکہ ریاکاری کے طور پر اور مسلمانوں کے خوف سے خرچ کرتے ہیں اور وہ مسلمانوں پر گردشیں آنے کے انتظار میں رہتے ہیں اور یہ راہ دیکھتے ہیں کہ کب مسلمانوں کا زور کم ہو اور کب وہ مغلوب ہوں، انہیں خبر نہیں کہ اللہ پاک

کو کیا منظور ہے، وہ اللہ پاک نے بتا دیا کہ بری گردش انہی پر ہے اور وہی رنج و بلا اور بدحالی میں گرفتار ہوں گے۔

دیہات میں رہنے والے بعض حضرات ایسے ہیں کہ وہ اللہ پاک کی راہ میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ پاک کے ہاں نزدیکیوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں صدقہ پیش کریں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کیلئے خیر و برکت و مغفرت کی دعا فرمائیں گے۔

آیت نمبر 100 میں ان مہاجر و انصار صحابہ کرام علیھم الرضوان کی تعریف بیان کی گی ہے جنھوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی اور مال و جان سے اس دینِ حق کا بھرپور ساتھ دیا۔

اگلی آیت میں ان دو گروہوں کا ذکر ہے جو غزوہ تبوک میں بغیر کسی شرعی عذر کے شرکت سے محروم رہے، لیکن انکو اپنی اس محرومی پر شدید ندامت تھی، ان میں سے ایک گروہ نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واپسی سے پہلے ہی خود کو سزا دے دی اور مسجدِ نبوی کے ستونوں سے خود کو باندھ لیا، آیت مبارکہ میں انھیں بشارت دی گئی کہ اللہ پاک نے ان کے گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔

آیت نمبر 107 میں مسجدِ ضرار کا تذکرہ ہے۔ قبا شریف کے مخلص مسلمانوں نے مسجد قبا بنا کر اللہ کی عبادت اور اعمال خیر کی بنیاد ڈالی، تو منافقوں نے ان کے مقابلے میں فتنہ اور فساد کے لئے مرکز بنا کر اسکو مسجد کا نام دے دیا، اور انھیں خفیہ طور پر کافروں کی سرپرستی حاصل تھی، یہ لوگ جنھوں نے مسجدِ ضرار بنائی تھی وہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا کر اس کا افتتاح کروانا چاہتے تھے تا کہ مسلمانوں کی نظر میں وہ مسجد مقدّس ہو جائے اور اس کے پسِ پشت یہ اس مسجد کے ذریعے مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کی سازشیں

کرتے رہیں، لیکن اللہ پاک نے پیارے محبوب ﷺ کو وہاں تشریف لے جانے سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ یہ مسجد مسلمانوں کو ضرر پہنچانے، کفر پھیلانے، اہل ایمان کے درمیان جھگڑا اور فساد کرنے اور اللہ پاک اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنے والوں کی باطل منصوبہ بندی اور سازشوں کا مرکز ہے، لہٰذا پیارے آقا ﷺ نے بعض صحابہ کو بھیجا اور اس مسجد کو آگ لگا کر جلانے کا حکم ارشاد فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات بظاہر نیک کام اگر منفی مقاصد کے لئے کیا جائے تو اللہ پاک کے ہاں اسکو قبولیت حاصل نہیں ہوسکتی، اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے مسجدِ قُبا اور اس میں جمع ہونے والے مخلصین کی تعریف فرمائی اور ان کے ظاہری اور باطنی طہارت کے جذبہ کو بیان فرمایا اور فرمایا کہ مسجدِ قُبا کی بنیاد پہلے دن سے اخلاص پر رکھی گئی ہے، اللہ پاک کی عبادت، حمد اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے بنائی گئی ہے۔

اگلی آیت میں بتایا گیا کہ کلمہ پڑھ کر بندہ مومن اللہ سے ایک طرح کا وعدہ کرتا ہے، اور اس وعدہ کی رو سے وہ اپنا مال، جان اللہ کے حوالے کر دیتا ہے اور اللہ پاک اس کے بدلے میں اسے جنت عطا فرمائے گا۔ اب اگر مومن مال و جان اللہ کی مرضی کے خلاف استعمال کرے گا تو یہ امانت میں خیانت ہے۔

آیت نمبر 118 میں ان تین مخلص مومنوں کا ذکر ہے جو غزوہ تبوک میں بغیر کسی عذر کے پیچھے رہ گئے تھے، ان کے نام ہیں۔

کعب بن مالک

ہلال بن امیّہ

مرارہ بن ربیع (رضی اللہ عنھم)

رسول کریم ﷺ نے غزوۂ تبوک سے واپس ہو کر ان سے جہاد میں حاضر نہ ہونے کی وجہ دریافت فرمائی اور فرمایا: ٹھہرو، جب تک اللہ پاک تمہارے لئے کوئی فیصلہ فرمائے اور مسلمانوں کو اُن لوگوں سے

ملنے جلنے کلام کرنے سے ممانعت فرمادی حتّٰی کہ اُن کے رشتہ داروں اور دوستوں نے ان سے کلام ترک کردیا، یہاں تک کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُن کو کوئی پہچانتا ہی نہیں اور اُن کی کسی سے شناسائی ہی نہیں۔اس حال پر انہیں پچاس روز گزرے یہاں تک کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور انہیں کوئی ایسی جگہ نہ مل سکی جہاں ایک لمحہ کے لئے انہیں قرار ہوتا، ہر وقت پریشانی اور رنج وغم بے چینی واِضطراب میں مُبتلا تھے اور وہ رنج وغم کی شدت کی وجہ سے اپنی جانوں سے تنگ آ گئے، نہ کوئی اَنیس ہے جس سے بات کریں، نہ کوئی غم خوار جسے حالِ دل سنائیں، وحشت وتنہائی ہے اور شب وروز کی گریہ وزاری۔انہوں نے یقین کرلیا کہ اللہ پاک کی ناراضی سے بچنے کیلئے اس کے سوا کوئی پناہ نہیں تو اللہ پاک نے ان پر رحم فرمایا اور ان کی توبہ قبول فرمالی تاکہ آئندہ توبہ کرنے والے ہی رہیں۔

اس کے بعد ایمان والوں کو اللہ سے ڈرنے اور سچے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔
اس کے بعد مسلمانوں کی ایک جماعت کو علم دین کے حصول کے لئے گھروں سے نکلنے کی ترغیب ارشاد فرمائی گئی اور طریقہ ارشاد فرمایا کہ علم حاصل کرنے کے لئے سب مسلمانوں کا اپنے وطن سے نکل جانا درست نہیں کہ اس طرح شدید حَرَج ہوگا تو جب سارے نہیں جاسکتے تو ہر بڑی جماعت سے ایک چھوٹی جماعت جس کا نکلنا انہیں کافی ہو کیوں نہیں نکل جاتی تاکہ وہ دین میں فقاہت حاصل کریں اور اس کے حصول میں مشقتیں جھیلیں اور اس سے ان کا مقصود واپس آکر اپنی قوم کو وعظ ونصیحت کرنا ہوتا کہ ان کی قوم کے لوگ اس چیز سے بچیں جس سے بچنا انہیں ضروری ہے۔

آخر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت شریف بیان فرمائی گئی کہ اے اہلِ عرب! بیشک تمہارے پاس تم میں سے عظیم رسول، محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے جو کہ عربی، قرشی ہیں۔جن کے حسب ونسب کو تم خوب پہچانتے ہو کہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں اور تم اُن کے صدق وامانت، زہد وتقویٰ، طہارت

وتَقَدُّس اور اَخلاقِ حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو، یہ وہ ہیں کہ تمہارے تکلیف اور آزمائش میں پڑنا ان کو رنجیدہ کر دیتا ہے، اور یہ وہ ذات ہیں جو مومنوں پر بہت زیادہ مہربان ہیں۔

﴿سورہ یونس﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''سورۂ یونس مکیہ ہے، البتہ اس کی تین آیتیں ''فَاِنۡ كُنۡتَ فِیۡ شَكٍّ'' سے لے کر ''لَا یُؤۡمِنُوۡنَ'' تک مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورت میں 11 رکوع اور 109 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اس سورت کی آیت نمبر 98 میں اللہ پاک کے نبی حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب انہیں حضرت یونس علیہ السلام نے عذاب کی وعید سنائی اور خود وہاں سے تشریف لے گئے تو ان کے جانے کے بعد عذاب کے آثار دیکھ کر وہ لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے سچے دل سے توبہ کی تو ان سے عذاب اٹھا لیا گیا۔ اس واقعے کی مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ یونس'' رکھا گیا۔

سورت کا آغاز حروف مقطعات سے ہوتا ہے، آگے چل کر قرآن کریم کے حکیمانہ کلام ہونے کو بیان کیا گیا اور منکرین قرآن کی باطل ذہنیت کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ خاتمُ المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوّت اور رسالت سے کسی کو تعجّب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کوئی نئی بات نہیں ہے، بلکہ ہر اُمّت میں نبی علیہ السلام تشریف لاتے رہے۔ اس کے بعد اللہ پاک نے دلائلِ قدرت اور نظامِ کائنات پر غور و فکر کرنے کی دعوت عطا فرمائی ہے کہ لوگ نظام کائنات کو دیکھیں کہ بغیر ستون کے آسمان ہمارے اوپر موجود ہے اور زمین کو چلنے کے لئے ہموار کر دیا ہے، اس کی طرف غور و فکر کرو۔

اگلی آیتوں میں بتایا گیا کہ جس طرح لوگ خیر کے لئے جلدی مچاتے ہیں ایسے ہی اگر شر کو بھی اللہ پاک جلدی نازل فرمادے تو دنیا کا سارا نظام درھم برھم ہو جائے۔

آیت نمبر 22 سے اللہ پاک نے اپنی عطا کردہ نعمتوں کا ذکر فرمایا، ان نعمتوں میں دریاؤں کے اندر کشتیوں کا چلنا، بارش سے انسانوں اور جانوروں کی خوراک کے لئے پودوں اور سبزوں کا اُگنا ہے، لیکن انسان کی فطرت یہ ہے کہ طوفان جب آتا ہے تو اُس وقت آخری سہارے کے طور پر اللہ پاک کو پکارتا ہے۔ لیکن جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو اللہ کی نافرمانی شروع کر دیتا ہے۔

اس کے بعد دنیا کی زندگی کو ایک کھیتی کی مثال سے واضح کیا ہے کہ جس طرح آسمان سے بارش برستی ہے، کھیتی اُگتی ہے اور اپنی انتہا کو پہنچتی ہے، لیکن اچانک کوئی آفت نازل ہوتی ہے، وہ اسے رات یا دن میں اُجاڑ کر رکھ دیتی ہے۔ اس طرح انسان کی زندگی بھی ابتداء کے بعد جوانی کے عروج تک پہنچتی ہے لیکن اچانک کسی طبعی موت سے اسکا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ تو کھیتی کا معاملہ تو پھر بھی آسان ہے کہ اسکا کوئی حساب نہیں ہے، لیکن اے انسان تجھ کو موت کے بعد پھر اُٹھایا جائے گا اور تیرے کیے کا تجھ سے حساب کتاب ہوگا تو آج ہی سدھر جا اور اپنا حساب کر لے اور آج ہی اپنے آپکو نیکی کی راہ پر لے آ ورنہ کل حساب کا دن ہوگا پھر عمل نہیں کر سکے گا۔

آیت نمبر 25 سے بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ پاک تمام انسانوں کو سلامتی کی راہ کی طرف بلا رہا ہے جو اللہ کے حکم پر لبیک کہیں گے ان کے لئے بھلائیاں ہی بھلائیاں ہیں اور روز قیامت اُن کے چہرے ہر قسم کی ذلّت اور رسوائی کی سیاہی سے محفوظ ہونگے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے، اس کے برعکس اللہ کی نافرمانی کرنے والوں کے چہرے ذلت ورسوائی کی وجہ سے اندھیری رات کی طرح کالے ہونگے۔

انہیں اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا اور وہ ہمیشہ جھنم میں رہیں گے۔

اگلی آیات میں قرآنِ مجید کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے پاس اپنے رب کی طرف سے ایک عظیم نصیحت آئی ہے جو دلوں کی بیماریوں کے لئے شفا ہے اور مومنوں کے لیئے ہدایت اور رحمت ہے۔اس کے بعد اگلی آیت میں اولیاءاللہ کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں نہ کسی آنے والی بات کا خوف ہوگا نا گزری ہوئی بات کا ملال۔قیامت کے دن وہ اپنی پسند کی نعمتوں کے اندر ہونگے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور ہمیشہ اپنے تقوٰی پر کاربند رہے،انہیں دنیا میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی بشارت ہے اور اللہ کے کلام میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی،اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس کے بعد نوح علیہ السلام کے واقعے کو مختصراً ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے سرداروں کے مقابلے میں اللہ پاک پر توکل کیا۔اللہ پاک کا پیغام سنانے میں کوئی اجرت نہیں لی،اللہ پاک نے انہیں ان کے ماننے والوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے کا حکم فرمایا اور انہیں طوفان سے بچا لیا اور مخالفین کو طوفان میں غرق کر کے عبرتناک انجام سے دو چار فرمایا۔

پھر موسیٰ و ھارون علیہما السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجنے کا بیان ہے۔موسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف دعا فرمائی جس پر اللہ پاک نے فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

یہ سورت حضرت یونس علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے۔اس کی آخری آیت میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ موصل کے علاقے نینوٰی میں رہتے تھے اور کفر و شرک میں مبتلا اللہ پاک نے حضرت یونس علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا،آپ نے انہیں بت پرستی چھوڑنے اور ایمان لانے کا حکم دیا،ان لوگوں نے انکار کیا اور حضرت یونس علیہ السلام کی تکذیب کی،آپ نے انہیں اللہ پاک کے حکم سے عذاب نازل ہونے

کی خبر دی، ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے کبھی کوئی بات غلط نہیں کہی ہے، دیکھو اگر وہ رات کو یہاں رہے جب تو کوئی اندیشہ نہیں اور اگر انہوں نے رات یہاں نہ گزاری تو سمجھ لینا چاہیے کہ عذاب آئے گا۔ جب رات ہوئی تو حضرت یونس علیہ السلام وہاں سے تشریف لے گئے اور صبح کے وقت عذاب کے آثار نمودار ہو گئے، آسمان پر سیاہ رنگ کا ہیبت ناک بادل آیا، بہت سارا دھواں جمع ہوا اور تمام شہر پر چھا گیا۔ یہ دیکھ کر انہیں یقین ہو گیا کہ عذاب آنے والا ہے، انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا تو آپ کو نہ پایا، اب انہیں اور زیادہ اندیشہ ہوا تو وہ لوگ اپنی عورتوں، بچوں اور جانوروں کے ساتھ جنگل کی طرف نکل گئے، موٹے کپڑے پہن کر توبہ و اسلام کا اظہار کیا، شوہر سے بیوی اور ماں سے بچے جدا ہو گئے اور سب نے بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری شروع کر دی اور عرض کرنے لگے کہ جو دین حضرت یونس علیہ السلام لائے ہیں ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے سچی توبہ کی اور جو جرائم ان سے ہوئے تھے انہیں دور کیا، پرائے مال واپس کئے حتّٰی کہ اگر دوسرے کا ایک پتھر کسی کی بنیاد میں لگ گیا تھا تو بنیاد اکھاڑ کر وہ پتھر نکال دیا اور واپس کر دیا۔ اللہ پاک سے اخلاص کے ساتھ مغفرت کی دعائیں کیں تو پروردگارِ عالَم نے ان پر رحم کیا، دعا قبول فرمائی اور عذاب اٹھا دیا گیا۔

ان سب واقعات کو بیان کرنے کے بعد مشرکین کو تنبیہ کی گئی کہ اگر وہ کفر و شرک سے باز نہ آئے اور اپنی انا پر اڑے رہے تو قیامت سے پہلے ہی ان پر عذاب آسکتا ہے، ساتھ ہی اہل ایمان کو خوش خبری سنائی گئی کی اللہ پاک کی مدد اور نصرت قریب ہے اور یہ اللہ کا طریقہ رہا ہے کہ اللہ پاک اہل ایمان کو نجات عطا فرماتا ہے۔ جس طرح سورہ یونس کی ابتدا قرآن کریم کے ذکر سے ہوئی تھی اسی طرح اس کا اختتام بھی اس سچی کتاب کی اتباع اور پیروی کے حکم پر ہو رہا ہے۔

﴿سورہ ہود﴾

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت حسن اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہم اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ سورۂ ہود مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 10 رکوع اور 123 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اس سورت کی آیت نمبر 50 تا 60 میں اللہ پاک کے نبی حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد کا واقعہ بیان کیا گیا ہے،اس واقعے کی مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ ہود'' رکھا گیا۔

بارھواں پارہ ﴿وَمَامِنْ دَآبَّةٍ﴾

اس پارے کے اندر عبرت ہی عبرت ہے کیونکہ اس میں مختلف قوموں اور ان کی نافرمانیوں کا ذکر ہے، پھر ان پر جو عذاب نازل کئے گئے ان کو بیان کیا گیا ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے سورۂ ھود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ، اور سورۂ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، نے بوڑھا کردیا۔

اس کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

ان سورتوں میں عذابِ الٰہی کا ذکر ہے جن سے مجھے اپنی امت کی فکر ہے۔

سورہ ھود کی ابتداء گیارھویں پارے کے آخر سے ہوتی ہے، اس کا مرکزی مضمون رسالت پر مشتمل ہے، شروع میں اللہ پاک نے فرمایا زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر ہے، دآبّةٍ کا معنی ہے ہر وہ جانور جو زمین پر رینگ کر چلتا ہو، عُرف میں چوپائے کو ''دَآبَّةٍ'' کہتے ہیں جبکہ آیت میں اس سے مُطلَقاً جاندار مراد ہے لہٰذا انسان اور تمام حیوانات اس میں داخل ہیں۔

پھر فرمایا کہ اللہ پاک ہر ایک کے ٹھکانے اور سپرد کئے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ٹھکانے سے مراد ماؤں کے رحم اور سپرد کی جگہ سے مراد موت کا مقام ہے، اس آیت میں جو جانداروں، ان کے رزق، ان کے ٹھہرنے اور سپرد کئے جانے کی جگہ کا ذکر ہوا یہ سب بیان کرنے والی کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں موجود ہے۔

پھر انسان کی خودغرضی کو بیان فرمایا کہ اگر ہم انسان کو اپنی کسی رحمت کا مزہ چکھائیں اور صحت، امن، وسعتِ رزق اور دولت عطا کریں پھر یہ سب اس سے چھین لیں اور اسے مَصائب میں مبتلا کر دیں تو بیشک وہ دوبارہ اس نعمت کے پانے سے مایوس ہو جاتا ہے اور اللہ پاک کے فضل سے اپنی اُمید ختم کر لیتا ہے اور صبر و رضا پر ثابت قدم نہیں رہتا اور گزشتہ نعمت کی ناشکری کرتا ہے۔ اسی طرح اگر مصیبت کے بعد کوئی نعمت ملے تو انسان تکبر میں آ جاتا ہے، البتہ جو شخص ہر حال میں صبر اور شکر کرنے والا اور نیک اعمال بجا لانے والا ہوتا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

یہاں ایک بار پھر قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کا انکار کرنے والوں کو چیلنج دیا گیا کہ اپنے تمام حامیوں کو بلا کر اس جیسی کوئی دس صورتیں بنالاؤ مگر ظاہر ہے کہ وہ کہاں لا سکتے تھے اور قرآن کریم جیسی صورتیں بنانے سے ان کا عاجز ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قرآن اللہ کا نازل کردہ ہے اور دس سورتیں تو کیا وہ ایک سورت بلکہ ایک آیت بھی بنا کر نہیں لا سکتے تھے۔

پھر ان قوموں کا تذکرہ کیا گیا جو اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ پاک کے عذاب میں گرفتار ہوئیں، نوح علیہ السلام نے قوم کو توحید و رسالت کی بات سمجھائی اور نہ ماننے کی صورت میں دردناک عذاب کی وعید سنائی، نوح علیہ السلام کو جب یقین ہو گیا کہ میری قوم کے صاحبِ ایمان لوگوں میں اب مزید کوئی اضافہ نہیں ہو گا تو نوح علیہ السلام نے اللہ پاک سے دعا مانگی ہے "اے میرے پروردگار! میری مدد فرما" اللہ پاک نے دعا کو قبول فرما

کر حکم ارشاد فرمایا کہ آپ بہت بڑی کشتی تیار کریں جب تیار ہو جائے تو اس میں ایمان والوں کو بھی سوار ہونے کا حکم دیں، جب نوح علیہ السلام کشتی بنا چکے تو اللہ پاک نے آسمان سے پانی کو نازل کر دیا اور زمین کو بھی پانی ابلنے کا حکم دے دیا، آسمان اور زمین سے آنے والے پانی نے کفار کو نیست و نابود کر دیا، یہاں تک کہ جو نوح علیہ السلام کا کافر اور نافرمان بیٹا بھی طوفان میں غرق ہو گیا، پھر اللہ پاک نے حکم دیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا؛ چنانچہ پانی خشک ہو گیا اور کشتی کوہ جودی پر آکر ٹھہر گئی۔

پھر اللہ پاک نے قوم عاد کا ذکر کیا جو خود کو اپنے دور کی طاقتور ترین قوم تصور کرتی تھی، ان کے پاس جسمانی طاقت میں بہت زیادہ تھی، ان کا دعوی تھا کہ دنیا میں ہم سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں ہو سکتا، ہود علیہ السلام ان کو اللہ پاک کی توحید کی دعوت دیتے رہے لیکن انہوں نے ہود علیہ السلام کی بات نہیں سنی، ہود علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: اے عاد! تم کو اپنی طاقت پر تکبر ہے اگر تم اپنے پروردگار سے بخشش و مغفرت طلب کرو اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو تو اللہ پاک تم پر آسمان سے بارش نازل فرمائے گا اور تمہاری قوت میں اور اضافہ کر دے گا، لیکن قوم عاد کے لوگ طاقت کے نشے میں بالکل بدمست تھے؛ چنانچہ اللہ پاک نے ایسی طاقتور طوفانی ہوا کو ان پر مسلط کر دیا جس نے قوم عاد کو اکھاڑ کر پھینک دیا اور اپنی طاقت پر ناز کرنے والے زمین پر یوں پڑے تھے جس طرح کٹے ہوئے درخت کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔

پھر اللہ پاک نے قومِ ثمود کا ذکر کیا، قوم ثمود کے لوگ بھی اللہ پاک کی توحید کو فراموش کر چکے تھے، صالح علیہ السلام نے ان کو توحید کا درس دیا لیکن وہ اس درس کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور انہوں نے صالح علیہ السلام سے اس بات کا تقاضا کیا کہ ان کو کوئی نشانی دکھائی جائے، صالح علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی تو بستی کی ایک بڑی پہاڑی پھٹی جس سے اونٹنی نکلی اور اونٹنی نے باہر نکلتے ہی بچہ جنم دیا، مگر بستی کے لوگوں نے اتنے بڑے معجزے کو دیکھ کر ایمان لانے کے بجائے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں، اس پر اللہ پاک کا عذاب نازل ہوا اور ان پر ایک چنگھاڑ کو مسلط کر دیا کہ ایک فرشتے نے چیخ ماری اور اس کی وجہ سے بستی کے لوگوں کے دماغ پھٹ گئے

آیت 69 سے ابراہیم اور لوط علیہما السلام کا تذکرہ ہے کہ سادہ رُو، نوجوانوں کی حسین شکلوں میں فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی پیدائش کی خوشخبری لے کر آئے۔ فرشتوں نے سلام کہا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی جواب میں فرشتوں کو سلام کہا، پھر تھوڑی ہی دیر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے، ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ مہمانوں کے ہاتھ بچھڑے کے بھنے ہوئے گوشت کی طرف نہیں بڑھ رہے تو کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان سے وحشت ہوئی اور دل میں ان کی طرف سے خوف محسوس کیا کہ کہیں یہ کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔
فرشتوں نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر خوف کے آثار دیکھے تو انہوں نے کہا: آپ نہ ڈریں کیونکہ ہم فرشتے ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں اور فرشتے ہونے کی وجہ سے ہم کھانا نہیں کھا رہے تھے۔ اور ہم آپ کو اولاد کی خوشخبری دینے آئے ہیں، اللہ پاک آپ کو اسحاق (علیہ السلام) نامی بیٹا عطا فرمائے گا اور یعقوب (علیہ السلام) آپ کے پوتے ہوں گے، تو ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ وہیں کھڑی تھیں عورتوں کے انداز گفتگو میں اپنے چہرے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہنے لگیں کہ میرے اندر تو بظاہر اولاد ہونے کے کوئی امکانات نہیں ہیں اور ابراہیم علیہ السلام بھی بڑی عمر کے ہو چکے ہیں ہمارے یہاں کیسے اولاد ہو سکتی ہے!! تو فرشتوں نے کہا کہ اس میں تعجب اور حیرانی کی بات نہیں، اللہ پاک آپ کے گھرانے پر اپنی رحمتیں اور برکتیں عطا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یاد رہے یہ ان کا اعتراض یا رب کی رحمت سے مایوسی نہیں تھی بلکہ تعجب کے طور پر تھا۔

آیت 77 سے اللہ پاک نے قوم لوط کا ذکر فرمایا کہ اس قوم کے لوگ ہم جنس پرستی کا شکار تھے، لوط علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ وہ اس کام سے اجتناب کریں لیکن وہ لوگ لوط علیہ السلام کی دعوت سے بالکل بھی تبدیل نہ ہوئے، فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس خوبصورت انسانوں کی شکلوں میں آئے اور لوط علیہ السلام ان کی آمد پر پریشان ہوئے کہ اب بستی کے لوگ ان نوجوانوں کو اپنی ہوس کا نشانہ نہ بنالیں، قوم کو جب پتا چلا تو وہ برائی کی نیت سے پہنچ

گئے جس پر آپ علیہ السلام غمگین ہو گئے، آپ کے غم کو دیکھ کر فرشتوں نے کہا کہ آپ کی قوم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، آپ راتوں رات اپنے گھر والوں کو لے کر تشریف لے جائیں مگر آپ کی بیوی بھی عذاب میں گرفتار ہو گی، پھر اللہ پاک نے ان فرشتوں کو حکم دیا تو فرشتوں نے بستی کو اپنے پروں پر اٹھا کر زمین پر پھینک دیا اور پوری بستی کو پتھروں سے روند ڈالا گیا۔

آیت 84 میں اللہ پاک نے قوم مدین کا ذکر کیا جو شرک کے گناہ کے ساتھ ساتھ ناجائز منافع خوری کا شکار تھی شعیب علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ ناپ تول میں کمی نہ کرو مگر انھوں نے شعیب علیہ السلام کی بات نہ مانی، انہوں نے کہا کہ ہمیں ایسا دین نہیں چاہیے جو انسان کو کاروبار بھی نہ کرنے دے۔ شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ پچھلی قوموں سے تو عبرت حاصل کرو مگر ان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی، اس پر اللہ نے ان پر اسی طرح کی چیخ کو مسلط کر دیا جس کے ساتھ قوم ثمود تباہ ہوئی تھی اور یہ لوگ صبح کو اپنے گھروں میں عذاب کی تاب نہ لا کر ایسے الٹے پڑے تھے گویا کہ وہ کبھی زمین پر آباد ہی نہیں ہوئے، اس کے بعد بتایا گیا کہ برائی سے روکنے والے عذاب کی گرفت میں آنے سے محفوظ رہتے ہیں، فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہلاک ہونے والی قوموں میں ایک موثر حصہ ایسے لوگوں کا ہوتا جو نافرمانوں کو برائی سے روکتا لیکن ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔

آخری آیات میں یاد دہانی کروائی گئی کہ اللہ پاک نے سابقہ رسولوں کے واقعات اس لئے بیان فرمائیے کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی ہو اور اہل ایمان کے لئے نصیحت ہو جائے اور کافروں کے لیے چیلنج ہے کہ وہ ہمارے رسول علیہ السلام کے خلاف جو کر سکتے کر گزریں ان کا وہی انجام ہو گا جیسا سابقہ رسولوں کے مخالفین کا ہوا تھا بلکہ اس سے بھی بدتر ہو گا۔

سورہ یوسف

سورۂ یوسف مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور اس سورت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہودیوں کے علماء نے عرب کے سرداروں سے کہا تھا کہ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ملکِ شام سے مصر میں کس طرح پہنچی اور اُن کے وہاں جا کر آباد ہونے کا سبب کیا ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ کیا ہے اس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی۔ اس سورت میں 12 رکوع اور 111 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اس سورت میں اللہ پاک کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کے حالاتِ زندگی اور ان کی سیرتِ مبارکہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ یوسف" رکھا گیا۔

اس سورت میں بڑے منفرد انداز میں یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے باقی نبیوں کے واقعات مختلف آیات میں مختلف سورتوں اور پاروں میں موجود ہیں لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ مکمل طور پر اسی سورت میں بیان کیا گیا ہے، قرآن پاک نے اس قصے کو احسن القصص قرار دیا ہے یعنی واقعات میں سے بہترین سچا قصہ، اس میں جتنی عبرت اور نصیحت پائی جاتی ہے وہ کسی دوسرے قصے میں پائی نہیں جاتی۔ اس میں دین، توحید اور شرک کی تردید ہے، سیرت اور خوابوں کی تعبیر ہے، سیاست اور حکومت کے رموز ، انسانی نفسیات، معاشی خوشحالی کی تدبیریں اور زہد و تقوٰی کی مثالیں بھی موجود ہیں۔

سورت کے شروع میں قرآن کریم کی حقانیت کا بیان ہے پھر یوسف علیہ السلام کے خواب کا ذکر ہے، مفسرین نے یہ واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ آسمان سے گیارہ ستارے اترے اور ان کے ساتھ سورج اور چاند بھی ہیں، ان سب نے آپ کو سجدہ کیا، حضرت یوسف علیہ

السلام نے یہ خواب جمعہ کی رات کو دیکھا اور یہ رات شبِ قدر تھی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''خواب میں دیکھے گئے ستاروں کی تعبیر آپ علیہ السلام کے گیارہ بھائی ہیں اور سورج آپ کے والد اور چاند آپ کی والدہ ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام راحیل ہے اور مفسر سدی کا قول ہے کہ چونکہ راحیل کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے چاند سے آپ کی خالہ مراد ہیں۔ سجدہ کرنے سے مراد حقیقتاً سجدہ مراد ہے کیونکہ اس زمانہ میں سلام کی طرح سجدۂ تحیت یعنی تعظیم کا سجدہ بھی جائز تھا۔ یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام سے بہت محبت کرتے تھے اس لئے یوسف علیہ السلام کے بھائی ان سے حسد کرتے تھے اور یعقوب علیہ السلام یہ بات جانتے تھے اسی وجہ سے آپ علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو یہ قصہ ان کو بتانے سے منع فرمایا۔ آخر کار حسد کی بنا پر بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا اور اپنے والد کو راضی کر کے انھیں جنگل میں لے گئے، انہیں کنویں میں پھینک کر کپڑوں کو کسی جانور کے خون سے آلودہ کر کے والد کو بتایا کہ ہم جنگل میں کھیلتے رہے اور بھائی کو بھیڑیا کھا گیا، یعقوب علیہ السلام ان کی سازش کو سمجھ گئے اور یوسف علیہ السلام کے فراق میں پریشان رہنے لگے اور آنسو بہاتے رہے، ایک تجارتی قافلے نے یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکال کر مصر کے بازار میں فروخت کر دیا، آپ علیہ السلام کی خوبصورتی کے چرچے وہاں ہونے لگے، بادشاہ نے انہیں خرید کر اپنا منہ بولا بیٹا قرار دے دیا اور اس طرح یوسف علیہ السلام کنویں سے نکل کر شاہی محل میں رہنے لگے، شاہ مصر کی بیوی یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہوگئی اور دعوت گناہ دینے لگی، یوسف علیہ السلام نے اپنی پاک دامنی کی حفاظت کی اور آپ علیہ السلام نے اس کو اس کام سے منع کیا، شاہ مصر کو معلوم ہوا تو اس عورت نے یوسف علیہ السلام پر الزام لگا دیا کہ یوسف علیہ السلام طرف سے ابتداء تھی، اللہ پاک نے ایسا کرم کیا کہ اسی خاندان کے اسی گھر میں چھوٹے سے دودھ پیتے بچے سے یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی گواہی دلوائی

اس کے بعد یوسف علیہ السلام کو قید میں ڈال دیا گیا، وہاں پر یوسف علیہ السلام کے ساتھ دو قیدی تھے، انہوں نے اپنا یوسف علیہ السلام کو کہا کہ ہم نے خواب دیکھا ہے آپ اس کی تعبیر بتا دیں، آپ علیہ السلام نے خوابوں کی تعبیر بتائیں، ایک سے کہا کہ تم بادشاہ کے دربار میں پہنچو گے اور اپنے آقا کو شراب پلاؤ گے اور دوسرے کو بتایا کہ تم سولی

دیے جاؤ گے اور پرندے تمہارا گوشت نوچ کر کھائیں گے، وہ کہنے لگے ہم نے خواب دیکھا ہی نہیں آپ نے فرمایا جو میں نے کہہ دیا وہ ہو کر رہے گا، اور پھر ایسا ہی ہوا، ایک آزاد ہو کر اپنے بادشاہ کے دربار تک پہنچا اور دوسرا سولی کا شکار ہو گیا، آپ علیہ السلام نے آزاد ہونے والے کو کہا کہ تم باہر نکل کر اپنے بادشاہ سے میرے حوالے سے بات کرنا، کچھ دنوں کے بعد بادشاہ نے خواب دیکھا کہ سات تندرست گائیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز بالیاں ہیں اور سات خشک ہیں، بادشاہ نے اپنے درباریوں سے خواب کی تعبیر پوچھی لیکن وہ بتا نہیں سکے، وہ قیدی تھا وہیں کا درباری تھا، اس کے ذہن میں آیا کہ یوسف علیہ السلام خوابوں کی تعبیر جانتے ہیں، اس نے بادشاہ کو بتایا تو بادشاہ نے ان کے پاس لوگوں کو بھیجا، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ سات سال خوشحالی کے ہونگے پھر سات سال قحط سالی کے ہونگے تمہیں چاہیے کہ خوشحالی کے سات سالوں میں اناج کو خوشوں میں رکھنا تا کہ خشک سالی میں تمہارے کام آئیں، خواب کی صحیح تعبیر بتانے کی وجہ سے آپ بادشاہ کی نظروں میں آ گئے، بادشاہ نے آپ کی رہائی کا فیصلہ کر دیا مگر آپ نے کہا کہ میرے معاملے میں تحقیقات کی جائیں، مجھے غلط طریقے سے جیل میں ڈالا گیا ہے، تو تحقیقات کروائی گئیں، جس پر انہیں بے گناہ قرار دیا گیا، آپ نے ارشاد فرمایا میری پاکدامنی کا براہ راست اعلان کیا جائے پھر آپ کو وہاں سے نکالا گیا اور آپ بادشاہ کے دربار میں تشریف لائے۔ باقی حصہ اگلے پارے میں بیان کیا جائے گا مگر چند باتیں عرض کر دوں۔

ان آیات میں ذکر کئے گئے واقعے سے متعلق بحث کرنے سے بچنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کیونکہ معاملہ اللہ کے پیارے نبی کی عصمت کا ہے اور بحث کرنا کہیں ایمان کی بربادی کا سبب نہ بن جائے۔

دوسرا یہ کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی تائب ہو چکے تھے اور یعقوب علیہ السلام نے ان کے لیے دعائے مغفرت بھی، لہذا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے حوالے سے کوئی زبان درازی کرنے کی اجازت نہیں، تیسرا یہ کہ یوسف علیہ السلام پاک دامن تھے آپ کی طرف سے کوئی بھی ایسی پیش قدمی نہیں ہوئی تھی بلکہ اس عورت کی طرف سے یہ معاملہ کیا گیا تھا اور پھر وہ بھی تائب ہو گئی پھر آپ علیہ السلام کا اس خاتون سے نکاح ہوا، ان کی اولاد بھی ہوئی۔

تیرہواں پارہ {وَمَا اُبَرِّئُ}

زلیخا کے اقرار اور اعتراف کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے جب یہ فرمایا کہ میں نے اپنی براءت کا اظہار اس لئے چاہا تھا تاکہ عزیز کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں خیانت نہیں کی اور اس کے اہلِ خانہ کی حرمت خراب کرنے سے بچا رہا ہوں اور جو الزام مجھ پر لگائے گئے ہیں میں اُن سے پاک ہوں تو اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کا خیال مبارک اس طرف گیا کہ میری ان باتوں میں اپنی طرف پاکی کی نسبت اور اپنی نیکی کا بیان ہے، ایسا نہ ہو کہ اس میں کسی قسم کی خود پسندی کا شائبہ آنے کی کوشش کرے، چنانچہ آپ علیہ السلام نے اللہ پاک کی بارگاہ میں عاجزی وانکساری کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ

اے میرے اللہ پاک! نہ میں اپنے نفس کو بے قصور بتاتا ہوں نہ مجھے اپنی بے گناہی پر ناز ہے اور نہ میں گناہ سے بچنے کو اپنے نفس کی خوبی قرار دیتا ہوں، نفس کی جنس کا تو یہ حال ہے کہ وہ برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے، لیکن میرا رب قدیر اپنے جس مخصوص بندے کو اپنے فضل وکرم سے معصوم کر دے تو اس کا برائیوں سے بچنا اللہ پاک کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے اور معصوم کرنا اللہ پاک کا کرم ہے، بیشک میرا اللہ پاک اپنے بندوں کے گناہوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے فرمایا: اپنی سلطنت کے تمام خزانے میرے سپرد کر دے، بے شک میں خزانے کی حفاظت کرنے والا اور ان کے مَصارف کو جاننے والا ہوں۔ بادشاہ نے کہا آپ علیہ السلام سے زیادہ اس کا مستحق اور کون ہو سکتا ہے؟ چنانچہ بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس مطالبے کو منظور کر لیا۔

حکومت طلب کرنے کے ایک سال بعد بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلا کر آپ علیہ السلام کی تاج پوشی کی، تلوار اور مُہر آپ علیہ السلام کے سامنے پیش کی، آپ علیہ السلام کو جواہرات لگے ہوئے سونے کے تخت پر تخت نشین کیا، اپنا ملک آپ علیہ السلام کے سپرد کیا، عزیزِ مصر کو معزول کر کے آپ علیہ السلام کو اس کی جگہ والی بنایا اور تمام خزانے

آپ علیہ السلام کے حوالے کر دیئے ،سلطنت کے تمام اُمور آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں دے دیئے اور خود اس طرح فرمانبردار ہو گیا کہ آپ علیہ السلام کی رائے میں دخل نہ دیتا اور آپ علیہ السلام کے ہر حکم کو مانتا۔

آپ علیہ السلام نے زرعی نظام کو بہت اچھے انداز سے چلایا اور خوشحالی کے سات سالوں کے لیے مستقبل کیلئے منصوبہ بندی کی ، یہاں تک کہ جب شہروں میں قحط سالی عام ہو گئی ،مصر کی معیشت انتہائی مضبوط و مستحکم ہو چکی تھی ،قحط سالی اپنے عروج پر پہنچی تو غلے کے حصول کے لیے شہروں سے قافلے مصر پہنچنا شروع ہو گئے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے بھی مصر کا رخ کیا، جب مصر کے محل میں داخل ہوئے تو یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کو پہچان گئے ، جبکہ وہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے، یوسف علیہ السلام نے باتوں ہی باتوں میں فرمایا کہ اگلی مرتبہ اپنے بھائی بنیامین کو بھی ساتھ لے آنا، دراصل بنیامین چھوٹے تھے اور یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی تھے یعنی ان کی اور یوسف علیہ السلام کی والدہ ایک تھیں، یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم اپنے بھائی کو ساتھ نہ لائے تو تمہیں غلے میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا، بعد میں حضرت یوسف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ ان لوگوں نے غلے کی جو قیمت دی ہے، غلے کے ساتھ ساتھ وہ رقم بھی ان کی بوریوں میں واپس رکھ دو تا کہ جب وہ اپنا سامان کھولیں تو اپنی جمع شدہ رقم انہیں مل جائے اور قحط کے زمانے میں کام آئے ، نیز یہ رقم پوشیدہ طور پر اُن کے پاس پہنچے تا کہ اُنہیں لینے میں شرم بھی نہ آئے اور یہ کرم واحسان دوبارہ آنے کے لئے اُن کی رغبت کا باعث بھی ہو۔

یوسف علیہ السلام کے بھائی یعقوب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انھوں نے عزیز مصر یوسف علیہ السلام کی بہت تعریف کی اور ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ عزیز مصر کی یہ خواہش ہے کہ ہم اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ لے کر جائیں، یعقوب علیہ السلام نے جواب میں کہا کہ کیا میں اسی طرح تم پر بھروسہ کرلوں جس طرح میں نے یوسف علیہ السلام کے معاملے میں تم پر اعتماد کیا تھا؟ اس پر یعقوب علیہ السلام کے بیٹے خاموش ہو گئے جب غلے کو کھولا گیا تو اس میں غلے کے ساتھ جو خریدنے کے لیے رقم تھی وہ بھی موجود تھی تو یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے کہا کہ یہ دیکھیے،عزیزِ مصر نے

تو ہماری پونجی بھی واپس کر دی، اب یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ بنیامین کو تمہارے ساتھ صرف اسی صورت میں روانہ کروں گا کہ تم اس کی حفاظت کی قسم کھاؤ، بیٹوں نے یعقوب علیہ السلام کے سامنے حلف لیا۔ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو کچھ نصیحتیں کیں کہ جب مصر میں داخلے کا وقت آئے تو علیحدہ علیحدہ دروازوں سے داخل ہونا کیونکہ جب تم ایک ہی دروازے سے داخل ہوگے تو ممکن ہے تمہیں نظر لگ جائے، جب دوبارہ یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے پاس پہنچے تو یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو علیحدہ کرلیا اور ان سے کہا میں آپ کا بھائی یوسف ہوں۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں ان کا سامان مہیا کر دیا اور ان میں سے ہر ایک کو ایک اونٹ کا بوجھ غلہ دیدیا اور ایک اونٹ کا بوجھ بنیامین کے لئے خاص کر دیا تو اپنے بھائی بنیامین کی بوری میں بادشاہ کا وہ پیالہ رکھ دیا جس میں وہ پانی پیتا تھا، وہ پیالہ سونے کا تھا اور اس میں جواہرات لگے ہوئے تھے اور اس وقت اس پیالے سے غلہ ناپنے کا کام لیا جاتا تھا۔ قافلہ کنعان جانے کے ارادے سے روانہ ہوگیا۔ جب قافلہ شہر سے باہر جا چکا تو انبار خانہ کے کارکنوں کو معلوم ہوا کہ پیالہ نہیں ہے، اُن کے خیال میں یہی آیا کہ یہ پیالہ قافلے والے لے گئے ہیں، چنانچہ اُنہوں نے اس کی جستجو کے لئے آدمی بھیجے، ان میں سے ایک مُنادی نے ندا کی: اے قافلے والو! بیشک تم چور ہو، یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے کہا اللہ کی قسم ہم زمین پر فساد پھیلانے والے نہیں اور نہ ہی ہم چور ہیں اس پر ان سے کہا گیا کہ تم میں سے کسی کے سامان میں سے بادشاہ کا پیالہ نکل آیا تو اس کی کیا سزا ہوگی جواب میں انہوں نے کہا کہ جس کے سامان میں وہ پیالہ ملے تو اِس کے بدلے میں وہ اپنی گردن چیز کے مالک کے سپرد کر دے اور وہ مالک ایک سال تک اسے غلام بنائے رکھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں چونکہ چوری کی یہی سزا مقرر تھی اس لئے انہوں نے کہا کہ ہمارے یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کے سامان کی تلاشی لینے سے پہلے دوسروں کے سامان کی تلاشی لینا شروع کی، تلاشی لیتے ہوئے جب بنیامین کے سامان تک پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ”میرا گمان ہے کہ پیالہ اس کے ہی سامان میں ہوگا۔ بھائیوں نے کہا: خدا کی قسم! ہم اسے نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ

آپ علیہ السلام اس کے سامان کی تلاشی نہ لے لیں، اسی میں آپ کے لئے اور ہمارے لئے بہتری ہے۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کے سامان کی تلاشی لی تو پیالے کو اس کے سامان سے برآمد کر لیا۔

بادشاہی قانون میں حضرت یوسف علیہ السلام کیلئے درست نہیں تھا کہ اپنے بھائی کو لے لیں کیونکہ بادشاہِ مصر کے قانون میں چوری کی سزا مارنا اور دگنا مال لے لینا مقرر تھی۔ یہ بات اللہ پاک کی مَشِیَّت سے ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں ڈال دیا کہ سزا بھائیوں سے دریافت کریں اور بھائیوں کے دل میں ڈال دیا کہ وہ اپنے طریقے کے مطابق جواب دیں۔

خیال رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس حیلہ میں نہ تو جھوٹ بولا کیونکہ آپ علیہ السلام کے خادم نے کہا تھا کہ تم چور ہو اور خادم بے خبر تھا، نہ آپ علیہ السلام نے بھائی پر چوری کا بہتان لگایا، بلکہ جو کچھ کیا گیا خود بنیامین کے مشورہ سے کیا گیا، اسی لئے اللہ پاک نے اس کی تعریف فرمائی اور فرمایا ''كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ'' یہ تدبیر یوسف کو ہم نے سکھائی۔

جب پیالہ نکل آیا ہے تو بھائیوں نے کہا ''اے عزیز! اس کے والد عمر میں بہت بڑے ہیں، وہ اس سے محبت رکھتے ہیں اور اسی سے ان کے دل کو تسلی ہوتی ہے۔ آپ ہم میں سے کسی ایک کو غلام بنا کر یا فدیہ ادا کرنے تک رہن کے طور پر رکھ لیں بیشک ہم آپ کو احسان کرنے والا دیکھ رہے ہیں کہ آپ نے ہمیں عزت دی، کثیر مال ہمیں عطا کیا، ہمارا مطلوب اچھی طرح پورا ہوا اور ہمارے غلے کی قیمت بھی ہمیں لوٹا دی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ''اس بات سے اللہ پاک کی پناہ کہ جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو پکڑیں کیونکہ تمہارے فیصلہ کے مطابق ہم اسی کو لینے کے مستحق ہیں جس کے کجاوے میں ہمارا مال ملا ہے، اگر ہم اس کی بجائے دوسرے کو لیں تو یہ تمہارے دین میں ظلم ہے، لہٰذا تم اس چیز کا تقاضا کیوں کرتے ہو جس کے بارے میں جانتے ہو کہ وہ ظلم ہے۔

جب بنیامین کے ملنے سے بھائی مایوس ہو گئے تو ان میں سے ایک نے کہا کہ اب والد صاحب کو کیا منہ دکھائیں گے؟ میں تو یہاں سے جانے والا نہیں جب تک اللہ کوئی راستہ نہ نکال دے یا والد صاحب اجازت دے دیں۔

باقی بھائی واپس لوٹے، یعقوب علیہ السلام کو واقعہ سنایا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ چوری کی نسبت بنیامین کی طرف درست نہیں اور عنقریب اللہ پاک یوسف علیہ السلام اور ان کے دونوں بھائیوں کو مجھ سے ملا دے گا۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ جاؤ اور بنیامین کو تلاش کرو،

اب یوسف علیہ السلام کے بھائی دوبارہ مصر آئے تو حالات بدلے ہوئے تھے، انہوں نے یوسف علیہ السلام کے پاس آ کر اپنی غربت کی شکایت کی، یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کی لاچارگی برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے تم نے اپنے دور جاہلیت میں یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟ تو بھائیوں نے کہا کہ کہ آپ اس کو کیسے جانتے ہیں؟ آپ یوسف تو نہیں ہیں؟ کہا ہاں میں ہی یوسف ہوں اور بنیامین میرا بھائی ہے، اللہ نے ہم پر احسان کیا، بے شک جو صبر اور تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ پاک اس کا اجر ضائع نہیں فرماتا، یوسف علیہ السلام کے والد یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے غم سے آنسو بہاتے رہتے تھے اسی وجہ سے ان کی بینائی میں کمزوری آ چکی تھی اور اب بنیامین بھی وہیں رک گئے تھے، یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو کہا کہ یہ میری قمیض ہے اسے لے جاؤ اور اپنے والد کے چہرے پر ڈالنا ان کی بینائی کی کمزوری ختم ہو جائے گی۔ اور یہ وہی قمیص تھی جو جبرئیل علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو عطا کی تھی جب آپ علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کو کنویں میں ڈالا تو سارا کنواں روشن ہو گیا تھا اور یہ وہ قمیص تھی جو ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت پہنی ہوئی تھی جب نمرود نے آپ کو آگ میں ڈالا تھا گویا کہ یہ تبرکات کا مجموعہ تھا۔

یوسف علیہ السلام نے فرمایا آئندہ اپنے والد یعقوب علیہ السلام کو بھی ہمارے پاس لے کر آنا یعقوب علیہ السلام

کے بیٹے جب آپ قمیص لے کر روانہ ہوئے تو یعقوب علیہ السلام نے اپنے گھر والوں کو کہا کہ مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے حالانکہ ابھی قمیص کافی فاصلے پر تھی گھر والوں نے اس بات کو نہ سمجھا اور کہنے لگے کہ شاید آپ یوسف علیہ السلام کی محبت کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہیں،

جب مصر سے آپ کے بیٹے آئے اور انہوں نے آپ کے چہرے پر قمیص ڈالی تو یعقوب علیہ السلام کی بینائی کی کمزوری ختم ہوگئی، یعقوب علیہ السلام کے بیٹے شرمندہ ہوئے اور انھوں نے معافی مانگی اور یعقوب علیہ السلام سے عرض کی کہ اپ اللہ پاک کی بارگاہ میں ہمارے لئے استغفار کریں۔ اسکے بعد سب اہل خانہ مصر کو روانہ ہوئے شہر سے باہر سرکاری پروٹوکول کے ساتھ ان کا استقبال کیا گیا اور دربار شاہی میں پہنچتے ہی والدین اور 11 بھائی یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے، پچھلی شریعتوں میں سجدہ تعظیمی جائز تھا، سجدہ عبادت تو کبھی بھی کسی شریعت میں بھی جائز نہیں ہوا۔ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے والد یہ میرے اس پہلے خواب کی تعبیر ہے بیشک میرے رب نے اس کو سچ کر دکھایا اور اس نے مجھ پر احسان فرمایا۔ یوسف علیہ السلام نے اللہ پاک کی بارگاہ میں کلمات شکر ادا کیے کہ اے میرے رب تو نے مجھے حکمت عطا کی اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمایا، آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کام بنانے والا ہے، مجھے دنیا سے مسلمان اٹھانا اور مجھے نیک بندوں کے سات ملا دینا۔

سورت کے اختتام پر بتایا گیا کہ قرآن کے بیان کردہ واقعات میں ہمارے لیے درس عبرت ہے۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی تسلی دی گئ اور مشرکین مکہ کو بھی تنبیہ کی گئ کہ تم بھی میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دینے سے باز آجاؤ ورنہ تمہارا بھی انجام ویسا ہی ہوگا جیسا پچھلی امتوں کا ہوا۔

﴿سورہ رعد﴾

اس میں 6 رکوع اور 43 آیتیں ہیں۔

* **وجہ:** رعد، بادلوں سے پیدا ہونے والی گرج کو کہتے ہیں اور بعض مفسرین کے نزدیک بادل پر مامور ایک فرشتے کا نام رعد ہے، اور اس سورت کا یہ نام آیت نمبر 13 میں مذکور لفظ ''اَلرَّعْدُ'' کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔

سورہ رعد میں تینوں بنیادی عقائد توحید، رسالت اور آخرت پر گفتگو کی گئی ہے۔
اس کی پہلی آیت میں حقانیت قرآن کا بیان کیا گیا ہے اور جن سورتوں کا آغاز حروف مقطعات سے ہوتا ہے ان کی ابتدا میں عام طور پر قرآن کا ذکر ہوتا ہے۔

اس کے بعد اللہ پاک کی قدرت وجلالت کا بیان ہے کہ بغیر ستونوں کے آسمانوں کو قائم رکھنا، سورج اور چاند کو ایک نظام کے ساتھ چلانا، زمین کا پھیلاؤ اور اس میں پہاڑوں کو لنگر کی طرح قائم رکھنا، دریاؤں کی روانی، دن ورات کا نظام، طرح طرح کے پھل انگوروں اور کھجوروں کے باغات اور امور کائنات کی تدبیر وغیرہ یہ سب اللہ پاک کی قدرت پر دلالت کرنے والی چیزیں ہیں، اللہ پاک کے علم وقدرت کا مزید بیان ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے یہ اللہ پاک ہی جانتا ہے اور اس بچے کی نیکی بدی اور علم و جہالت اور زندگی کے ماہ وسال ان تمام باتوں کا علم اللہ کے پاس ہے اور اللہ پاک جس کو یہ علم عطا فرمانا چاہے اپنی مشیت سے عطا فرماتا ہے۔

بارش سے بھرے ہوئے بادل، بجلی کی چمک اور کڑک یہ اللہ کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں اور فرشتے بھی خوف اور ڈر کے ساتھ اللہ پاک کی حمد کرتے رہتے ہیں۔ آسمان وزمین میں جو بھی چیز ہے وہ سب اللہ ہی کو سجدہ کر رہی ہے۔ اور پھر دلوں کے اطمینان کے لئے ایک نسخہ عطا فرمادیا اور وہ ہے اللہ کا ذکر۔ اور آخر میں کفار کی مذمت پر یہ سورت مکمل ہوتی ہے

سورہ ابراہیم

اس سورت میں 7 رکوع اور 52 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اس سورت کی آیت نمبر 35 تا 41 میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعتِ الٰہی کے حسین واقعے اور آپ کی دعاؤں کو بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ ابراہیم" رکھا گیا۔

سورہ ابراہیم کے شروع میں ایک بار پھر قرآن کی حقانیت اور اللہ پاک کی قدرت واختیار کا ذکر ہوا ہے، لیکن کفار دنیا کو ترجیح دیتے ہیں، حق کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں اور اپنی کم بختی کے باعث فضول باتوں کے طلب گار رہتے ہیں، اس میں انبیاء کرام علیہم السلام کا اختصار کے ساتھ ذکر بھی موجود ہے اور خاص طور پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بھی موجود ہے، پھر بتایا گیا کہ ہر قوم میں ان کی زبان میں سمجھانے والے نبی ہم نے مبعوث فرمائے، پھر موسی علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ ہے اللہ پاک نے بنی اسرائیل پر نعمتیں اتاریں، فرعون کے بدترین عذاب کا بیان ہے شکر کرنے سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے ناشکری سے نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں،

اس کے بعد قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود کا دوبارہ ذکر ہوا۔ آیت نمبر 21 میں بتایا گیا کہ قیامت کے دن جب مجرمین کو آپس میں بات چیت کرنے کا موقع ملے گا تو وہ ایک دوسرے پر اعتراض کرنے لگیں گے کہ دنیا میں تم نے ہم کو گناہ کروادیا تھا اب عذاب کو بھی ہم سے دور کرو، وہ کہیں گے کہ ہم تو خود عذاب میں پھنسے ہیں تمہیں کس طرح بچا سکتے ہیں؟ پھر شیطان کی طرف متوجہ ہو کر شیطان کو ملامت کریں گے شیطان کہے گا کہ مجھے کیوں ملامت کرتے ہو؟ تم خود برائی کے راستے پر چلے تھے۔

اس کے بعد ایمان اور کفر کی مثال دی گئی جس طرح کھجور کے درخت کی جڑیں زمین کی گہرائی میں

موجود ہوتی ہیں اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اور وہ اللہ پاک کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا ہے ایسے ہی کلمۂ ایمان ہے کہ اس کی جڑ مومن کے دل کی زمین میں ثابت اور مضبوط ہوتی ہے اور اس کی شاخیں یعنی عمل آسمان میں پہنچتے ہیں اور اس کے ثمرات یعنی برکت وثواب ہر وقت حاصل ہوتے ہیں۔

اور کفریہ کلام کی مثال اندرائن جیسے کڑوے مزے اور ناگوار بو والے پھل کے درخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہو تو اب اسے کوئی قرار نہیں کیونکہ اس کی جڑیں زمین میں ثابت و مستحکم نہیں اور نہ ہی اس کی شاخیں بلند ہوتیں ہیں یہی حال کفریہ کلام کا ہے کہ اس کی کوئی اصل ثابت نہیں اور وہ کوئی دلیل و حجت نہیں رکھتا جس سے اسے استحکام ملے اور نہ اس میں کوئی خیر و برکت ہے کہ وہ قبولیت کی بلندی پر پہنچ سکے۔

آیت نمبر 37 میں اس واقعے کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم سے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کی زمین میں چھوڑ کر آئے تو رخصت ہوتے وقت اللہ پاک سے دعا کی کہ اے ہمارے رب میں نے اپنی بعض اولاد کو تیری حرمت والے گھر کے نزدیک ایسی زمین میں ٹھہرا دیا ہے جہاں کھیتی نہیں ہوتی تا کہ وہ نماز کو قائم رکھیں، تو ان لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف مائل فرما دے اور ان کو پھلوں سے روزی عطا فرما۔ آپ کی دعا کی برکت ہے وہاں ہر موسم کے پھل ملتے ہیں اور لوگوں کے دل اس طرف مائل رہتے ہیں۔

پھر یہ بیان کیا گیا کہ اللہ پاک بڑی عمر میں ابراہیم علیہ السلام کو اولاد عطا فرمائے گا جو اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام ہیں، پھر اس کے بعد ظالموں کی گرفت کے آسمانی نظام کا تذکرہ ہے کہ ظالموں کو آزادی کے ساتھ

دندناتے ہوئے پھرتا دیکھوتو دھوکہ مت کھانا، اسکے بعد کہا گیا کہ جس دن خوف سے سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اس دن عرض کریں گے کہ ہمارے رب ہمیں کچھ مہلت دے تا کہ ہم تیرے پیغام کوقبول کریں،رسول کی پیروی کریں اللہ پاک فرمائے گا کہ کیا تم نے اس سے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائیں تھیں کہ تم پر بالکل زوال نہیں آئے گا،تم اپنے اپ کو بڑا سمجھتے تھے اور ہم نے تمہارے لیے مثالیں بیان کر دی تھیں،تم اللہ کو اپنے رسولوں سے کیے ہوئے وعدے کے خلاف کرنے والا نہ سمجھو کہ اس نے اپنے رسولوں سے وعدہ کیا ہے کہ جو آپ تم کو تکلیف پہنچائیں گے اللہ پاک ان کو دردناک عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔

﴿سورہ حِجر﴾

سورۂ حِجر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 6رکوع اور 99 آیتیں ہیں۔

* **وجہ:** حِجر، مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک وادی کا نام ہے،اور اِس سورت کی آیت نمبر 80 تا 84 میں اُس وادی میں رہنے والی قومِ ثمود کا واقعہ بیان کیا گیا،اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ حِجر رکھا گیا۔

چودہواں پارہ [رُبَمَا]

تیرہویں پارے کے بالکل آخر سے یہ سورت (حجر) شروع ہوتی ہے، مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی دیگر سورتوں کی طرح اس سورت کا مرکزی مضمون بھی یہ ہے کہ اس میں اللہ پاک کی وحدانیت اور اس کی قدرت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے کو ئی طرح کے دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

شروع کی آیات میں فرمایا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کافر اگرچہ مسلمان ہونے کے لئے تیار نہیں مگر ایک وقت آنے والا ہے جب یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے لہذا آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں، یہ کھاتے پیتے رہیں اور دنیا کے عارضی مفادات ہیں ان میں گم رہیں مگن رہیں اور امیدوں اور آرزوؤں میں پڑے رہیں عنقریب انہیں دنیا کے عارضی ہونے کا پتہ چل جائے گا۔ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے پہلے جن بستیوں کے باشندوں کو ہم نے ہلاک کیا ان کے لئے ایک معین وقت لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا، ہم نے انہیں وہ وقت آنے سے پہلے ہلاک نہیں کیا اور جب وہ وقت آ گیا تو ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اسی طرح مکہ کے مشرکوں کو بھی ہم اسی وقت ہلاک کریں گے جب ان کا لکھا ہوا معین وقت آ جائے گا کیونکہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ میں معین وقت آنے سے پہلے کسی بستی کے باشندوں کو ہلاک نہیں فرماتا۔

آیت 9 میں قرآن پاک کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ پاک نے لی ہے۔

آیت 16 میں فرمایا کہ ہم نے آسمان کو سورج، چاند اور ستاروں سے آراستہ کیا تاکہ غور و فکر کرنے والے اس سے اللہ پاک کے واحد اور خالق ہونے پر استدلال کریں اور جان لیں کہ ہر چیز

کو پیدا کرنے والا اور اسے شکل وصورت عطا کرنے والا صرف اللہ پاک ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ پاک نے آسمانِ دنیا کو ہر مردود اور لعین شیطان سے محفوظ رکھا ہے لیکن جو شیطان آسمانوں میں ہونے والی گفتگو چوری کر کے ایک دوسرے کو بتاتے ہیں تو ان کے پیچھے ایک روشن شعلہ پڑ جاتا ہے۔ آیت میں شھاب کا لفظ ہے، شہاب اس ستارے کو کہتے ہیں جو شعلے کی طرح روشن ہوتا ہے اور فرشتے اس سے شیاطین کو مارتے ہیں۔

اس کے اللہ پاک کی وحدانیت پر زمین دلائل دیے جا رہے ہیں، فرمایا کہ ہم نے زمین کو پھیلایا اور ہم نے اس میں مضبوط پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے تا کہ وہ زمین والوں کے ساتھ حرکت نہ کرے۔ ساتھ ہی فرمایا کہ اللہ پاک نے (زمین میں) ہر چیز لوگوں کی ضروریات کے مطابق اندازے سے پیدا فرمائی کیونکہ اللہ پاک وہ مقدار جانتا ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہو اور وہ اس سے نفع حاصل کر سکتے ہوں اس لئے اللہ پاک نے زمین میں اسی مقدار کے مطابق نباتات پیدا فرمائیں۔

آیت 22 اور 23 میں فرمایا کہ بادلوں میں پانی پیدا کرنے اور ان سے بارش نازل کر کے تمہیں سیراب کرنے پر صرف اللہ پاک قادر ہے، اس کے سوا اور کسی کو یہ قدرت حاصل نہیں۔ اس میں اللہ پاک کی قدرت اور بندوں کے عاجز ہونے پر عظیم دلیل ہے۔ مخلوق کو زندگی اور موت عطا کرنا صرف ہمارے ہی دستِ قدرت میں ہے اور تمام مخلوق فنا ہونے والی ہے اور ہم ہی باقی رہنے والے ہیں اور مُلک کی ملکیت کا دعویٰ کرنے والوں کی ملکیت ضائع ہو جائے گی اور سب مالکوں کا مالک یعنی اللہ پاک باقی رہے گا۔

آیت 26 میں انسانوں اور جنوں کی پیدائش کا بیان کہ اللہ پاک نے انسانوں کو مٹی سے پیدا کیا اس سے قبل جنات کو آگ کے شعلے کی لپک سے پیدا کی، اللہ پاک نے فرشتوں کو حکم دیا کہ جب میں انسان کو بناؤں

اور اس میں روح ڈال دوں تو تم اس کے سامنے سجدے میں گرنا، تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہونے سے انکار کر دیا، اور کہنے لگا کہ میں افضل ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے اور انہیں مٹی سے بنایا ہے، اللہ پاک نے فرمایا قیامت تک آسمان وزمین والے تجھ پر لعنت کریں گے اور جب قیامت کا دن آئے گا تو اس لعنت کے ساتھ ہمیشگی کے عذاب میں گرفتار کیا جائے گا جس سے کبھی رہائی نہ ہو گی۔

اپنے مردود اور لعنتی ہونے کے بارے میں سن کر شیطان نے کہا کہ اے میرے رب! مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے دے۔ قیامت کے دن تک مہلت مانگنے سے شیطان کا مطلب یہ تھا کہ وہ کبھی نہ مرے کیونکہ قیامت کے بعد کوئی نہ مرے گا اور قیامت تک کی اُس نے مہلت مانگ ہی لی لیکن اس کی اس دعا کو اللہ پاک نے اس طرح قبول کیا کہ اس سے فرمایا:

بیشک تو ان میں سے ہے جن کو اس معین وقت کے دن تک مہلت دی گئی ہے جس میں تمام مخلوق مر جائے گی اور وہ وقت پہلے نفخہ کا ہے تو شیطان کے مردہ رہنے کی مدت پہلے نفخہ سے دوسرے نفخہ تک چالیس برس ہے اور اس کو اس قدر مہلت دینا اس کے اکرام کے لئے نہیں بلکہ اس کی بلا، شقاوت اور عذاب کی زیادتی کے لئے ہے، اس نے کہا میں تیرے مخلص بندوں کے سوا سب کو گمراہ کر دوں گا اس پر اللہ پاک نے فرمایا کہ یہ وہ راہ ہے جو سیدھی مجھ تک پہنچتی ہے، میرے مخلص بندوں پر تیرا کچھ زور نہیں چلے گا سوائے ان گمراہوں کے جو تیری پیروی کریں گے اور ان تمام لوگوں سے جہنم کا وعدہ ہے جس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لیے ان گمراہ لوگوں میں سے لوگ تقسیم کئے گئے ہیں یعنی لوگ اپنے اعمال کی مناسبت سے جہنم میں داخل کر دیے جائیں گے۔

﴿سورہ نحل﴾

اس سورت میں 16 رکوع اور 128 آیتیں ہیں۔

* وجہ: عربی میں شہد کی مکھی کو ''نحل'' کہتے ہیں۔اس سورت کی آیت نمبر 68 میں اللہ پاک نے شہد کی مکھی کا ذکر فرمایا اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ نحل'' رکھا گیا۔

اس سورت مبارکہ کی بہت پیاری خصوصیت یہ ہے اس میں بڑی کثرت کے ساتھ اللہ پاک کی عظمت، قدرت، حکمت اور وحدانیت پر دلائل دیئے گئے ہیں۔ اگر کثرت سے اس سورت کو سمجھ کر پڑھا جائے تو دل میں اللہ پاک کی محبت اور عظمت کا اضافہ ہوتا ہے۔ نیز اس سورت میں اللہ پاک کی نعمتوں کا بیان بہت کثرت کے ساتھ ہے، اگر ان نعمتوں کے بارے میں بار بار غور کریں تو دل میں شکرِ الٰہی کا جذبہ بیدار ہوگا اور محبتِ الٰہی میں اضافہ ہوگا۔

آیت نمبر 5 سے جانوروں کی پیدائش کا تذکرہ ہے جن میں انسانوں کے لئے کئی طرح کے فوائد ہیں، اللہ پاک نے اونٹ، گائے اور بکریاں وغیرہ جانور پیدا کئے، ان کی کھالوں اور اُون سے تمہارے لیے گرم لباس تیار ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی ان جانوروں میں بہت سے فائدے ہیں جیسے تم ان کی نسل سے دولت بڑھاتے ہو، اُن کے دودھ پیتے ہو، اُن پر سواری کرتے ہو اور تم ان کا گوشت بھی کھاتے ہو۔

اللہ پاک نے فرمایا کہ جانوروں کی جو اقسام بیان کی گئیں ان کے علاوہ ابھی مزید ایسی عجیب وغریب چیزیں اللہ پاک پیدا کرے گا جن کی حقیقت اور پیدائش کی کیفیت تم نہیں جانتے۔ اس میں وہ تمام

چیزیں آ گئیں جو آدمی کے فائدے، راحت و آرام اور آسائش کے کام آتی ہیں اور وہ اس وقت تک موجود نہیں ہوئی تھیں لیکن اللہ پاک کو ان کا آئندہ پیدا کرنا منظور تھا جیسے کہ بحری جہاز، ریل گاڑیاں، کاریں، بسیں، ہوائی جہاز اور اس طرح کی ہزاروں، لاکھوں سائنسی ایجادات۔ اور ابھی آئندہ زمانے میں نہ جانے کیا کیا ایجاد ہوگا لیکن جو بھی ایجاد ہوگا وہ اس آیت میں داخل ہوگا۔

پھر سمندری دنیا کا تعارف کرواتے ہوئے بیان فرمایا کہ بحری جہاز اور کشتیاں پانی میں سفر کرنے اور سامان منتقل کرنے کے بہترین ذرائع ہیں، تمہیں اس سے، مچھلی کا تر و تازہ گوشت اور زیورات بنانے کے لیے موتی اور جواہر بھی فراہم ہوتے ہیں۔ اللہ پاک نے اپنے احسانات اور انعامات کا تذکرہ کر کے فرمایا کہ ہماری نعمتیں بے حساب ہیں اگر تم شمار کرنا چاہو تو بھی نہیں کر سکتے، لہٰذا تم شکر ادا کرو۔

پھر کفار کا تذکرہ فرمایا کہ اگر ان کے یہاں بیٹی کی پیدائش ہوتی ہے تو ان کا چہرہ کالا پڑ جاتا ہے اور وہ غصے سے بھر جاتے ہیں اور بیٹی کی پیدائش کو بری خبر جانتے ہیں اپنی قوم سے چھپتے پھرتے ہیں، اس کو زندہ دفن کر دیتے تھے، اللہ پاک نے ان کی مذمت فرمائی۔

پھر اللہ پاک نے کائناتی شواہد سے توحید و رسالت کے مزید دلائل بیان فرمائے، اللہ پاک کی عظمت و قدرت کی نشانیاں ہر چیز میں موجود ہیں حتّٰی کہ اگر تم اپنے مویشیوں میں بھی غور کرو تو تمہیں غور و فکر کرنے کی بہت سی باتیں مل جائیں گی اور اللہ پاک کی حکمت کے عجائب اور اس کی قدرت کے کمال پر تمہیں آگاہی حاصل ہو جائے گی۔ تم غور کرو کہ ہم تمہیں ان جانوروں کے پیٹوں سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ نکال کر پلاتے ہیں جو پینے والے کے گلے سے آسانی سے اترنے والا ہے، جس میں کسی چیز کی آمیزش کا کوئی شائبہ نہیں حالانکہ حیوان کے جسم میں غذا کا ایک ہی مقام ہے جہاں چارا، گھاس، بھوسہ وغیرہ پہنچتا ہے اور دودھ،

خون گوبر سب اسی غذا سے پیدا ہوتے ہیں اوران میں سے ایک دوسرے سے ملنے نہیں پاتا۔ دودھ میں نہ خون کی رنگت کا شائبہ ہوتا ہے نہ گوبر کی بوکا،نہایت صاف اورلطیف برآمد ہوتا ہے،اس سے اللہ پاک کی حکمت کی عجیب کاریگری کا اِظہار ہے۔

شہد کی مکھی میں غورکرنے کا حکم دیا گیا کہ اسے ہم نے پہاڑوں اوردرختوں میں گھر بنانے کا حکم دیا، پھر ہرقسم کے پھولوں اور پھلوں سے رس چوس کر دوردراز کا سفر طے کر کے اپنے چھتے تک پہنچنے کی سمجھ عطا فرمائی، پھر مکھی کے پیٹ سے مختلف رنگوں اورذائقوں کا شہد نکالا جوانسانوں کے مختلف امراض کے لئے شفااور صحت عطا کرنے والا ہے۔

پھر قرآن کریم کے ہدایت اوررحمت ہونے کا بیان ہےاور بتایا گیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی عدل واحسان کا حکم دیتاہےاورظلم وبےحیائی اور بری باتوں سے دور رہنے کی تلقین فرماتا ہے۔

اگلی آیت میں، وعدے کو پورا کرنے کا حکم دیا گیااورقسمیں کھا کرتوڑنے سے منع فرمایاہےاوردنیوی فائدہ کیلئے قسمیں کھانے کو براقرار دیا گیا۔

پھرکافروں کوسرزنش کی گئی، کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن کریم نازل نہیں ہوا بلکہ انہوں نے خود بنالیاہے،اس کا قرآن نے سختی سے جواب دیا۔

پھرایک حکم بیان ہوا کہ اگرکوئی مسلمان کفار کے ہاتھ چڑھ جائے اور کفارقتل کرنے کی دھمکی دے کرکلمہ کفر کہنے پر مجبورکریں تواسے اکراہ شرعی کہا جاتا ہے،ایسے میں کیا صورت اختیار کی جائے،اس حوالے سے 14احکام ذکر کیے جاتے ہیں۔

1: حالتِ اکراہ میں اگر دل ایمان پر جما ہوا ہو تو کلمۂ کفر کا زبان پر جاری کرنا جائز ہے جب کہ آدمی کو (کسی ظالم کی طرف سے) اپنی جان یا کسی عُضُو کے تلف ہونے کا (حقیقی) خوف ہو۔ (اور اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی دو معنی والی بات کہنے میں گزارا چل سکتا ہو جس سے کفار اپنی مراد لیں اور کہنے والا اس کی درست مراد لے تو ضروری ہے کہ ایسی دو معنی والی بات ہی کہے جبکہ اس طرح کہنا جانتا ہو۔)

2: اگر اس حالت میں بھی صبر کرے اور قتل کر ڈالا جائے تو اسے اجر ملے گا اور وہ شہید ہوگا جیسا کہ حضرت خُبَیب رضی اللہ عنہ نے صبر کیا اور وہ سولی پر چڑھا کر شہید کر ڈالے گئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سیّدُ الشُّہداء فرمایا۔

3: جس شخص کو مجبور کیا جائے اگر اس کا دل ایمان پر جما ہوا نہ ہو تو وہ کلمۂ کفر زبان پر لانے سے کافر ہو جائے گا۔

4: اگر کوئی شخص بغیر مجبوری کے مذاق کے طور پر یا علم نہ ہونے کی وجہ سے کلمۂ کفر زبان پر جاری کرے وہ کافر ہو جائے گا۔

آخر میں خوشخبری سنائی گئی کہ اللہ پاک تقویٰ اور احسان کے حاملین کی ہر قدم پر مدد اور نصرت فرماتا ہے۔

پارہ 15 {سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ}

﴿سورہ بنی اسرائیل﴾

اس سورت میں 12 رکوع اور 111 آیتیں ہیں۔

اس سورۂ مبارکہ کے چند نام ہیں:

سورۂ اِسراء: اسراء کا معنی ہے رات کو جانا، اور اس سورت کی پہلی آیت میں تاجدارِ رسالت صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کے رات کے مختصر حصے میں مکۂ مکرمہ سے بیتُ المقدس جانے کا ذکر ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ اِسراء'' کہتے ہیں۔

سورۂ سبحان: سبحان کا معنی ہے پاک ہونا، اور اس سورت کی ابتداء لفظِ ''سبحان'' سے کی گئی اس مناسبت سے اسے ''سورۂ سبحان'' کہتے ہیں۔

بنی اسرائیل: اسرائیل کا معنی ہے اللہ پاک کا بندہ، یہ حضرت یعقوب علیہ السّلام کا لقب ہے اور آپ علیہ السّلام کی اولاد کو ''بنی اسرائیل'' کہتے ہیں، اس سورت میں بنی اسرائیل کے عروج و زوال اور عزت و ذلت کے وہ اَحوال بیان کئے گئے ہیں جو دیگر سورتوں میں بیان نہیں ہوئے، اس مناسبت سے اس سورت کو 'بنی اسرائیل' کہتے ہیں اور یہی اس کا مشہور نام ہے۔

معراج شریف کے بارے میں سینکڑوں اَحادیث ہیں جن کا ایک مختصر خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

چنانچہ معراج کی رات حضرت جبریل علیہ السّلام بارگاہِ رسالت صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم میں حاضر ہوئے، آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کو معراج کی خوشخبری سنائی اور آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کا مقدس سینہ کھول کر اسے آبِ زمزم سے دھویا، پھر اسے حکمت

وایمان سے بھر دیا۔اس کے بعد تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں براق پیش کی اور انتہائی اِکرام اور احترام کے ساتھ اس پر سوار کرکے مسجدِ اقصیٰ کی طرف لے گئے۔ بیتُ المقدس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام اَنبیاء ومُرسَلین علیہم السلام کی امامت فرمائی۔ پھر وہاں سے آسمانوں کی سیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے باری باری تمام آسمانوں کے دروازے کھلوائے، انبیاء کرام علیہم السلام حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت وملاقات سے مشرف ہوئے، انھوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و تکریم کی اور تشریف آوری کی مبارک بادیں دیں، حتّٰی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سیر فرماتے اور وہاں کے عجائبات دیکھتے ہوئے تمام مُقَرَّبین کی آخری منزل سِدرۃُ المنتہیٰ تک پہنچے۔اس جگہ سے آگے بڑھنے کی چونکہ کسی مقرب فرشتے کو بھی مجال نہیں ہے اس لئے حضرت جبریل امین علیہ السلام آگے ساتھ جانے سے معذرت کرکے وہیں رہ گئے، پھر مقامِ قربِ خاص میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترقیاں فرمائیں اور اس قربِ اعلیٰ میں پہنچے کہ جس کے تَصَوُّر تک مخلوق کے اَفکار وخیالات بھی پرواز سے عاجز ہیں۔ وہاں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خاص رحمت وکرم ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انعاماتِ الٰہیہ اور مخصوص نعمتوں سے سرفراز فرمائے گئے، زمین وآسمان کی بادشاہت اور ان سے افضل وبرتر علوم پائے۔اُمت کے لئے نمازیں فرض ہوئیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض گناہگاروں کی شفاعت فرمائی، جنت ودوزخ کی سیر کی اور پھر دنیا میں اپنی جگہ واپس تشریف لے آئے۔ جب سَرورِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واقعے کی خبریں دیں تو کفار نے اس پر بہت واویلا کیا اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیتُ المقدس کی عمارت کا حال اور ملکِ شام جانے والے قافلوں کی کیفِیَّتیں دریافت کرنے لگ گئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سب کچھ بتادیا اور قافلوں کے جو اَحوال سیّد المرسَلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائے تھے، قافلوں کے آنے پر اُن سب کی تصدیق ہوئی۔

بنی اسرائیل کے بارے میں بیان کیا گیا کہ اللہ پاک نے انہیں تورات میں یہ غیب کی خبر دی تھی کہ تم زمین میں یعنی سرزمینِ شام میں دو مرتبہ فساد کروگے۔ یہ غیب کی خبر پوری ہوئی اور جس طرح اللہ پاک

نے فرمایا تھا ویسے ہی وقوع میں آیا کہ بنی اسرائیل نے فساد کیا،ظلم وبغاوت پر اترے اوراس کا انجام دیکھنے کے بعد پھر سنبھلےلیکن پھر دوبارہ فساد میں مبتلا ہو گئے اور ہر مرتبہ فساد کے نتیجے میں ذلیل ورسوا ہوئے۔آگے اس کی تفصیل بیان ہوئی کہ جب دومرتبہ کےفساد میں سے پہلی مرتبہ کےفساد کا وقت آیا تو فساد کی صورت یہ بنی کہ انہوں نے توریت کے احکام کی مخالفت کی اور گناہ کے کاموں میں پڑ گئے اور حرام چیزوں کے مُرتکب ہونے لگے حتّٰی کہ انہوں نے اللہ پاک کے نبی کوشہید کیا اور جب بنی اسرائیل نے یہ فساد کیا تو اللہ پاک نے ان پر بہت زوروقوت والے لشکروں کو مُسَلَّط کردیا تاکہ وہ انہیں لوٹیں اور انہیں قتل کریں،قید کریں (اور ذلیل ورسوا کریں۔) چنانچہ ان مسلط کئے جانے والے لشکروں نے بنی اسرائیل کے علماء کوقتل کیا، توریت کوجلایا،مسجد اقصیٰ کو ویران کیا اور ستر ہزار افراد کوگرفتار کیا۔یہ مسلط کئے جانے والے لشکر کون سے تھے، اس بارے میں مختلف اَقوال ہیں البتہ ان میں سے جس نے بنی اسرائیل کو بدترین طریقے سے ہزیمت سے دوچار کیا وہ بخت نصر تھا جس نے انہیں تہس نہس کرکے چھوڑا اور یوں وعدہ الٰہی پورا ہوا۔

پھر بتایا گیا کہ ہم نے ہر انسان کا اعمال نامہ اسکے گلے میں لٹکا دیا ہے یعنی اللہ کی قضاء اور قدر جو طے ہے وہ ہو کر رہے گی اور قیامت کے دن انکا اعمال نامہ ایک کھلی ہوئی کتاب کی صورت میں ہوگا،بندے سے کہا جائے گا اعمال نامہ پڑھو،آج تم ہی اپنا حساب کرنے کے لئے کافی ہو،جس نے ہدایت کواختیار کیا اسکا فائدہ اسی کو پہنچے گا اور جس نے گمراہی کو اختیار کیا اسکا وبال بھی اسی پر آئے گا اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک حجّت کومکمل نہ کردیں یعنی جب تک رسول کو نہ بھیج دیں۔

کوئی جان کسی جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی یعنی کوئی کافر کسی کافر کے کام نہیں آئے گا،لیکن مسلمانوں کے لیے قیامت کے دن شفاعت ہے،مسلمان ایک دوسرے کی شفاعت کردیں گے۔

اس کے بعد والی 16 آیات میں اللہ پاک نے تقریباً 25 کاموں کا حکم دیا ہے۔ آیت کے ابتدائی حصے کا معنی یہ ہے کہ تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ تم اللہ پاک کی عبادت میں اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہیں جو کام کرنے کا اللہ پاک نے حکم دیا انہیں کرو اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے بچو۔ اس میں سیّدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار، ان سے محبت اور ان کی تعظیم کرنا بھی داخل ہیں

اپنی عبادت کا حکم دینے کے بعد اس کے ساتھ ہی ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا، اس میں حکمت یہ ہے کہ انسان کے وجود کا حقیقی سبب اللہ پاک کی تخلیق اور اِیجاد ہے جبکہ ظاہری سبب اس کے ماں باپ ہیں اس لئے اللہ پاک نے پہلے انسانی وجود کے حقیقی سبب کی تعظیم کا حکم دیا، پھر اس کے ساتھ ظاہری سبب کی تعظیم کا حکم دیا۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ تم اپنے والدین کے ساتھ انتہائی اچھے طریقے سے نیک سلوک کرو کیونکہ جس طرح والدین کا تم پر احسان بہت عظیم ہے تو تم پر لازم ہے کہ تم بھی ان کے ساتھ اسی طرح نیک سلوک کرو۔ مزید حکم دیا کہ والدین کے ساتھ نرمی اور عاجزی کے ساتھ پیش آؤ اور ہر حال میں ان کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کرو کیونکہ اُنہوں نے تیری مجبوری کے وقت تجھے محبت سے پرورش کیا تھا اور جو چیز اُنہیں درکار ہو وہ اُن پر خرچ کرنے میں دریغ نہ کرو۔

حقوقِ والدین کے بیان کے آخر میں فرمایا کہ ان کیلئے دعا کرو۔ گویا یہ فرمایا گیا کہ دنیا میں بہتر سے بہترین سلوک اور خدمت میں کتنا بھی مبالغہ کرلیا جائے لیکن والدین کے احسان کا حق ادا نہیں ہوتا، اس لئے بندے کو چاہیے کہ بارگاہِ الٰہی میں اُن پر فضل و رحمت فرمانے کی دعا کرے اور عرض کرے کہ یا رب! میری خدمتیں اُن کے احسان کی جزا نہیں ہوسکتیں تو اُن پر کرم کر کہ اُن کے احسان کا بدلہ ہو۔

پھر روزی کی کمی کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنے کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کے تمہاری روزی بھی اللہ کے

ذِمّے کرم پر ہے اور تمہاری اولاد کی روزی بھی اللہ ہی کے ذِمّے کرم پر ہے۔ پھر گناہوں سے بچنے کا حکم دیا گیا کہ زنا سے بچو، ناحق قتل نہ کرو، یتیم کا مال ناحق نہ کھاؤ، عہد شکنی نہ کرو، ناپ تول میں کمی نہ کرو، بغیر تحقیق کے کسی بات کو نقل نہ کرو، زمین پر متکبرانہ انداز میں نہ چلو، یہ سب برائی کے ناپسندیدہ کام ہیں، ہم ہر بات مختلف انداز میں بیان فرماتے ہیں، تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں، مگر یہ لوگ حق سے اور بھی دور ہوتے چلے جا رہے ہیں،

پھر فرمایا گیا کہ آسمان و زمین کی چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبح کو نہیں سمجھتے۔

آیت 78 میں فرمایا نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک۔ اس دورانیے میں چار نمازیں آگئیں: ظہر، عصر، مغرب، عشاء، کیونکہ یہ چاروں نمازیں سورج ڈھلنے سے رات گئے تک پڑھی جاتی ہیں۔ مزید فرمایا کہ صبح کا قرآن قائم رکھو، اس سے نمازِ فجر مراد ہے، ساتھ ہی قرآن پاک کی تلاوت کرنے، تہجد کا اہتمام کرنے کی ترغیب ارشاد فرمائی گئی۔

انہی آیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود عطا کیے جانے کی بشارت ہے، پھر بتایا گیا کہ حق آنے پر باطل زائل ہو جایا کرتا ہے، قرآن کریم کو مومنین کے لیے شفاء و رحمت فرمایا گیا۔

آگے فرمایا کہ ساری دنیا کے انسان و جِنّات مل کر بھی قرآن کریم جیسا کلام بنانے پر بھی قادر نہیں ہو سکتے، پھر موسی علیہ السلام کا فرعون کے ساتھ ہونے والا مکالمہ ذکر کیا گیا جس کو پہلے بھی بیان کیا گیا، اور انہیں عطا کی جانے والی نشانیوں کا مختصرا تذکرہ کیا گیا۔ پھر مشرکین مکہ جو اعتراض کرتے تھے اس کا جواب دیا گیا، ایک بار سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل سجدہ کیا اور اپنے سجدہ میں یا اللہ یا رحمن فرماتے رہے۔

ابوجہل نے سنا تو کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہمیں تو کئی معبودوں کے پوجنے سے منع کرتے ہیں اور خوددو کو پکارتے ہیں، اللہ کو اور رحمٰن کو (معاذ اللہ) اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا اللہ اور رحمٰن دونام ایک ہی معبودِ برحق کے ہیں خواہ کسی نام سے پکارو، اس کے بہت سے نام ہیں اور سب نام اچھے ہیں جیسے اللہ پاک کے ننانوے نام معروف ہیں اور حقیقتاً اس سے بھی زیادہ نام ہیں جن کے معنی بہت پاکیزہ ہیں۔

﴿سورہ کہف﴾

یہ سورت مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 12 رکوع اور 110 آیتیں ہیں۔

✻ **وجہ:** کہف کا معنی ہے پہاڑی غار، اور اس سورت کی آیت نمبر 9 تا 26 میں اصحابِ کہف یعنی پہاڑی غار والے چند اولیاءِ کرام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ کہف'' رکھا گیا۔

✻ **فضیلت:** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **''جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرے گا تو آئندہ جمعے تک اس کے لئے خاص نور کی روشنی رہے گی۔**

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات یاد کرے گا وہ دجال (کے فتنے) سے محفوظ رہے گا۔

✻ اصحاب کہف کا واقعہ:

چنانچہ مفسرین کے بیان کے مطابق اصحابِ کہف اُفسُوس نامی ایک شہر کے شُرفاء و معززین میں سے ایماندار لوگ تھے۔ان کے زمانے میں دقیانوس نامی ایک بڑا جابر بادشاہ تھا جو لوگوں کو بت پرستی پر

مجبور کرتا اور جو شخص بھی بت پرستی پر راضی نہ ہوتا اسے قتل کرڈالتا تھا۔ دقیانوس بادشاہ کے جَبر و ظلم سے اپنا ایمان بچانے کے لئے اصحابِ کہف بھاگے اور قریب کے پہاڑ میں غار کے اندر پناہ گزین ہوئے، وہاں سو گئے اور تین سو برس سے زیادہ عرصہ تک اسی حال میں رہے۔ بادشاہ کو جستجو سے معلوم ہوا کہ وہ ایک غار کے اندر ہیں تو اس نے حکم دیا کہ غار کو ایک سنگین دیوار کھینچ کر بند کردیا جائے تاکہ وہ اس میں مر کررہ جائیں اور وہ ان کی قبر ہوجائے، یہی ان کی سزا ہے۔ حکومتی عملے میں سے یہ کام جس کے سپرد کیا گیا وہ نیک آدمی تھا، اس نے ان اصحاب کے نام، تعداد اور پورا واقعہ رانگ کی تختی پر کَنْدَہ کرا کر تانبے کے صندوق میں دیوار کی بنیاد کے اندر محفوظ کردیا اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اسی طرح ایک تختی شاہی خزانہ میں بھی محفوظ کرادی گئی۔ کچھ عرصہ بعد دقیانوس ہلاک ہوا، زمانے گزرے، سلطنتیں بدلیں یہاں تک کہ ایک نیک بادشاہ فرمانروا ہوا جس کا نام بیدروس تھا اور اس نے 68 سال حکومت کی۔ اس کے دورِ حکومت میں ملک میں فرقہ بندی پیدا ہوئی اور بعض لوگ مرنے کے بعد اٹھنے اور قیامت آنے کے منکر ہوگئے۔ بادشاہ ایک تنہا مکان میں بند ہوگیا اور اس نے گریہ وزاری سے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ یارب! کوئی ایسی نشانی ظاہر فرما جس سے مخلوق کو مُردوں کے اٹھنے اور قیامت آنے کا یقین حاصل ہوجائے۔ اسی زمانہ میں ایک شخص نے اپنی بکریوں کے لئے آرام کی جگہ حاصل کرنے کے واسطے اسی غار کو تجویز کیا اور (کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر) دیوار کو گرادیا۔ دیوار گرنے کے بعد کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ گرانے والے بھاگ گئے۔ اصحابِ کہف اللہ پاک کے حکم سے فرحاں وشاداں اُٹھے، چہرے شگفتہ، طبیعتیں خوش، زندگی کی تروتازگی موجود۔ ایک نے دوسرے کو سلام کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہوگئے، نماز سے فارغ ہوکر یملیخا سے کہا کہ آپ جائیے اور بازار سے کچھ کھانے کو بھی لائیے اور یہ بھی خبر لائیے کہ دقیانوس بادشاہ کا ہم لوگوں کے بارے میں کیا ارادہ ہے۔ وہ بازار گئے تو انہوں نے شہر پناہ کے دروازے پر اسلامی علامت دیکھی اور وہاں نئے نئے لوگ پائے، یہ دیکھ کر انہیں تعجب ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ کل تک تو کوئی شخص اپنا ایمان ظاہر نہیں کرسکتا تھا جبکہ آج اسلامی علامتیں شہر پناہ پر ظاہر ہیں۔ پھر کچھ دیر بعد آپ تندور والے کی دوکان پر گئے اور کھانا

خریدنے کے لئے اسے دقیانوسی سکے کا روپیہ دیا جس کا رواج صدیوں سے ختم ہو گیا تھا اور اسے دیکھنے والا بھی کوئی باقی نہ رہا تھا۔ بازار والوں نے خیال کیا کہ کوئی پرانا خزانہ ان کے ہاتھ آ گیا ہے، چنانچہ وہ انہیں پکڑ کر حاکم کے پاس لے گئے، وہ نیک شخص تھا، اس نے بھی ان سے دریافت کیا کہ خزانہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا خزانہ کہیں نہیں ہے۔ یہ روپیہ ہمارا اپنا ہے۔ حاکم نے کہا:

یہ بات کسی طرح قابلِ یقین نہیں، کیونکہ اس میں جو سال لکھا ہوا ہے وہ تین سو برس سے زیادہ کا ہے اور آپ نوجوان ہیں، ہم لوگ بوڑھے ہیں، ہم نے تو کبھی یہ سکہ دیکھا ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا: میں جو دریافت کروں وہ ٹھیک ٹھیک بتاؤ تو عُقدہ حل ہو جائے گا۔ یہ بتاؤ کہ دقیانوس بادشاہ کس حال وخیال میں ہے؟ حاکم نے کہا، آج روئے زمین پر اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں، سینکڑوں برس پہلے ایک بے ایمان بادشاہ اس نام کا گزرا ہے۔ آپ نے فرمایا: کل ہی تو ہم اس کے خوف سے جان بچا کر بھاگے ہیں اور میرے ساتھی قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر پناہ گزین ہیں، چلو میں تمہیں ان سے ملا دوں، حاکم اور شہر کے سردار اور ایک کثیر مخلوق ان کے ہمراہ غار کے کنارے پہنچ گئے۔ اصحابِ کہف یملیخا کے انتظار میں تھے، جب انہوں نے کثیر لوگوں کے آنے کی آواز سنی تو سمجھے کہ یملیخا پکڑے گئے اور دقیانوسی فوج ہماری جستجو میں آ رہی ہے۔ چنانچہ وہ اللہ پاک کی حمد میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں شہر کے لوگ پہنچ گئے اور یملیخا نے بقیہ حضرات کو تمام قصہ سنایا، ان حضرات نے سمجھ لیا کہ ہم اللہ پاک کے حکم سے اتنا طویل زمانہ سوئے رہے اور اب اس لئے اٹھائے گئے ہیں کے لوگوں کے لئے موت کے بعد زندہ کئے جانے کی دلیل اور نشانی بنیں۔ جب حاکمِ شہر غار کے کنارے پہنچا تو اس نے تانبے کا صندوق دیکھا، اس کو کھلوایا تو تختی برآمد ہوئی، اس تختی میں اُن اصحاب کے اَسماء اور اُن کے کتے کا نام لکھا تھا، یہ بھی لکھا تھا کہ یہ جماعت اپنے دین کی حفاظت کے لئے دقیانوس کے ڈر سے اس غار میں پناہ گزین ہوئی، دقیانوس نے خبر پا کر ایک دیوار سے انہیں غار میں بند کر دینے کا حکم دیا، ہم یہ حال اس لئے لکھتے ہیں تا کہ جب کبھی یہ غار کھلے تو لوگ ان کے حال

پر مطلع ہو جائیں۔ یہ تختی پڑھ کر سب کو تعجب ہوا اور لوگ اللہ پاک کی حمد و ثناء بجالائے کہ اس نے ایسی نشانی ظاہر فرمادی جس سے موت کے بعد اٹھنے کا یقین حاصل ہوتا ہے۔ حاکمِ شہر نے اپنے بادشاہ بید روس کو واقعہ کی اطلاع دی، چنانچہ بادشاہ بھی بقیہ معززین اور سرداروں کو لے کر حاضر ہوا اور شکرِ الٰہی کا سجدہ بجالایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی۔ اصحابِ کہف نے بادشاہ سے مُعانقہ کیا اور فرمایا ہم تمہیں اللہ پاک کے سپرد کرتے ہیں۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ پاک تیری اور تیرے ملک کی حفاظت فرمائے اور جن واِنس کے شر سے بچائے۔ بادشاہ کھڑا ہی تھا کہ وہ حضرات اپنے خواب گاہوں کی طرف واپس ہو کر مصروفِ خواب ہوئے اور اللہ پاک نے انہیں وفات دیدی، بادشاہ نے سال کے صندوق میں ان کے اَجساد کو محفوظ کیا اور اللہ پاک نے رُعب سے ان کی حفاظت فرمائی کہ کسی کی مجال نہیں کہ وہاں پہنچ سکے۔ بادشاہ نے سرِ غار مسجد بنانے کا حکم دیا اور ایک خوشی کا دن معین کر دیا کہ ہر سال لوگ عید کی طرح وہاں آیا کریں۔

آیت نمبر 32 سے ایک مسلمان اور ایک کافر کا حال بیان کیا ہے اور ہر کافر و مومن دونوں کو دعوتِ فکر دی ہے کہ اس واقعے میں غور کر کے اپنا اپنا انجام سمجھیں۔ چنانچہ فرمایا کہ ان دو مردوں کا حال یہ ہے ان میں سے ایک آدمی یعنی کافر کیلئے اللہ پاک نے انگوروں کے دو باغ بنا دیئے اور ان دونوں باغوں کو کھجوروں سے ڈھانپ دیا اور ان کے درمیان میں کھیتی بھی بنا دی یعنی اُنہیں نہایت بہترین ترتیب کے ساتھ مُرتّب کیا۔ آس پاس سبز باغ ہو اور بیچ میں ہرا بھرا کھیت ہو تو دیکھنے میں بہت ہی خوشنما معلوم ہوتا ہے اور اس سے مالک اپنی تمام ضروریات پوری کر لیتا ہے، کھیت سے غذا اور باغ سے پھل حاصل ہوتے ہیں۔

دونوں باغوں نے اپنے اپنے پھل دیدیئے اور اس میں کچھ کمی نہ کی اور دونوں کے بیچ اللہ پاک نے ایک نہر جاری کر دی۔ یعنی کھجور اور انگور، دونوں باغوں میں ہی خوب بہار آئی، پھل خوب لگے جبکہ باغ کے بیچ میں موجود نہر نے باغ کی خوبصورتی اور زینت میں بھی اضافہ کر دیا اور وہ باغ کے تر و تازہ رہنے کا باعث بھی ہوئی۔

مزید فرمایا کہ اس باغ والے کافر آدمی کے پاس باغ کے علاوہ اور بھی بہت سا مال واَسباب جیسے سونا، چاندی وغیرہ ہر قسم کا مال تھا تو وہ اپنے مسلمان ساتھی سے اتراتے ہوئے اور اپنے مال پر فخر کرتے ہوئے کہنے لگا اور وہ اس سے فخر وغرور کی باتیں کرتا رہتا تھا۔ کہنے لگا کہ میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور افراد کے اعتبار سے زیادہ طاقتور ہوں یعنی میرا کنبہ قبیلہ بڑا ہے اور ملازم، خدمت گار، نوکر چاکر بھی میرے پاس بہت ہیں۔ پھر اس کافر کی غافلانہ باتوں کی ابتداء ہوتی ہے چنانچہ وہ باغات کا مالک مسلمان کا ہاتھ پکڑ کر اس کو ساتھ لے کر باغ میں گیا، وہاں اسے فخریہ طور پر ہر طرف لے کر پھرا اور مسلمان کو ہر ہر چیز دکھائی اور پھر باغ کی زینت وزیبائش اور رونق وبہار دیکھ کر مغرور ہو گیا اور کہنے لگا: میں گمان نہیں کرتا کہ یہ باغ کبھی فنا ہو گا یعنی ساری عمر مجھے پھل دیتا رہے گا۔ باغ کے کافر مالک نے کہا کہ مجھے تو اس بات کا گمان بھی نہیں ہے کہ قیامت قائم ہو گی جیسے تیرا گمان ہے بلکہ مجھے یقین ہے کہ قیامت نہ آئے گی اور اگر بالفرض قیامت آ بھی گئی تو مجھے آخرت میں بھی اس دنیوی باغ سے بہتر باغ دیا جائے گا کیونکہ دنیا میں بھی میں نے بہترین جگہ پائی ہے۔

سب باتیں سن کر اس کافر کے مسلمان ساتھی نے اس کی فخر وغرور کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے کہا: کیا تو اس خداوندِ قدوس کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا، پھر نطفہ سے اور پھر تجھے بالکل صحیح مرد بنا دیا یعنی اس نے تجھے عقل وبلوغ، قوت وطاقت عطا کی اور تو سب کچھ پا کر کافر ہو گیا۔ لہٰذا تو اس کو مان یا نہ مان لیکن میں تو یہی کہتا ہوں کہ وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب قدیر کا شریک نہیں کرتا۔

مسلمان نے اس کافر کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ ایسا کیوں نہ ہوا کہ تو اس سارے باغ اور اَسباب پر اللہ پاک کی قدرت ونعمت کا معترف ہوتا اور اگر تو باغ دیکھ کر ماشاء اللہ کہتا اور اعتراف کرتا کہ یہ باغ اور اُس کے تمام مَحاصل ومَنافع اللہ پاک کی مَشِیَّت اور اس کے فضل وکرم سے ہیں اور سب کچھ اس کے اختیار میں ہے، چاہے اس کو آباد رکھے اور چاہے ویران کرے، ایسا کہتا تو یہ تیرے حق میں بہتر ہوتا۔ اگر تو مجھے اپنے مقابلے میں مال اور اولاد میں کم سمجھ رہا تھا اور اس وجہ سے تکبر میں مبتلا تھا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا تھا تو

تو نے ایسا کیوں نہیں کہا جو اوپر بیان ہوا۔مسلمان نے مزید کہا کہ قریب ہے یعنی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ میرا رب عَزَّوَجَلَّ مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرما دے اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں گرا دے تو وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے کہ اس میں سبزہ کا نام ونشان باقی نہ رہے اور اپنی زندگی ہی میں تو اس باغ کو برباد ہوتا ہوا دیکھے اور کفِ افسوس ملتا رہ جائے یا اس باغ کا پانی زمین میں دھنس جائے اور نیچے چلا جائے کہ کسی طرح نکالا نہ جاسکے۔اس کافر کے باغ پر عذاب آگیا اور باغ کے ساتھ ساتھ اس کے دیگر ہر طرح کے مال واَسباب پھل ہلاکت میں گھیر لیے گئے اور باغ بالکل ویران ہو گیا تو وہ حسرت کے ساتھ ان اخراجات پر اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا جو اس نے باغ کی دیکھ بھال میں خرچ کئے تھے اور وہ باغ اپنی چھتوں کے بل اوندھے منہ گر گیا، پھر اس حال کو پہنچ کر اسے مومن کی نصیحت یاد آئی اور وہ سمجھا کہ یہ اُس کے کفر وسرکشی کا نتیجہ ہے اور اس وقت وہ کہنے لگا کہ اے کاش! میں نے اپنے رب قدیر کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا، آیت کے آخر میں اس واقعے کا سبق بیان فرمایا ہے کہ یہاں پتہ چلتا ہے اور ایسے حالات میں معلوم ہوتا ہیکہ تمام اختیارات اللہ پاک کے دستِ قدرت میں ہیں۔وہی چاہے تو پھلوں سے لدے ہوئے باغات عطا فرما دے اور وہ چاہے تو ایک لمحے میں سب کچھ تہس نہس کر دے۔

آیت نمبر 60 سے موسی اور خِضر علیہما السلام کا دلچسپ واقعہ بیان ہوا ہے،حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس علم سیکھنے کے لئے جانے والے قصے کو بیان کیا گیا ہے۔آیت میں جن کا ذکر ہے وہ مشہور پیغمبر اور جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں،انہیں اللہ پاک نے تورات اور کثیر معجزات عطا فرمائے تھے۔حضرت موسیٰ کے خادم کا نام حضرت یوشع بن نون ہے،یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدمت وصحبت میں رہتے اور آپ علیہ السلام سے علم حاصل کرتے تھے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع ہی آپ کے ولی عہد بنے۔آیت میں مذکور واقعے کا پسِ منظر یہ ہے کہ ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی جماعت میں بہت شاندار وعظ فرمایا،اس کے بعد کسی نے پوچھا کہ آپ سے بڑا عالم بھی کوئی ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:نہیں۔

اللہ پاک نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ ''اے موسیٰ! علیہ السلام تم سے بڑے عالم حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔آپ علیہ السلام نے اللہ پاک سے ان کا پتہ پوچھا تو ارشاد فرمایا: مَجمعِ بَحرَین میں رہتے ہیں، وہاں کی نشانی یہ بتائی، کہ جہاں بھنی مچھلی زندہ ہو کر دریا میں چلی جائے اور پانی میں سرنگ بن جائے،
وہاں حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے فرمایا: میں مسلسل سفر میں رہوں گا جب تک کہ مشرق کی جانب دوسمندروں یعنی بحرِ فارس اور بحرِ روم کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں یا اگر وہ جگہ دور ہو تو مدتوں تک چلتا رہوں گا ۔پھر یہ حضرات روٹی اور نمکین بھنی مچھلی زنبیل میں توشہ کے طور پر لے کر روانہ ہوئے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یوشع بن نون علیہ السلام دوسمندروں کے ملنے کی جگہ پہنچے، وہاں ایک پتھر کی چٹان اور چشمۂ حیات تھا۔اس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آرام فرمایا اور حضرت یوشع علیہ السلام وضو کرنے لگے۔اسی دوران بھنی ہوئی مچھلی زنبیل میں زندہ ہوگئی اور تڑپ کر دریا میں گری، اس پر سے پانی کا بہاؤ رک گیا اور ایک محراب سی بن گئی۔حضرت یوشع علیہ السلام یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو حضرت یوشع علیہ السلام کو ان سے مچھلی کا واقعہ ذکر کرنا یاد نہ رہا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ اپنی مچھلی بھول گئے اور اس مچھلی نے سمندر میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنالیا۔ جب وہ دونوں اس جگہ سے گزر گئے اور چلتے رہے یہاں تک کہ دوسرے روز کھانے کا وقت آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے فرمایا: ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بیشک ہمیں اپنے اس سفر سے بڑی مشقت کا سامنا ہوا ہے۔تھکان بھی ہے بھوک کی شدت بھی ہے۔اور یہ بات جب تک مَجْمَعُ الْبَحْرَیْن پہنچے تھے پیش نہ آئی تھی اور جب منزلِ مقصود سے آگے بڑھ گئے تو تھکن اور بھوک معلوم ہوئی،
اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ وہ مچھلی یاد کریں اور اس کی طلب میں منزلِ مقصود کی طرف واپس ہوں ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یہ فرمانے پر خادم نے معذرت کی۔

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

''مچھلی کا جانا ہی تو ہمارے مقصد حاصل ہونے کی علامت ہے۔جن کی طلب میں ہم چلے ہیں ان کی ملاقات وہیں ہوگی۔ چنانچہ پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات کی پیروی کرتے ہوئے واپس لوٹے۔ جب وہ دونوں بزرگ واپس اسی جگہ پہنچے تو وہاں انہوں نے اللہ پاک کے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جو چادر اوڑھے آرام فرما رہا تھا۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

(ان کا مکالمہ اگلے پارے کے ساتھ بیان کیا جائے گا)

پارہ 16 {قَالَ اَلَمۡ}

پارہ 15 کے خلاصے کے آخر میں بیان کیا گیا تھا کہ موسی خضر علیہ السلام کے پاس پہنچے تھے، اوران کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی جو 15 ویں پارے کے آخر سے شروع ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا: کیا اس شرط پر میں آپ کے ساتھ رہوں کہ آپ مجھے وہ درست بات سکھا دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کی وجہ خود ہی بیان فرمادی اور فرمایا ''اور آپ اس بات پر کس طرح صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں اور ظاہر میں وہ منع ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے تو آپ میرے کسی ایسے عمل کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرنا جو آپ کی نظر میں ناپسندیدہ ہو جب تک میں خود آپ کے سامنے اس کا ذکر نہ کر دوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کشتی کی تلاش میں ساحل کے کنارے چلنے لگے۔ جب ان کے پاس سے ایک کشتی گزری تو کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان کر بغیر معاوضہ کے سوار کر لیا، جب کشتی سمندر کے بیچ میں پہنچی تو حضرت خضر علیہ السلام نے کلہاڑی کے ذریعے اس کا ایک تختہ یا دو تختے اکھاڑ ڈالے۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام خاموش نہ رہ سکے اور فرمایا: کیا تم نے اس کشتی کو اس لیے چیر دیا تا کہ کشتی والوں کو غرق کر دو، بیشک یہ تم نے بہت برا کام کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے فرمایا: کیا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت فرمائی کہ میں آپ سے کیا وعدہ بھول گیا تھا لہٰذا اس پر میرا مواخذہ نہ کریں۔

کشتی سے اتر کر وہ دونوں چلے اور ایک ایسے مقام پر گزرے جہاں لڑکے کھیل رہے تھے۔ وہاں انہیں ایک لڑکا ملا جو کافی خوبصورت تھا اور حدِ بلوغ کو نہ پہنچا تھا۔ بعض مفسرین نے کہا وہ لڑکا جوان تھا اور رہزنی کیا کرتا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر نہ رہا گیا اور آپ نے فرمایا: کیا تم نے کسی جان کے بدلے کے بغیر ایک پاکیزہ جان جس کا کوئی گناہ ثابت نہ تھا کو قتل کر دیا؟ بیشک تم نے بہت ناپسندیدہ کام کیا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے فعل پر کلام فرمایا تو آپ علیہ السلام نے کہا: اے موسیٰ! علیہ السلام، میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔ حضرت خضر علیہ السلام کی بات کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر اس مرتبہ کے بعد میں آپ سے کسی شے کے بارے میں سوال کروں تو پھر مجھے اپنا ساتھی نہ رکھنا اگرچہ میں آپ کے ساتھ رہنے کا تقاضا کروں اور جب میں تیسری بار ایسا کروں تو بیشک اس صورت میں میری طرف سے آپ کے ساتھ نہ رہنے میں آپ کا عذر پورا ہو چکا۔

اس گفتگو کے بعد حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام چلنے لگے یہاں تک کہ جب ایک بستی والوں کے پاس آئے تو ان حضرات نے اس بستی کے باشندوں سے کھانا مانگا، انہوں نے ان دونوں کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی جو گرنے والی تھی تو حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک سے اسے سیدھا کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اگر آپ چاہتے تو اس دیوار کو سیدھی کرنے پر کچھ مزدوری لے لیتے کیونکہ یہ ہماری حاجت کا وقت ہے اور بستی والوں نے ہماری کچھ مہمان نوازی نہیں کی، اس لئے ایسی حالت میں ان کا کام بنانے پر اجرت لینا مناسب تھا۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تیسری مرتبہ اپنے فعل پر کلام سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے فرمایا

یہ میری اور آپ علیہ السلام کی جدائی کا وقت ہے۔ اب میں جدا ہونے سے پہلے آپ علیہ السلام کو ان باتوں کا اصل مطلب بتاؤں گا جن پر آپ علیہ السلام صبر نہ فرما سکے اور اُن کے اندر جو راز تھے ان کا اظہار کر دوں گا۔

حضرت خضر علیہ السلام ے اپنے افعال کی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا ''وہ جو میں نے کشتی کا تختہ اکھاڑا تھا، اس سے میرا مقصد کشتی والوں کو ڈبو دینا نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کشتی دس مسکین بھائیوں کی تھی، ان میں پانچ تو اپاہج تھے جو کچھ نہیں کر سکتے تھے اور پانچ تندرست تھے جو دریا میں کام کرتے تھے اور اسی پر ان کے روزگار کا دارومدار تھا۔ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا اور انہیں واپسی میں اس کے پاس سے گزرنا تھا، کشتی والوں کو اس کا حال معلوم نہ تھا اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ہر صحیح سلامت کشتی کو زبردستی چھین لیتا اور اگر عیب دار ہوتی تو چھوڑ دیتا تھا اس لئے میں نے اس کشتی کو عیب دار کر دیا تا کہ وہ ان غریبوں کے لئے بچ جائے۔

اپنے دوسرے فعل کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ لڑکا جسے میں نے قتل کیا تھا، اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ بڑا ہو کر انہیں بھی سرکشی اور کفر میں ڈال دے گا اور وہ اس لڑکے کی محبت میں دین سے پھر جائیں اور گمراہ ہو جائیں گے، اس لئے ہم نے چاہا کہ ان کا رب اس لڑکے سے بہتر، گناہوں اور نجاستوں سے پاک اور ستھرا اور پہلے سے زیادہ اچھا لڑکا عطا فرمائے جو والدین کے ساتھ ادب سے پیش آئے، ان سے حسنِ سلوک کرے اور ان سے دلی محبت رکھتا ہو۔ حضرت خضر علیہ السلام کا یہ اندیشہ اس سبب سے تھا کہ وہ اللہ پاک کے خبر دینے کی وجہ سے اس لڑکے کے باطنی حال کو جانتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ ہمارے زمانے میں اگر کوئی ولی کسی کے ایسے باطنی حال پر مطلع ہو جائے کہ یہ آگے جا کر کفر اختیار کر لے گا اور دوسروں کو کافر بھی بنا دے گا اور اس کی موت بھی حالتِ کفر میں ہوگی تو وہ ولی اس بنا پر اسے قتل نہیں کر سکتا، اللہ پاک نے انہیں اس کے بدلے ایک مسلمان لڑکا عطا کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ پاک نے انہیں ایک بیٹی عطا کی جو ایک نبی علیہ السلام کے نکاح میں آئی اور اس سے نبی علیہ السلام پیدا ہوئے جن کے ہاتھ پر اللہ پاک نے ایک اُمت کو ہدایت دی۔

حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے تیسرے فعل یعنی دیوار سیدھی کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا

''اور بہرحال دیوار کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی جن کے نام اصرم اور صریم تھے اور اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو اللہ پاک نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اُن کی عقل کامل ہوجائے اور وہ قوی و توانا ہوجائیں اور اپنا خزانہ نکالیں یہ سب اللہ پاک کی رحمت سے ہے اور جو کچھ میں نے کیا وہ میری اپنی مرضی سے نہ تھا بلکہ اللہ پاک کے حکم سے تھا۔ یہ ان باتوں کا اصل مطلب ہے جس پر آپ علیہ السلام صبر نہ کر سکے۔

اس کے بعد حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ کے سفر کا تذکرہ ہے۔

حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ کے سفر کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ انہوں نے کتابوں میں دیکھا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی اولاد میں سے ایک شخص چشمۂ حیات سے پانی پیئے گا اور اس کو موت نہ آئے گی۔ یہ دیکھ کر وہ چشمۂ حیات کی طلب میں مغرب و مشرق کی طرف روانہ ہوئے، اس سفر میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام بھی تھے، وہ تو چشمۂ حیات تک پہنچ گئے اور انہوں نے اس میں سے پی بھی لیا مگر حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ کے مقدر میں نہ تھا اس لئے انہوں نے وہ چشمہ نہ پایا۔ اس سفر میں مغرب کی جانب روانہ ہوئے تو جہاں تک آبادی ہے وہ سب منزلیں طے کر ڈالیں اور مغرب کی سمت میں وہاں تک پہنچے جہاں آبادی کا نام و نشان باقی نہ رہا، وہاں انہیں سورج غروب ہوتے وقت ایسا نظر آیا گویا کہ وہ سیاہ چشمہ میں ڈوبتا ہے جیسا کہ دریائی سفر کرنے والے کو پانی میں ڈوبتا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ نے اس چشمے کے پاس ہی ایک ایسی قوم کو پایا جو شکار کئے ہوئے جانوروں کے چمڑے پہنے تھے، اس کے سوا اُن کے بدن پر اور کوئی لباس نہ تھے اور دریائی مردہ جانور اُن کی غذا تھے۔ یہ لوگ کافر تھے۔ اللہ پاک نے اِلہام کے طور پر فرمایا: اے ذوالقرنین! یا تو تُو انہیں سزا دے اور اُن میں سے جو اسلام میں داخل نہ ہو اس کو قتل کردے یا اگر وہ ایمان لائیں تو ان کے بارے میں بھلائی اختیار کر اور انہیں اَحکامِ شرع کی تعلیم دے۔

حضرت ذوالقرنین نے اللہ پاک کی طرف سے حکم ملنے کے بعد کہا ’’بہرحال جس نے کفرو شرک اختیار کیا اور میری دعوت کو ٹھکرا کر ایمان نہ لایا تو عنقریب ہم اسے قتل کر دیں گے، یہ تو اس کی دُنیوی سزا ہے، پھر وہ قیامت کے دن اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے جہنم کا بہت برا عذاب دے گا اور جو ایمان لایا اور اس نے ایمان کے تقاضوں کے مطابق نیک عمل کیا تو اس کیلئے جزا کے طور پر بھلائی یعنی جنت ہے اور عنقریب ہم اس ایمان والے کو آسان کام کہیں گے اور اس کو ایسی چیزوں کا حکم دیں گے جو اس پر دشوار نہ ہوں۔ پھر حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ مشرق کی طرف ایک راستے کے پیچھے چلے۔ وہاں ایک قوم اس جگہ پر تھی جہاں ان کے اور سورج کے درمیان کوئی چیز پہاڑ درخت وغیرہ حائل نہ تھی اور نہ وہاں زمین کی نرمی کی وجہ سے کوئی عمارت قائم ہوسکتی تھی اور وہاں کے لوگوں کا یہ حال تھا کہ طلوعِ آفتاب کے وقت زمین کے اندر بنائے ہوئے تہ خانوں میں گھس جاتے تھے اور زوال کے بعد نکل کر اپنا کام کاج کرتے تھے۔

حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ جب مشرق و مغرب تک پہنچ گئے تو اب کی بار انہوں نے شمال کی جانب سفر شروع فرمایا یہاں تک کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان تک جا پہنچے اور یہ سب اللہ پاک کی طرف سے عطا کردہ علم اور قدرت کی وجہ سے واقع ہوا۔ جب حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ شمال کی جانب اس جگہ پہنچے جہاں انسانی آبادی ختم ہوجاتی تھی تو وہاں دو بڑے عالیشان پہاڑ دیکھے جن کے اُس طرف یاجوج ماجوج کی قوم آباد تھی جو کہ دو پہاڑوں کے درمیانی راستے سے اِس طرف آکر قتل و غارت کیا کرتی تھی۔ یہ جگہ ترکستان کے مشرقی کنارہ پر واقع تھی۔ یہاں حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی قوم کو پایا جو کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے کیونکہ اُن کی زبان عجیب و غریب تھی اس لئے اُن کے ساتھ اشارہ وغیرہ کی مدد سے بہ مشقت بات کی جاسکتی تھی۔

حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے ان کی شکایت کی کہ وہ زمین میں فساد مچانے والے لوگ ہیں تو کیا ہم آپ کے لیے اس بات پر کچھ مال مقرر کردیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنادیں تاکہ وہ ہم تک نہ پہنچ سکیں اور ہم ان کے شر و اِیذا سے محفوظ رہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میرے پاس پتھر کے سائز کے لوہے کے ٹکڑے لاؤ۔ جب وہ لے آئے تو اس کے بعد ان سے بنیاد کھدوائی، جب وہ پانی تک پہنچی تو اس میں پتھر پگھلائے ہوئے تانبے سے جمائے گئے اور لوہے کے تختے اوپر نیچے چن کر اُن کے درمیان لکڑی اور کوئلہ بھروادیا اور آگ دے دی اس طرح یہ دیوار پہاڑ کی بلندی تک اونچی کردی گئی اور دونوں پہاڑوں کے درمیان کوئی جگہ نہ چھوڑی گئی، پھر اوپر سے پگھلایا ہوا تانبہ دیوار میں پلادیا گیا تو یہ سب مل کر ایک سخت جسم بن گیا۔ جب حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ نے دیوار مکمل کرلی تو یاجوج اور ماجوج آئے اور انہوں نے اس دیوار پر چڑھنے کا ارادہ کیا تو اس کی بلندی اور ملائمت کی وجہ سے اس پر نہ چڑھ سکے، پھر انہوں نے نیچے سے اس میں سوراخ کرنے کی کوشش کی تو اس دیوار کی سختی اور موٹائی کی وجہ سے اس میں سوراخ نہ کرسکے۔ حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ دیوار میرے رب کی رحمت اور اس کی نعمت ہے کیونکہ یہ یاجوج اور ماجوج کے نکلنے میں رکاوٹ ہے، پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا اور قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کے خُروج کا وقت آپہنچے گا تو میرا رب اس دیوار کو پاش پاش کردے گا اور میرے رب نے ان کے نکلنے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ اور اس کے علاوہ ہر وعدہ سچا ہے۔

آخر میں اللہ جل جلالہ نے اس حقیقت کو بیان فرمایا کہ اگر سارے سمندر اور ان جیسے اور بھی آجائیں مل کر روشنائی بن جائیں تو میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے ہی سمندروں کی روشنائیاں ختم ہوجائیں گی

سورہ مریم

سورۂ مریم مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس سورت میں 6 رکوع اور 98 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اس سورت میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عظمت، آپ کے واقعات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ مریم" رکھا گیا ہے۔

دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی اللہ پاک کے وجود، توحید و رسالت اور آخرت میں اٹھنے اور اس کے بعد جزا ملنے کے ساتھ ساتھ بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات بھی بیان ہوئے۔

زکریا علیہ السلام کی اولاد کے حصول کے لیے رقت انگیز دعا کے ساتھ سورت کا آغاز ہوتا ہے جو بڑی عمر کو پہنچ چکے تھے اور بال بھی سفید ہو گئے تھے اور ان کی زوجہ کی کیفیت بھی ایسی تھی کہ بظاہر اولاد ہونا ممکن نظر نہیں آتا تھا، لیکن پھر بھی اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا فرماتے تھے، چنانچہ آپ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور یحییٰ علیہ السلام جیسے نبی بیٹے کی ولادت کی خوشخبری سنائی گئی۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ پاک نے بچپن ہی میں نبوت عطا کی اور کتاب دی، آپ علیہ السلام متقی اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے تھے، اللہ پاک نے فرمایا کہ ان پر سلام ہو ان کی پیدائش کے دن، وفات کے دن اور جب قیامت کے دن انہیں اٹھایا جائے گا۔

حضرات زکریا اور یحییٰ علیہما السلام کا قصہ بیان کرنے کے بعد اس سے بھی زیادہ عجیب قصہ بیان کیا گیا اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا واقعہ ہے۔ ایک مرتبہ حضرت مریم رضی اللہ تعالی عنہا

تشریف فرما تھیں ایک شخص انکے سامنے ظاہر ہوا، وہ اسے انسان سمجھ کر اللہ کی پناہ مانگنے لگیں مگر اس نے بتایا کہ وہ انسان نہیں بلکہ ایک فرشتہ ہے اور اللہ کے حکم سے بیٹے کی بشارت دینے آیا ہے، انہیں تعجب ہوا کہ شوہر کے بغیر کیسے بیٹا پیدا ہوگا اور میں ہوں بھی پاکدامن، تو انہیں بتایا گیا کہ اللہ پاک کے لیے کوئی بات مشکل نہیں ہے، وہ فرشتے جبرائیل علیہ السلام تھے، مریم رضی اللہ تعالی عنہا پر حمل کے آثار ظاہر ہوئے تو ان کے دل میں ڈالا گیا کہ وہ قوم سے الگ ہو جائیں، جب ولادت کا درد شروع ہوا تو پریشان ہو کر کہنے لگیں کہ کاش تکلیف کا یہ وقت آنے سے پہلے ہی میں اس دنیا سے چلی جاتی۔ آپ رضی اللہ عنھا ویرانے میں کھجور کے خشک تنے کے سہارے بیٹھی ہوئی تھیں، جب حضرت مریم رضی اللہ عنھا نے درد کی شدت سے مرنے کی تمنا کی تو اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وادی کے نیچے سے پکارا کہ غم نہ کرو، اللہ پاک نے آپ کے لیے آپ کے قریب ایک نہر بنا دی ہے۔ حضرت مریم! رضی اللہ عنھا، سے کہا گیا کہ آپ جس سوکھے تنے کے نیچے بیٹھی ہیں اسے اپنی طرف حرکت دیں تو اس سے آپ پر عمدہ اور تازہ پکی ہوئی کھجوریں گریں گی۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے فرمایا گیا کہ آپ کھجوریں کھائیں اور پانی پئیں اور اپنے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی آنکھ ٹھنڈی رکھیں، پھر اگر آپ کسی آدمی کو دیکھیں کہ وہ آپ سے بچے کے بارے میں دریافت کرتا ہے تو اشارے سے اسے کہہ دیں کہ میں نے آج رحمٰن کیلئے روزہ کی نذر مانی ہے تو آج ہرگز میں کسی آدمی سے بات نہیں کروں گی۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو خاموش رہنے کی نذر ماننے کا اس لئے حکم دیا گیا تا کہ کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں اور ان کا کلام مضبوط حجت ہو جس سے تہمت زائل ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیوقوف کے جواب میں خاموش رہنا اور منہ پھیر لینا چاہیئے کہ جاہلوں کے جواب میں خاموشی ہی بہتر ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کلام کو افضل شخص کے حوالے کر دینا اَولیٰ ہے۔

یادرہے کہ پہلے زمانہ میں بولنے اور کلام کرنے کا بھی روزہ ہوتا تھا جیسا کہ ہماری شریعت میں کھانے اور پینے کا روزہ ہوتا ہے، البتہ ہماری شریعت میں چپ رہنے کا روزہ منسوخ ہوگیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد حضرت مریم رضی اللہ عنہا انہیں اُٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں، جب لوگوں نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ ان کی گود میں بچہ ہے تو وہ روئے اور غمگین ہوئے، کیونکہ وہ صالحین کے گھرانے کے لوگ تھے اور کہنے لگے: اے مریم! بیشک تم بہت ہی عجیب و غریب چیز لائی ہو۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ عمران کوئی برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں حنہ بدکار عورت تھی تو پھر تیرے ہاں یہ بچہ کہاں سے ہوگیا۔

جب لوگوں نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے تفصیل پوچھنی چاہی تو چونکہ آپ رضی اللہ عنہا نے اللہ پاک کے حکم سے چپ کا روزہ رکھا ہوا تھا اس لئے آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اگر کچھ پوچھنا ہے تو اس بچے سے پوچھ لو یہ جواب دے گا۔ اس پر لوگوں کو غصہ آیا اور انہوں نے کہا کہ جو بچہ ابھی پیدا ہوا ہے وہ کیسے ہم سے بات کرے گا! کیا تم ہم سے مذاق کر رہی ہو؟ یہ گفتگو سن کر حضرت عیسی علیہ السلام نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور سیدھے ہاتھ مبارک سے اشارہ کر کے بات کرنا شروع کی، آپ نے پہلا جملہ یہ ارشاد فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں، پھر آپ نے سلسلہ گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے مزید فرمایا کہ میں بابرکت رسول بنایا گیا ہوں مجھے نماز اور زکوۃ کے اہتمام کی تعلیم دے کر بھیجا گیا ہے میں تقوی کا پیکر اور والدہ کا فرمانبردار ہوں، اس گفتگو نے مریم رضی اللہ تعالی عنہا کو پاکباز بھی ثابت کر دیا اور اللہ پاک کی قدرت کو ثابت کر کے لوگوں کے تعجب میں بھی اضافہ کر دیا۔

اس کے بعد اگلی آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاق کریمہ اور اوصاف عالیہ پر بھی

بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے، اس کے بعد مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہے، حضرات موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی نبوت اور کوہ طور پر اللہ سے ہم کلامی کا تذکرہ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نبوت ورسالت اور وعدے کی پاسداری اور نماز و زکوۃ کے اہتمام کا ذکر ہے، ساتھ ہی حضرت ادریس علیہ السلام کی صداقت و نبوت کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ سورۃ کی آخری آیات میں انسان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کا تذکرہ کرتے ہوئے قیامت کے منکرین کو بالکل واضح انداز میں بتادیا گیا ہے کہ دنیا کے اندر امتحان ہے اس کے بعد مرنا ہے مرنے کے بعد دوبارہ انسان کو اٹھایا جائے گا اور اس کے اعمال کا حساب ہوگا۔

﴿سورہ طٰہٰ﴾

سورۂ طٰہٰ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس میں 8 رکوع اور 135 آیتیں ہیں۔

* وجہ: طٰہٰ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ناموں میں سے ایک نام ہے، اور اس سورت کی ابتداء میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس نام سے نداء کی گئی اس مناسبت سے اس سورت کا نام "طٰہٰ" رکھا گیا ہے۔

شروع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تفصیل کے ساتھ آیا ہے، اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ کچھ تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

آیت نمبر 10 سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کی تفصیلات شروع ہوتی ہیں جب وہ اپنی زوجہ کے ساتھ مدین سے واپس ہوئے، تو راستے میں موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ کو دردزہ شروع ہوگیا اور پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے سامنے سے ایک آگ نظر آرہی ہے میں وہاں جاتا ہوں کچھ خبر لے کر

آتا ہوں۔ وہاں پر اللہ پاک نے درخت پر تجلی فرمائی اور موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کی خوشخبری ملی اسی موقع پر آپ کو عصا اور ہاتھ کو روشن اور چمکدار بنانے کے معجزات عطا ہوئے اور آپ کو حکم ہوا کہ جا کر فرعون کو دعوت حق دیجئے۔

آیت نمبر 25 سے علیہ میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے کہ **"اے میرے رب میرے لئے میرا سینہ کشادہ فرمادے، میرے لئے میرا کام آسان کردے، میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں"**، پھر اللہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ میرے خاندان میں سے میرے بھائی ہارون علیہ السلام کو اس معاملے میں میرا وزیر بنادے اور میرے ساتھ کردے تاکہ مجھے کچھ تقویت مل جائے۔

اگلی آیات میں موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت کے حالات کا ذکر ہے۔ فرعون نے حکم دے رکھا تھا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر لڑکے کو قتل کر دیا جائے، اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اپنے بیٹے یعنی موسیٰ علیہ السلام کو ایک صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیں۔ اللہ کے حکم سے یہ تابوت کنارے لگے گا اور اللہ پاک کے دشمن فرعون کے ہاتھ لگ جائے گا، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ایسا ہی کیا، اس دریا سے ایک بڑی نہر نکل کر فرعون کے محل میں سے گزرتی تھی۔ فرعون اپنی بیوی آسیہ کے ساتھ نہر کے کنارہ بیٹھا تھا، اس نے نہر میں صندوق آتا دیکھ کر غلاموں اور کنیزوں کو اسے نکالنے کا حکم دیا۔ وہ صندوق نکال کر سامنے لایا گیا اور جب اسے کھولا گیا تو اس میں ایک نورانی شکل کا فرزند جس کی پیشانی سے وجاہت واِقبال کے آثار نمودار تھے نظر آیا، اسے دیکھتے ہی فرعون کے دل میں بے پناہ محبت پیدا ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا نام مریم تھا، جب آپ علیہ السلام کی والدہ نے آپ علیہ السلام کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا تھا تو اس وقت آپ علیہ السلام کی بہن صندوق کے متعلق معلوم کرنے کہ وہ کہاں پہنچتا ہے اس کے ساتھ چلتی رہی یہاں تک کے

صندوق فرعون کے محل میں پہنچ گیا، وہاں فرعون اور اس کی بیوی آسیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے پاس رکھ لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا بیٹا بنالیا مگر جب دودھ پلانے کے لیے دائیاں حاضر کی گئیں تو آپ علیہ السلام نے کسی بھی دائی کا دودھ قبول نہ کیا، اس پر آپ کی بہن نے کہا کہ مصر میں ایک اور دائی بھی ہے جس کا دودھ نہایت عمدہ ہے، یہ بچہ اس کا دودھ پی لے گا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کی والدہ کو بلایا گیا تو آپ علیہ السلام نے دودھ پینا شروع کر دیا، یوں آپ علیہ السلام کو پرورش کے لیے آپ علیہ السلام کی والدہ کے سپرد کر دیا گیا اور اللہ پاک کا فرمان پورا ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔

پھر فرمایا کہ موسی وہارون علیھما السلام کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جائیں وہ سرکش ہو چکا ہے، اسے نرمی کے ساتھ دعوت حق دیں، تاکہ وہ نصیحت حاصل کرلے، موسی وہارون علیہما السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا اللہ پاک نے فرمایا کہ تم گھبراؤ نہیں! میں تمہارے ساتھ ہوں، وہ دونوں حضرات فرعون کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ہم اللہ کے رسول ہیں، بنی اسرائیل کو اذیت نہ دو اور انہیں ہمارے ساتھ دے دو، فرعون نے اللہ کی ذات کے بارے میں موسی وہارون علیہم السلام سے بحث کی، پھر ان پر جادوگر ہونے کا الزام لگا دیا اور اپنے جادوگروں کو بلا کر مقررہ دن پر مقابلے کا چیلنج دیا، اس کی تفصیل پچھلی سورتوں میں بیان کر دی ہے،

صبح وشام دن اور رات میں تسبیح وتحمید کا اہتمام کرنے کی ترغیب دلائی گئی۔ کافروں کے لیے وسائل زندگی کی فراوانی اور عیش کو دیکھ کر حسرت میں نہ پڑ جانے اور للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھنے کا حکم ہے۔ پھر خود بھی نماز کی پابندی کرنے اور اپنے اہل خانہ کو بھی نماز کا پابند بنانے کا حکم ہے اور اعلان فرمادیا گیا کہ ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ملے گا لہذا تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کر رہے ہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کون راہ ہدایت پر ہے اور کون گمراہی کی گہرائیوں میں گرا ہوا ہے۔

پارہ 17 ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ﴾

﴿سورہ انبیاء﴾

سورۂ انبیاء مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس میں 7 رکوع اور 112 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اس سورت میں بکثرت انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے مثلاً حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت ہارون، حضرت لوط، حضرت ابراہیم علیہم السلام اور بالخصوص سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے، اسی وجہ سے اس سورت کا نام سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَاء ہے۔

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت و رسالت، قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء و سزا ملنے کو دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے،
ابتدائی آیات میں دنیا کی زندگی کے زوال کا منظر پیش کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کا وقوع اور حساب کا وقت قریب آ گیا ہے، لیکن لوگ اس ہولناک دن سے غافل ہیں، اگلی آیتوں میں بتایا گیا ہے کہ اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے بھی کسی انسان کو ہمیشگی نہیں دی، ہوا یہ کہ مشرکینِ مکہ یہ کہا کرتے تھے کہ جب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہو جائیں گے، تو یہ سب کچھ ختم ہو جائے گا اور اسلام کی دعوت بھی ختم ہو جائے گی، اللہ پاک نے انہیں تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہری وفات سے متصف ہونا ہے تو تم بھی زیادہ عرصہ نہیں رہو گے اور دنیا میں اس سے پہلے بھی کوئی ہمیشہ نہیں رہا، اگرچہ انبیاء کرام کو ایک آن کے لیے وفات آتی ہے پھر دوبارہ ان کی زندگی مثلِ سابق ہوتی ہے اور جہاں تک اللہ پاک کے دین کا تعلق ہے تو اللہ ہی غالب حکمت والا ہے وہی اپنے بندوں کے ذریعے اپنے دین کی بات کو عام فرما دے گا اور نہ وہ محتاج ہے، جس طرح چاہے اپنے دین کو غالب کر سکتا ہے۔

اگلی آیت میں بتایا گیا کہ آسمان و زمین کے نظام کا بہترین اور معتدل ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کائنات کو چلانے والا وحدہ لاشریک ہے۔ اگر اس نظام کو چلانے والی ایک سے زیادہ با اختیار شخصیات ہوتیں تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا۔

آیت 30 سے اللہ پاک نے تخلیقِ کائنات کے سلسلے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آسمان و زمین بند تھے، نہ بارش برستی تھی نہ نباتات پیدا ہو رہے تھے، اللہ پاک نے ان کو کھول دیا ان میں پانی اتارا اور فرمایا کہ ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی ہے، زمین میں توازن قائم رکھنے کے لیے اونچے اونچے پہاڑ بنائے، ان کے درمیان کشادہ راستے بنائے اور آسمان کو بغیر ستونوں کے محفوظ چھت بنا دیا رات، دن، سورج اور چاند کو پیدا فرمایا، ہر ایک اپنے اپنے دائرے کے اندر گھوم رہا ہے۔

آیت 35 کے اندر قانونِ قدرت بیان کیا گیا کہ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، پھر آگے چل کر بتایا گیا کہ قیامت اچانک آئے گی، حیرت زدہ کر دے گی، نہ کوئی اس کو رد کر سکے گا اور نہ کسی کو مہلت ملے گی۔

پھر اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جوانی کے واقعات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی قوم بت پرستی کرتی تھی، ہر سال ان کے یہاں ایک میلہ لگتا تھا جس کے لیے وہ شہر سے باہر جاتے تھے اور اپنے بتوں کے سامنے چڑھاوے چڑھایا کرتے تھے، ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کو کلہاڑے سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور جب کافر قوم لوٹ کر واپس آئی اور اپنے باطل معبودوں کی حالت دیکھی تو ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر پوچھنے لگے کہ ان کی یہ حالت کس نے کی ہے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم سمجھتے ہو کہ بت کچھ کر سکتے ہیں اور بولتے بھی ہیں اور ان کو قدرت بھی حاصل ہے تو تم خود پوچھ لو، آپ علیہ السلام نے بڑے بت کے کندھے پر کلہاڑا رکھ دیا تھا اور کافروں سے کہا کہ اس بڑے والے سے پوچھ لو، اس کو تو معلوم ہوگا تو وہ بے اختیار پکار اٹھے کہ یہ

تھر کے بت بول ہی نہیں سکتے، ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے کہ افسوس ہے کہ ایسے بے اختیار معبودوں کی تم عبادت کرتے ہو جو بول نہیں سکتے، وہ لاجواب ہو گئے، انتہائی نادم اور شرمندہ ہوئے لیکن غصے میں ایسے بھڑک پڑے کہ ابراہیم علیہ السلام کو انھوں نے جلانے کا ارادہ کرلیا، اور اس کے لیے انھوں نے لکڑیاں جمع کیں اور بہت بڑا کھڈا کھدوادیا اور اس میں ابراہیم علیہ السلام کو ڈالنے کا ارادہ کیا اور ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی "مجھے اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی بہترین کارساز ہے"، ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اللہ پاک نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔ چنانچہ آگ کی گرمی زائل ہو گئی اور روشنی باقی رہی اور آگ نے آپ کو نقصان نہ پہنچایا۔

آیت نمبر 78 سے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے ایک واقعے کا ذکر ہے۔ رات کے وقت کچھ لوگوں کی بکریاں کھیتی میں چھوٹ گئیں، ان کے ساتھ کوئی چَرانے والا نہ تھا اور وہ کھیتی کھا گئیں تو یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا، آپ علیہ السلام نے تجویز کی کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں کیونکہ بکریوں کی قیمت کھیتی کے نقصان کے برابر ہے اور ہم ان کے فیصلے کا مشاہدہ کر رہے تھے اور ہم نے وہ معاملہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا۔ جب یہ معاملہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ فریقین کے لئے اس سے زیادہ آسانی کی شکل بھی ہو سکتی ہے۔ اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر شریف گیارہ سال کی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے آپ سے فرمایا کہ وہ صورت بیان کریں، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ تجویز پیش کی کہ بکری والا کاشت کرے اور جب تک کھیتی اس حالت کو پہنچے جس حالت میں بکریوں نے کھائی ہے اس وقت تک کھیتی والا بکریوں کے دودھ وغیرہ سے نفع اٹھائے اور کھیتی اس حالت پر پہنچ جانے کے بعد کھیتی والے کو کھیتی دے دی جائے، بکری والے کو اس کی بکریاں واپس کردی جائیں۔ یہ تجویز حضرت داؤد علیہ السلام نے پسند فرمائی۔

یادرہے کہ اس معاملہ میں یہ دونوں حکم اجتہادی تھے اور ان کی شریعت کے مطابق تھے۔
ہماری شریعت میں حکم یہ ہے کہ اگر چرانے والا ساتھ نہ ہوتو جانور جو نقصانات کرے اس کا ضمان لازم نہیں۔

اس کے بعد سلیمان علیہ السلام پر کیے جانے والے انعامات کا ذکر ہے، پہاڑوں کا ان کے تابع ہوجانا، پہاڑوں اور پرندوں کا ان کے ساتھ تسبیح کرنا، اللہ پاک نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کردیا تھا جو ان کے حکم سے تخت کو ایک ماہ کی مسافت تک اڑا کر لے جاتی تھی اور جنات کو ان کے تابع کردیا کہ وہ سلیمان علیہ السلام کے حکم سے سمندروں میں غوطہ زن ہوجاتے اور دیگر معاملات بھی انجام دیا کرتے تھے۔

اللہ پاک نے حضرت ایوب علیہ السلام کو ہر طرح کی نعمتیں عطا فرمائی تھیں، صورت کا حسن بھی، اولاد کی کثرت اور مال کی وسعت بھی عطا ہوئی تھی۔ اللہ پاک نے آپ علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کیا، چنانچہ آپ کی اولاد مکان گرنے سے دب کر مرگئی، تمام جانور جس میں ہزارہا اونٹ اور ہزارہا بکریاں تھیں، سب مرگئے۔ تمام کھیتیاں اور باغات برباد ہوگئے حتّٰی کہ کچھ بھی باقی نہ رہا، اور جب آپ علیہ السلام کو ان چیزوں کے ہلاک اور ضائع ہونے کی خبر دی جاتی تھی تو آپ علیہ السلام اللہ پاک کی حمد بجالاتے اور فرماتے تھے "میرا کیا ہے! جس کا تھا اس نے لیا، جب تک اس نے مجھے دے رکھا تھا میرے پاس تھا، جب اس نے چاہا لے لیا۔ اس کا شکر ادا ہو ہی نہیں ہوسکتا اور میں اس کی مرضی پر راضی ہوں۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام بیمار ہوگئے، تمام جسم شریف میں آبلے پڑ گئے اور بدن مبارک سب کا سب زخموں سے بھر گیا۔ اس حال میں سب لوگوں نے چھوڑ دیا البتہ آپ کی زوجہ محترمہ رحمت بنتِ افرائیم نے نہ چھوڑا اور وہ آپ کی خدمت کرتی رہیں۔ آپ علیہ السلام کی یہ حالت سالہا سال رہی، آخر کار کوئی ایسا سبب پیش آیا کہ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: اے میرے رب!، بیشک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کے بارے میں علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

''عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ مَعَاذَ اللہ آپ کو کوڑھ کی بیماری ہوگئی تھی۔ چنانچہ بعض غیر معتبر کتابوں میں آپ کے کوڑھ کے بارے میں بہت سی غیر معتبر داستانیں بھی تحریر ہیں، مگر یاد رکھو کہ یہ سب باتیں سرتاپا بالکل غلط ہیں اور ہرگز ہرگز آپ یا کوئی نبی بھی کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوا، اس لئے کہ یہ مسئلہ مُتَّفَق علیہ ہے کہ اَنبیاء ع علیہم السلام کا تمام اُن بیماریوں سے محفوظ رہنا ضروری ہے جو عوام کے نزدیک باعثِ نفرت وحقارت ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا یہ فرضِ منصبی ہے کہ وہ تبلیغ وہدایت کرتے رہیں تو ظاہر ہے کہ جب عوام ان کی بیماریوں سے نفرت کرکے ان سے دور بھاگیں گے تو بھلا تبلیغ کا فریضہ کیونکر ادا ہو سکے گا؟ الغرض حضرت ایوب علیہ السلام ہرگز کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ آپ کے بدن پر کچھ آبلے اور پھوڑے پھنسیاں نکل آئی تھیں جن سے آپ برسوں تکلیف اور مشقت جھیلتے رہے اور برابر صابر وشاکر رہے۔ یونہی بعض کتابوں میں جو یہ واقعہ مذکور ہے کہ بیماری کے دوران حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم مبارک میں کیڑے پیدا ہو گئے تھے جو آپ کا جسم شریف کھاتے تھے، یہ بھی درست نہیں کیونکہ ظاہری جسم میں کیڑوں کا پیدا ہونا بھی عوام کے لئے نفرت وحقارت کا باعث ہے اور لوگ ایسی چیز سے گھن کھاتے ہیں۔

پھر حضرت اسماعیل، ادریس، ذوالکفل اور یونس علیہم السلام کا تذکرہ ہے

آیت 94 میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ کہ جو کوئی ایمان اور اخلاص کے ساتھ نیک کام کرے گا اس کو بھرپور اجر ملے گا اور ہر نیکی محفوظ کی جا رہی ہے، البتہ جن بدنصیبوں نے غفلت کی زندگی بسر کی انھوں نے اپنی زندگی کو برباد کر دیا، ان کو دوبارہ دنیا میں آنے اور سابقہ گناہوں کی تلافی کا موقع ہرگز نہیں ملے گا، جو کرنا ہے دنیا میں کرنا ہے، ہر انسان کو دنیا میں ایک ہی بار آنے اور آخرت کی تیاری کرنے کا موقع ملتا ہے۔

علاماتِ قیامت میں بڑی علامت یاجوج ماجوج کا تذکرہ فرما کر قیامت اور اس کے ہولناک منظر کا بیان شروع کیا گیا اور پھر بتایا کہ رسالتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات کے لیئے باعثِ رحمت ہے اور تلقین فرمائی کہ حق و باطل کا فیصلہ کرنے کا اختیار صرف اللہ ہی کے پاس ہے لہذا اسی سے دینِ اسلام کی حقانیت کا فیصلہ طلب کرنا چاہیے۔

اس سورت کے آخری رکوع میں اللہ پاک نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بے مثل و بے مثال اعزاز سے نوازا اور وہ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ(۱۰۷)

اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ہی بھیجا۔

﴿سورہ حج﴾

اس سورت میں 10 رکوع اور 78 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اس سورۂ مبارکہ میں حج کے اعلانِ عام اور حج کے اَحکام کا ذکر ہے، اسی مناسبت کی وجہ سے اس سورت کو "سورۃ الحج" کے نام سے مَوسوم کیا گیا ہے۔

پہلی آیت میں اللہ پاک نے تقوی اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے قیامت کی ہولناکیوں کو بیان فرمایا کہ قیامت ایک زلزلے کے طور پر برپا ہوگی اور اس کا منظر دہشت ناک ہوگا، دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کا حمل ساقط ہو جائے گا، لوگ نشے میں نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے لیکن دراصل اللہ کے عذاب کی شدت کے باعث ان کی کیفیت ایسی ہو

جائے گی، پھر موت کے بعد اٹھنے کی حقانیت کو بیان فرمایا کہ اپنی پیدائش پر غور کرنے سے یہ عقیدہ تمہیں بہت اچھی طرح سمجھ آسکتا ہے کہ مرنے کے بعد اٹھنا بھی ہے، پھر ان مراحل کو بیان کیا گیا ہے کہ بندہ مٹی سے نطفہ ہوتا ہے، پھر نطفے سے لوتھڑا بنتا ہے پھر گوشت کا ٹکڑا بنتا ہے، پھر اسکے اعضاء بنتے ہیں اور وہ ماں کے پیٹ میں ایک لمبے عرصے تک رہتا ہے کمزوری کی حالت میں بچہ باہر آتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ بڑا ہوتا ہے، جوانی کی حد تک پہنچتا ہے پھر مزید توانا ہوتا ہے، آگے بڑھتا ہے پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ بڑھاپے کی منزل تک پہنچ جاتا ہے، پھر اس کا جسم گھلنے لگتا ہے، تو یہ سارے مراحل اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ انسان نے ایک دن مرنا ہے اور مر کر دوبارہ اٹھنا ہے اور یہ اللہ پاک کے لیے مشکل نہیں ہے، فرمایا گیا کہ جورب انسان کو ان مراحل سے گزار سکتا ہے وہ مارنے کے بعد دوبارہ اٹھانے پر بھی قادر ہے،

پھر دوسری دلیل یہ بیان کی گئی کہ زمین کو دیکھو تو وہ بنجر ہوتی ہے، پھر بارش برستی ہے تو دیکھتے ہی دیکھتے کھیتیاں اگتی ہیں، باغات اگتے ہیں اور وہ پھلنے پھولنے اور لہلہانے لگتے ہیں۔

آیت 27 سے ابراھیم علیہ السلام کے تعمیرِ کعبہ کے شاندار کارنامے کا تذکرہ ہے پھر انھیں حکم دیا گیا کہ بلند آواز میں لوگوں میں حج کا اعلان کیجئے وہ آپ کے پاس پیدل اور سوار ہو کر آئیں گے، ابراہیم علیہ السلام نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر ندا دی "اے لوگو اللہ پاک نے تمہارے اوپر حج کو فرض کر دیا ہے" اللہ پاک نے یہ آواز ان سب کو سنا دی، جن کی قسمت میں حج کرنا تھا انھوں نے باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے پیٹوں سے جواب دیا "لبيك اللهم لبيك"۔

آگے چل کر قربانی کی ترغیب دلائی گئی، جانوروں کا انسان کے قابو میں آجانا یہ اللہ پاک کا احسان ہے، اس احسان کو یاد دلایا گیا اور اس پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا اور اخلاص اور پرہیزگاری کے ساتھ قربانی کرنے کا حکم دیا گیا۔

آیت 61 سے کائنات کے نظام میں غور وخوض کرنے کی دعوت دی گئی، موت اور زندگی اللہ کے اختیار میں ہے ہر امت کو علیحدہ نظامِ حیات دیا گیا لہذا اختلاف کرنے کی بجائے اس پر عمل کرنا چاہیے، پھر معبودِ حقیقی اور معبودانِ باطل کے درمیان امتیاز کی ایک زبردست مثال قائم کی گئی کہ اللہ پاک کے علاوہ جن کی پرستش کرتے ہو وہ ایک مکھی پیدا کرنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ مکھی تو کمزور ترین مخلوق ہے، اگر یہ ان کے کھانے کا ایک ذرّہ اٹھا کر لے جائے تو مل کر اسے واپس لانے کی طاقت نہیں رکھتے، بت اور اس کے پجاری بہت کمزور اور ضعیف ہیں یہ لوگ انبیاء اور رسل کا انکار کر کے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں۔ اسی پر سورت اور پارے دونوں کا اختتام ہوتا ہے۔

پارہ 18 {قَدْ اَفْلَحَ}

﴿سورہ مؤمنین﴾

سورۂ مؤمنون مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس میں 6 رکوع اور 118 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اس سورت کی ابتداء میں مومنوں کی کامیابی، ان کے اوصاف اور آخرت میں ان کی جزاء بیان کی گئی ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ مؤمنون" رکھا گیا ہے۔

سب سے پہلی آیت، میں ایمان والوں کو بشارت دی گئی ہے کہ بے شک وہ اللہ کے فضل سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو کر ہر ناپسندیدہ چیز سے نجات پا جائیں گے۔

اس کے بعد کی آیات میں کامیاب ہونے والے اہل ایمان کی 7 صفات کا بیان ہے، ایسے مومنین کامیابی کے اعلیٰ درجے پر فائز ہونگے جو اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع رکھتے ہیں، بے مقصد باتوں سے بچتے ہیں، زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں،

ایمان والے زنا اور زنا کے اسباب ولوازمات وغیرہ حرام کاموں سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں البتہ اگر وہ اپنی بیویوں اور شرعی باندیوں کے ساتھ جائز طریقے سے صحبت کریں تو اس میں ان پر کوئی ملامت نہیں، حد سے بھی نہیں بڑھتے، اپنے وعدہ کی حفاظت کرتے ہیں، امانت میں خیانت نہیں کرتے، پانچ وقت کی نماز پر محافظت کرتے ہیں آخر میں خوشخبری دی گئی کہ یہ لوگ جنت الفردوس کے حقیقی ودائمی وارث ہیں۔

اگلی آیات میں انسان کی تخلیق کے مراحل کو بیان کیا گیا ہے، فرمایا کہ ہم نے اس پانی کی بوند کو جما ہوا خون بنادیا پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کی بوٹی بنادیا پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں بنادیا پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر اس میں روح ڈال کر اس بے جان کو جان دار کیا، بولنے، سننے اور دیکھنے کی صلاحیت عطا کی اور اسے ایک دوسری صورت بنادیا جو مکمل انسان ہوتا ہے تو بڑی برکت والا ہے۔ تخلیق مکمل ہونے کے بعد جب تمہاری عمریں پوری ہوجائیں گی تو تمہیں ضرور موت آئے گی، پھر تم سب قیامت کے دن حساب وجزا کے لئے اٹھائے جاؤ گے۔

آیت 17 میں فرمایا بیشک ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے۔ ان سے مراد سات آسمان ہیں جو فرشتوں کے چڑھنے اُترنے کے راستے ہیں۔ اور فرمایا کہ ہم مخلوق سے بے خبر نہیں، سب کے اَعمال، اَقوال اور چھپی حالتوں کو جانتے ہیں اور کوئی چیز ہم سے چھپی نہیں۔

پھر فرمایا کہ ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ یعنی جتنی ہمارے علم وحکمت میں مخلوق کی حاجتوں کے لئے چاہیے اتنی بارش برسائی، پھر اسے زمین میں ٹھہرایا اور بیشک ہم اسے لے جانے پر قادر ہیں یعنی جیسے اپنی قدرت سے پانی نازل فرمایا ایسے ہی اس پر بھی قادر ہیں کہ اس کو ختم کردیں تو بندوں کو چاہیے کہ اس نعمت کی شکرگزاری سے حفاظت کریں۔ پھر اس کے اندر باغات پھل پھول پودے پیدا کئے، اللہ پاک نے زیتون کا درخت پیدا کیا جو طورِ سَینا نامی پہاڑ سے نکلتا ہے، تیل اور کھانے والوں کے لیے سالن لے کر اگتا ہے۔ یہ اس میں عجیب صفت ہے کہ وہ تیل بھی ہے کہ تیل کے مَنافع اور فوائد اس سے حاصل کئے جاتے ہیں، جلایا بھی جاتا ہے، دوا کے طریقے پر بھی کام میں لایا جاتا ہے اور سالن کا بھی کام دیتا ہے کہ تنہا اس سے روٹی کھائی جاسکتی ہے۔ یہ بہت بابرکت درخت ہے، اس کے بعد جانوروں کو بہترین نشانی کے طور پر بیان کیا گیا کہ وہ دودھ کی شکل میں بہترین مشروب دیتے ہیں، جانور ہماری سواری اور بوجھ اٹھانے کا بھی کام کرتے ہیں۔

آیت 27 سے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کا تذکرہ ہے، سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت دین اور ان کی قوم کی نافرمانیوں کا ذکر ہے وہ قوم حد سے بڑھنے والی تھی نوح علیہ السلام نے اللہ پاک سے عرض کی "اے میرے رب میری قوم نے مجھے جھٹلایا تو تو ان کے خلاف میری مدد فرما " حکم ہوا کے ایک کشتی بناؤ اور جب تنور (تندور) میں پانی ابل آئے تو سمجھ جائیں کہ اب عذاب آنے والا ہے حضرت نوح علیہ السلام نے اس کشتی میں تمام اہل ایمان اور جانوروں کے ایک ایک جوڑے کو ساتھ لیا، جب آپ اور آپ کے پیروکار کشتی میں سوار ہو گئے تو ایک دعا تعلیم فرمائی گئی کہ "تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں کہ جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات عطا فرمائی اے میرے رب تو مجھے برکت والی جگہ پر اتار اور تو سب سے بہترین منزل عطا فرمانے والا ہے۔

اس کے بعد حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ ہے، پھر اگلی آیات میں نظامِ نبوت کا تسلسل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، پھر حضرت موسی اور ہارون علیہما السلام کی بعثت اور فرعون کی سرکشی کا تذکرہ ہے، اس کے بعد دوسری قوموں کی غفلتوں اور مشرکین مکہ کی سرکشی کا ذکر ہے، توحید کے اسباق اور شرک کی تردید کے بعد یہ بتایا کہ بروز قیامت لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ اے لوگو! تم دنیا میں کتنا رہے؟ وہ کہیں گے کہ ہم تھوڑا عرصہ رہے، اللہ پاک فرمائے گا تم بہت تھوڑا رہے کاش تم جانتے ہوتے۔ پھر فرمایا جائے گا کہ تم نے دنیا کے اندر میری ناراضی، جہنم کی آگ اور اللہ کا غضب خرید لیا اب تم دائمی جہنم میں رہو گے۔

سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ انسان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا، اسے اللہ کی بارگاہ میں جواب دینا ہے۔ اللہ پاک نے اپنے نبی علیہ السلام کے ذریعے گویا تمام انسانوں کو سکھایا کہ اس طرح دعا کرو "اے میرے رب مجھے معاف فرما اور رحم فرما تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے

﴿سورہ نور﴾

سورۂ نور مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔اس میں 9 رکوع اور 64 آیتیں ہیں۔

✻ وجہ: اس سورت کی آیت نمبر 35 اور 40 میں بکثرت لفظ ''نور'' ذکر کیا گیا ہے،اس مناسبت سے اسے ''سورۂ نور'' کہتے ہیں۔

اس سورت میں معاشرتی اور گھریلو امور کا ذکر ہے، اس میں احکام عفت،عصمت،طہارۃ، پاکیزگی، گھریلو زندگی سے تعلق رکھنے کے بارے میں بتایا گیا ہے،ابتدائی آیات میں زنا کار عورتوں اور مردوں کی سزا بیان کی،زنا کی حد آزاد،غیر مُحْصَنْ کی ہے کیونکہ آزاد مُحْصَنْ کا حکم یہ ہے کہ اسے رَجم کیا جائے،مُحْصَنْ وہ آزاد مسلمان ہے جو مُکلّف ہو اور نکاحِ صحیح کے ساتھ خواہ ایک ہی مرتبہ اپنی بیوی سے صحبت کر چکا ہو۔ایسے شخص سے زنا ثابت ہو تو اسے رجم کیا جائے گا اور اگر ان میں سے ایک بات بھی نہ ہو مثلاً آزاد نہ ہو یا مسلمان نہ ہو یا عاقل بالغ نہ ہو یا اس نے کبھی اپنی بیوی کے ساتھ صحبت نہ کی ہو یا جس کے ساتھ صحبت کی ہو اس کے ساتھ نکاح فاسد ہوا ہو تو یہ سب غیر مُحْصَنْ میں داخل ہیں اور زنا کرنے کی صورت میں ان سب کا حکم یہ ہے کہ انہیں سو کوڑے مارے جائیں۔(مزید تفصیل کتب فقہ میں دیکھیں)

پھر پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے والوں کی مذمت بیان ہوئی، جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ ایسے نہ لائیں جنہوں نے ان کے زنا کا معائنہ کیا ہو تو ان میں سے ہر ایک کو اسی (80) کوڑے لگاؤ اور کسی چیز میں ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور کبیرہ گناہ کے مُرتکِب ہونے کی وجہ سے وہی فاسق ہیں۔تہمت لگانے والا اگر سزا پانے کے بعد توبہ کر لے اور اپنے اَحوال واَفعال کو درست

کر لے تو اب وہ فاسق نہ رہے گا۔ یاد رہے کہ توبہ کے بعد بھی تہمت لگانے والے کی گواہی قبول نہ ہوگی کیونکہ گواہی سے متعلق مُطلَقًا ارشاد ہو چکا ہے کہ ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔

اس کے بعد بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کے احکام بیان ہوئے ہیں، اسے شریعت کی اصطلاح میں ''لِعان'' کہتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مرد اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اگر مرد و عورت دونوں گواہی دینے کی اہلیت رکھتے ہوں اور عورت اس پر مطالبہ کرے تو مرد پر لِعان واجب ہو جاتا ہے اگر وہ لِعان سے انکار کر دے تو اسے اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ لعان کرے یا اپنے جھوٹ کا اقرار کر لے۔ اگر جھوٹ کا اقرار کرے تو اس کو حدِ قذف لگائی جائے گی جس کا بیان اوپر گزر چکا ہے اور اگر لِعان کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسے چار مرتبہ اللہ پاک کی قسم کے ساتھ کہنا ہوگا کہ وہ اس عورت پر زنا کا الزام لگانے میں سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہنا ہوگا کہ اللہ پاک کی مجھ پر لعنت ہو اگر میں یہ الزام لگانے میں جھوٹا ہوں۔ اتنا کرنے کے بعد مرد پر سے حدِ قذف ساقط ہو جائے گی اور عورت پر لعان واجب ہوگا۔ وہ انکار کرے گی تو قید کی جائے گی یہاں تک کہ لعان منظور کرے یا شوہر کے الزام لگانے کی تصدیق کرے۔ اگر تصدیق کی تو عورت پر زنا کی حد لگائی جائے گی اور اگر لعان کرنا چاہے تو اسے بھی چار مرتبہ اللہ پاک کی قسم کے ساتھ کہنا ہوگا کہ مرد اس پر زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہنا ہوگا کہ اگر مرد اس الزام لگانے میں سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب ہو۔ اتنا کہنے کے بعد عورت سے زنا کی حد ساقط ہو جائے گی اور لعان کے بعد قاضی کے جدائی کروا دینے سے میاں بیوی میں جدائی واقع ہوگی، بغیر قاضی کے نہیں اور یہ جدائی طلاقِ بائنہ ہوگی۔ اور اگر مرد گواہی دینے کی اہلیت رکھنے والوں میں سے نہ ہو مثلاً غلام ہو یا کافر ہو یا اس پر قذف کی حد لگ چکی ہو تو لعان نہ ہوگا اور تہمت لگانے سے مرد پر حدِ قذف لگائی جائے گی اور اگر مرد گواہی کی اہلیت رکھنے والوں میں سے ہو اور عورت میں یہ اہلیت نہ ہو، اس طرح کہ وہ باندی ہو یا کافرہ ہو یا اس پر قذف کی حد لگ چکی ہو یا بچی ہو یا مجنونہ ہو یا

زانیہ ہو، اس صورت میں نہ مرد پر حد ہوگی اور نہ لعان۔

فرمایا گیا اے تہمت لگانے والے مرد اور تہمت لگائی گئی عورت تو! اگر تم پر اللہ پاک کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور اللہ پاک بہت توبہ قبول فرمانے والا اور اپنے تمام افعال و احکام میں حکمت والا نہ ہوتا تو وہ تمہارے راز کھول دیتا اور اس کے بعد تمہارا حال بیان سے باہر ہوتا۔

آیت نمبر 11 واقعہ افک کا بیان ہے۔

5 ہجری میں غزوہ بنی مُصطَلَق سے واپسی کے وقت قافلہ مدینہ منورہ کے قریب ایک پڑاؤ پر ٹھہرا، تو اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ضرورت کے لئے کسی گوشے میں تشریف لے گئیں، وہاں آپ رضی اللہ عنہ کا ہار ٹوٹ گیا تو آپ رضی اللہ عنہا اس کی تلاش میں مصروف ہوگئیں۔ اُدھر قافلے والوں نے آپ رضی اللہ عنہا کا مَحمِل شریف اونٹ پر کَس دیا اور انہیں یہی خیال رہا کہ اُمُّ المؤمنین رضی اللہ عنہا اس میں ہیں، اس کے بعد قافلہ وہاں سے کوچ کر گیا۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واپس تشریف لائیں تو قافلہ وہاں سے جا چکا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا اس خیال سے وہیں قافلے کی جگہ پر بیٹھ گئیں کہ میری تلاش میں قافلہ ضرور واپس آئے گا۔ عام طور پر معمول یہ تھا کہ قافلے کے پیچھے گری پڑی چیز اُٹھانے کے لئے ایک صاحب رہا کرتے تھے، اس موقع پر حضرت صفوان رضی اللہ عنہ اس کام پر مامور تھے۔ جب وہ اس جگہ پر آئے اور اُنہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو بلند آواز سے انا للہ وانا الیہ راجعون پکارا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کپڑے سے پردہ کر لیا۔ انہوں نے اپنی اُونٹنی بٹھائی اور آپ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہو کر لشکر میں پہنچ گئیں۔ اس وقت سیاہ باطن منافقین نے غلط باتیں پھیلائیں اور آپ رضی اللہ عنہا کی شان میں بدگوئی شروع کر دی، بعض مسلمان بھی اُن کے فریب میں آ گئے اور اُن کی زبان سے بھی کوئی بیجا کلمہ سرزد ہوا۔ اسی دوران اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئی تھیں اور ایک ماہ تک بیمار رہیں، بیماری کے عرصے میں انہیں اطلاع نہ ہوئی کہ اُن کے بارے میں منافقین کیا کہہ رہے ہیں۔ ایک روز حضرت اُمِ

مِسۡطَح رضی اللہ عنہما سے انہیں یہ خبر معلوم ہوئی۔ اس سے آپ رضی اللہ عنہما کا مرض اور بڑھ گیا اور اس صدمے میں اس طرح روئیں کہ آپ رضی اللہ عنہما کے آنسو نہ تھمتے تھے اور نہ ایک لمحہ کے لئے نیند آتی تھی، اس حال میں دو عالَم کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور حضرتِ اُمُّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کی پاکی میں یہ آیتیں اُتریں اور آپ رضی اللہ عنہا کا شرف و مرتبہ اللہ پاک نے اتنا بڑھایا کہ قرآنِ کریم کی بہت سی آیات میں آپ کی طہارت و فضیلت بیان فرمائی۔ اس دوران میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کیلئے برسرِ منبر خیر کے کلمات ہی ارشاد فرمائے، چنانچہ فرمایا:

میں اپنے اہل کے متعلق سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتا۔

آیت 27 میں کسی کے گھر جانے کے آداب سکھائے گئے کہ بغیر اجازت گھر میں نہ جاؤ اور جب جاؤ تو سلام کرو۔

آیت 30 میں مسلمانوں کو نگاہ نیچے رکھنے اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا اور عورتوں کو اپنی ہیئت ظاہر نہ کرنے کا حکم دیا، اپنے گریبانوں کو ڈوپٹے سے چھپانے نیز اپنے محارم کے سامنے جائز زینت اختیار کرنے کی اجازت دی گئی، عصمت کی حفاظت کے لیے نکاح کی ترغیب دی گئی۔

پھر فرمایا گیا کہ نیک لوگوں کو تجارت اللہ کت! ذکر اور نماز و زکوۃ سے غافل نہیں کرتی، کافروں کے مال کو سراب (دھوپ میں پانی کی طرح چمکنے والا ریت) سے تشبیہ دی گئی، جس طرح تپتی دھوپ میں سخت پیاس میں صحرا کے اندر پانی کا گمان ہوتا ہے اسی طرح ان کے اعمال بھی قیامت کے دن ان کے گمان میں بڑے ہونگے مگر حقیقت میں وہ کچھ نہیں۔

غلاموں، باندیوں اور بلوغت کے قریب لڑکے، لڑکیوں کو تین اوقات میں گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کا حکم دیا گیا۔ وہ تین اوقات یہ ہیں۔

۱۔ فجر کی نماز سے پہلے۔ کیونکہ یہ خواب گاہوں سے اُٹھنے اور شب خوابی کا لباس اُتار کر بیداری کے کپڑے پہننے کا وقت ہے۔

۲۔ دوپہر کے وقت، جب لوگ قیلولہ کرنے کے لئے اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتے اور تہ بند باندھ لیتے ہیں۔

۳۔ نمازِ عشاء کے بعد، کیونکہ یہ بیداری کی حالت میں پہنا ہوا لباس اُتارنے اور سوتے وقت کا لباس پہننے کا ٹائم ہے۔

یہ تین اوقات ایسے ہیں کہ اِن میں خلوت وتنہائی ہوتی ہے، بدن چھپانے کا بہت اہتمام نہیں ہوتا، ممکن ہے کہ بدن کا کوئی حصہ کھل جائے جس کے ظاہر ہونے سے شرم آتی ہے، لہٰذا اِن اوقات میں غلام اور بچے بھی بے اجازت داخل نہ ہوں اور اُن کے علاوہ جوان لوگ تمام اوقات میں اجازت حاصل کریں، وہ کسی وقت بھی اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں۔ ان تین وقتوں کے سوا باقی اوقات میں غلام اور بچے بے اجازت داخل ہوسکتے ہیں کیونکہ وہ کام اور خدمت کیلئے ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں تو اُن پر ہر وقت اجازت طلب کرنا لازم ہونے میں حرج پیدا ہوگا اور شریعت میں حرج کو دُور کیا گیا ہے۔ تمہارے یا قریبی رشتہ داروں کے چھوٹے لڑکے جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں تو وہ بھی تمام اوقات میں گھر میں داخل ہونے سے پہلے اسی طرح اجازت مانگیں جیسے ان سے پہلے بڑے مردوں نے اجازت مانگی۔ اللہ پاک اپنے دین کے شرعی احکام اسی طرح بیان فرماتا ہے جیسے اس نے لڑکوں کے اجازت طلب کرنے کا حکم بیان فرمایا اور اللہ پاک مخلوق کی تمام مصلحتوں کو جانتا ہے اور وہ اپنی مخلوق کے معاملات کی تدبیر فرمانے میں حکمت والا ہے۔

﴿سورہ فرقان﴾

سورہ فرقان مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس میں 6 رکوع اور 77 آیتیں ہیں۔

* **وجہ:** اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ ''اَلْفُرْقَانَ'' مذکور ہے،اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ فرقان'' رکھا گیا ہے۔

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ پاک نے توحید،نبوت اور قیامت کے احوال کے بارے میں بیان فرمایا،اس سورت کی ابتداء میں اللہ پاک کی تعریف وثنا،اس کی عظمت وشان،اولاد اور شریک سے رب تعالیٰ کے پاک ہونے کو بیان کیا گیا۔دوسری آیت میں اللہ پاک کی پانچ صفات بیان ہوئی ہیں:

- آسمان اور زمین کی بادشاہت خالصتاً اللہ پاک کے لئے ہے۔
- اللہ پاک نے اولاد اختیار نہ فرمائی۔
- اللہ پاک کی سلطنت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔
- ہر چیز کو صرف اللہ پاک نے پیدا فرمایا۔
- ہر چیز کو اس کے حال کے مطابق ٹھیک انداز ے پر رکھا۔

پارہ 19 { وَقَالَ الَّذِيۡنَ }

شروع میں کفار مکہ کے عجیب وغریب اعتراضات کا تذکرہ ہے، کفار مکہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور اعمال کا حساب دینے کے حوالے سے کیوں خبر دیتے رہتے ہیں؟ کفار جو کہ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور حشر نشر کو نہیں مانتے، اسی لئے وہ قیامت کے دن والی ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے رسول بنا کر یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت ورسالت کے گواہ بنا کر ہم پر فرشتے کیوں نہ اتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب کریم کو کیوں نہیں دیکھتے جو ہمیں خود بتادے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے رسول ہیں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ بیشک انہوں نے اپنے دلوں میں تکبر کیا اور اُن کا تکبر انتہا کو پہنچ گیا ہے اور انہوں نے بہت بڑی سرکشی کی اور وہ سرکشی میں حد سے گزر گئے ہیں کہ معجزات کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی فرشتوں کے اپنے اوپر اترنے اور اللہ پاک کو دیکھنے کا سوال کر رہے ہیں۔

اس کے بعد قیامت کی ہولناکیوں اور کافروں کے برے انجام کا ذکر ہے، بری صحبت اور برے لوگوں کی دوستی کا برا انجام بتایا گیا کہ قیامت کے دن کافر کہے گا: ''ہائے میری بربادی! اے کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا جس نے مجھے گمراہ کردیا۔ بیشک اس نے اللہ پاک کی طرف سے میرے پاس نصیحت آجانے کے بعد مجھے اس نصیحت یعنی قرآن اور ایمان سے بہکا دیا اور شیطان کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ انسان کو مصیبت کے وقت بے یارو مددگار چھوڑ دیتا ہے اور جب انسان پر بلا وعذاب نازل ہوتا ہے تو اس وقت اس سے علیحدگی اختیار کرلیتا ہے۔

اس کے بعد ایک رکوع میں مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات مختصرا بیان فرما کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ کفار کی مخالفت اور سازشوں کا غم نہ کریں، جس نے آپ کی مخالفت کی اور آپ سے دشمنی مول لی تو اسے بھی ہلاک و برباد کر دیا جائے گا جیسے آپ سے پہلی امتوں میں سے انبیاء کرام علیہم السلام کے مخالفین کو ہلاک کر دیا گیا۔

پہلے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیھما السلام کا ذکر فرمایا کہ ہم نے توحید و رسالت کا انکار کرنے والوں کو ہلاک کر کے رکھ دیا۔

پھر نوح علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ ہے، کہ انھوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تو ہلاک ہو گئے۔

قوم عاد، قوم ثمود اور بہت سی اقوام کی ہلاکت کا ذکر فرمایا۔

آیت 41 میں بتایا گیا کہ مشرکین مکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے تھے، گستاخانِ رسول کو خبردار کر دیا گیا کہ جب یہ شرک اور گستاخیوں کی سزا پائیں گے تو جان لیں گے کون حق پر تھا اور کون گمراہی میں۔

پھر انکو کائناتی شواہد پر توجہ دلائی گئی کہ اللہ پاک کی صَنعت و قدرت کیسی عجیب ہے، اس نے سائے کو صبح صادق طلوع ہونے کے بعد سے لے کر سورج طلوع ہونے تک کیسا دراز کیا کہ اس وقت ساری روئے زمین میں سایہ ہی سایہ ہوتا ہے نہ دھوپ ہے، نہ اندھیرا ہے، اور اگر اللہ پاک چاہتا تو سائے کو ایک ہی حالت پر ٹھہرا ہوا بنا دیتا کہ سورج طلوع ہونے سے بھی سایہ زائل نہ ہوتا۔ پھر ہم نے سورج کو سائے پر دلیل بنایا کیونکہ اگر سورج نہ ہو تو سائے کا پتہ ہی نہ چلے۔ پھر ہم نے آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف سمیٹ لیا کہ طلوع کے بعد سورج جتنا اُونچا ہوتا گیا اتنا ہی سایہ سمٹتا گیا۔

مزید فرمایا کہ اللہ پاک وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے اپنی تاریکی سے سب کچھ ڈھانپ دینے والا پردہ اور نیند کو تمہارے بدنوں کے لئے راحت اور کام کاج چھوڑ دینے کا وقت بنایا اور دن کو نیند سے اٹھنے کے لیے بنایا تا کہ تم دن میں روزی تلاش کرو اور کام کاج میں مشغول ہو۔

معبود صرف وہی ہے جس نے بارش ہونے سے پہلے ہواؤں کو بھیجا جو بارش آنے کی خوشخبری دینے والی ہوتی ہیں اور ہم نے آسمان کی طرف سے پانی اتارا جو کہ حَدَث ونجاست سے پاک کرنے والا ہے تا کہ ہم اس پانی کے ذریعے خشکی سے بے جان ہو جانے والی سرزمین کو سرسبز وشاداب کر کے زندہ کر دیں اور وہ پانی اپنی مخلوق میں سے جانوروں اور بہت سے لوگوں کو پلائیں۔

اللہ پاک وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا، ان میں سے ایک (کا پانی) میٹھا نہایت شیریں ہے اور دوسرے کا کھاری نہایت تلخ ہے اور ان دونوں کے بیچ میں اللہ پاک نے اپنی قدرت سے نظر نہ آنے والا ایک پردہ اور روکی ہوئی آڑ بنا دی تا کہ ایک کا پانی دوسرے میں مل نہ سکے یعنی نہ میٹھا کھاری ہو، نہ کھاری میٹھا، نہ کوئی کسی کے ذائقہ کو بدل سکے، جیسے کہ دجلہ دریائے شور میں میلوں تک بہتا چلا جاتا ہے اور اس کے ذائقہ میں کوئی تغیر نہیں آتا۔

اللہ پاک وہی ہے جس نے گوشت، ہڈیوں، پٹھوں، رگوں اور خون سے مرکب، اچھی صورت پر آدمی کو پانی یعنی نطفہ سے بنایا، پھر اس کے نسلی رشتے اور سسرالی رشتے بنا دیئے تا کہ اس کی نسل چلے اور تمہارا رب بڑی قدرت والا ہے کہ اس نے ایک نطفہ سے مختلف اَعضاء والے، جدا جدا طبیعتوں والے، طرح طرح کے اَخلاق والے اور مذکر و مؤنث دو قسم کے انسان پیدا کئے، تو جو ایسے انسانوں اور ان کے علاوہ اور بے شمار چیزوں کو پیدا کرنے پر قادر ہے وہی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔

آخری رکوع میں کامل مومنین کے تقریباً 12 اَوصاف بیان کئے گئے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے۔

1 وہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

2 جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں ''بس سلام''

3 وہ اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام کی حالت میں رات گزارتے ہیں۔

4 اللہ پاک سے جہنم کا عذاب پھر جانے کی دعائیں کرتے ہیں۔

5 اِعتدال سے خرچ کرتے ہیں، اس میں نہ حد سے بڑھتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں۔

6 اللہ پاک کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے۔

7 جس جان کو ناحق قتل کرنا اللہ پاک نے حرام فرمایا ہے، اسے قتل نہیں کرتے۔

8 بدکاری نہیں کرتے۔

9 جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

10 جب کسی بیہودہ بات کے پاس سے گزرتے ہیں تو اپنی عزت سنبھالتے ہوئے گزر جاتے ہیں

11 جب انہیں ان کے رب کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے۔

12 وہ یوں دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب!، ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

﴿سورہ شعراء﴾

اس سورت میں 11 رکوع اور 227 آیتیں ہیں۔

* وجہ: شعراء، شاعر کی جمع ہے، اس سورت کی آیت نمبر 224 سے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شاعری کرنے والے مشرکین کی مذمت بیان کی گئی ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ شعراء'' رکھا گیا۔

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں اللہ پاک کے واحد و یکتا ہونے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ کا اللہ پاک کے نبی اور رسول ہونے، موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اسلام کے دیگر عقائد کو دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، سورت کی ابتداء میں قرآن پاک کی عظمت وشان اور ہدایت کے معاملے میں اس کا ہدف بیان کیا گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جا کر دعوت حق دینے کا حکم ہوا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کو دوبارہ بیان کیا گیا ہے کہ راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر نکلے، وہ سلامتی سے سمندر پار کر گئے اور فرعون کا لشکر ڈوب گیا۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ ہے۔

آپ نے اللہ پاک کے وجود پر دلائل قائم فرمائے کہ جس نے انسان کو عدم سے وجود بخشا، اسکی موت و حیات، بیماری وصحت اور کھانا پینا عطا فرمایا وہی معبود برحق ہے۔

آیت 105 سے نوح علیہ السلام کی دعوت حق کا ذکر ہے کہ وہ رسول امین تھے، ایک عرصے تک تبلیغ کی، انکی قوم نہ مانی اور ہلاک ہوگئی۔

پھر قوم عاد کا تذکرہ ہے جنکی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا، یہ لوگ جسمانی قوت، عمر کی طوالت اور خوشحالی کے اعتبار سے دنیا کی ایک نمایاں قوم تھی اور انھوں نے بغیر ضرورت کے محلات تعمیر کیے ہوئے تھے جب انھوں نے نبی کی دعوت کو جھٹلایا تو ان پر ایسا عذاب آیا کہ وہ نشان عبرت بن گئے۔

آیت 141 میں قوم ثمود اور انکے نبی حضرت صالح علیہ السلام کے درمیان جو مکالمہ ہوا اسکا بیان ہے۔ جب نبی کی نافرمانی کی تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے۔

آیت 160 میں حضرت لوط علیہ السلام اور انکی قوم کے واقعے کا بیان ہے، پھر انکے عبرت ناک انجام کا ذکر ہے۔

پھر شعیب علیہ السلام کی قوم جو ناپ تول میں کمی کرتی تھی ان کا بیان ہے، اللہ کے نبی کی تعلیمات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے جو عذاب آیا اسکا تذکرہ ہے۔

آیت کفار کے ان شاعروں کے بارے میں نازل ہوئی جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شعر بناتے اور یہ کہتے تھے کہ جیسا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں اور اُن کی قوم کے گمراہ لوگ اُن سے ان اَشعار کو نقل کرتے تھے۔ اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی گئی ہے کہ شاعروں کی اُن کے اشعار میں پیروی تو گمراہ لوگ کرتے ہیں کہ اُن اشعار کو پڑھتے ہیں، رواج دیتے ہیں حالانکہ وہ اشعار جھوٹے اور باطل ہوتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ شاعروں کا جھوٹے اور باطل اَشعار لکھنا، انہیں پڑھنا، دوسروں کو سنانا اور انہیں معاشرے میں رائج کرنا گمراہ لوگوں کا کام ہے، اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو ایسے اشعار لکھتے ہیں جن میں اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین، دینِ اسلام اور قرآن کا مذاق اڑانے اور اللہ پاک کی بارگاہ کے مقرب بندوں کی شان میں گستاخی کے کلمات ہوتے ہیں، یونہی بے حیائی، عُریانی اور فحاشی کی ترغیب پر مشتمل نیز عورت اور مرد کے نفسانی جذبات کو بھڑکانے والے الفاظ کے ساتھ شاعری کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ وہ لوگ بھی نصیحت حاصل کریں جو ان کی بیہودہ شاعری سنتے، پڑھتے اور دوسروں کو سناتے ہیں۔

﴿سورہ نمل﴾

سورۂ نمل مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس میں 7 رکوع اور 93 آیتیں ہیں۔

* وجہ: نَمل کا معنی ہے چیونٹی، اور اس سورت کی آیت نمبر 18 میں ایک چیونٹی کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ نمل" رکھا گیا۔

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں وہ اُمور بیان کئے گئے ہیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص اللہ پاک پر ایمان لے آئے، اسے اپنا رب اور اپنا واحد معبود مان لے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور حشر ونشر کی تصدیق کرے اور قرآن پاک کو اللہ کریم کا کلام مانے،

ابتداء میں قرآن پاک کے اوصاف بیان کئے گئے، نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کو جنت کی بشارت دی گئی اور آخرت کا انکار کرنے والوں کو آخرت میں سب سے بڑے نقصان اور برے عذاب کی وعید سنائی گئی۔

پھر 5 واقعات بیان ہوئے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ، حضرت سلیمان علیہ السلام اور چیونٹی کا واقعہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکۂ بلقیس کا واقعہ۔ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ۔

حضرت داؤد اور انکے بیٹے حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔
اللہ پاک نے فرمایا کہ ہم نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو قضا اور سیاست کا علم دیا، حضرت داؤد علیہ السلام کو پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح کا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو چوپایوں اور پرندوں کی بولی کا علم دیا۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے اس کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا: تمام تعریفیں اس اللہ پاک کیلئے ہیں جس نے ہمیں نبوت و ملک عطا فرما کر، جن و اِنس اور شیاطین کو ہمارے لئے مُسخّر کر کے اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر ہمیں فضیلت بخشی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور چیونٹی کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکروں کے ساتھ طائف یا شام میں اس وادی پر سے گزرے جہاں چیونٹیاں بکثرت تھیں۔ جب چیونٹیوں کی ملکہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کو دیکھا تو وہ کہنے لگی: اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، کہیں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر بے خبری میں تمہیں کچل نہ ڈالیں۔ ملکہ نے یہ اس لئے کہا کہ وہ جانتی تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہیں، عدل کرنے والے ہیں، جبر اور زیادتی

آپ علیہ السلام کی شان نہیں ہے۔اس لئے اگر آپ علیہ السلام کے لشکر سے چیونٹیاں کچلی جائیں گی تو بے خبری ہی میں کچلی جائیں گی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ گزرتے ہوئے اس طرف توجہ نہ کریں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی یہ بات تین میل سے سن لی اور ہوا ہر شخص کا کلام آپ کی مبارک سماعت تک پہنچاتی تھی جب آپ علیہ السلام چیونٹیوں کی وادی کے قریب پہنچے تو آپ علیہ السلام نے اپنے لشکروں کو ٹھہرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے گھروں میں داخل ہوگئیں۔حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ سفر ہوا پر نہ تھا بلکہ پیدل اور سواریوں پر تھا۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ چیونٹی کی بات سنی تو آپ علیہ السلام اس کے چیونٹیوں کی حفاظت،ان کی ضروریات کی تدبیر اور چیونٹیوں کو نصیحت کرنے پر تعجب کرتے ہوئے مسکرا کر ہنس پڑے۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ پاک کی نعمتیں ملنے پر اس کی حمد کرتے ہوئے عرض کی: اے میرے رب!، مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے نبوت، ملک اور علم عطا فرما کر مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور مجھے توفیق دے کہ میں بقیہ زندگی میں بھی وہ نیک کام کروں جس پر تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں کے زمرے میں شامل کر جو تیرے خاص قرب کے لائق ہیں۔خاص قرب کے لائق بندوں سے مراد انبیاء و مُرسَلین علیھم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیھم ہیں۔

اس کے بعد والی آیت میں اسی سفر کے دوران پیش آنے والا ایک اور واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک جگہ پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ میں ہدہد کو یہاں نہیں دیکھ رہا یا وہ واقعی غیر حاضروں میں سے ہے۔میں غیر حاضری کی وجہ سے اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کردوں گا۔سخت سزا سے مراد اس کے پر اُکھاڑ کر یا اسے اس کے پیاروں سے جدا کر کے یا اس کو اس کے ساتھیوں کا خادم بنا کر یا اُس کو غیر جانوروں کے ساتھ قید کرنے کی صورت میں سزا دینا ہے۔البتہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مزید یہ فرمایا کہ ہدہد کو سزا دی جائے گی مگر یہ کہ وہ اپنی غیر حاضری کی کوئی

معقول دلیل میرے پاس لائے جس سے اس کی معذوری ظاہر ہو۔ یاد رہے کہ ہدہد کو مَصلحت کے مطابق سزا دینا حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے حلال تھا اور جب پرندے آپ علیہ السلام کے لئے مُسخّر کر دیئے گئے تھے تو تادیب وسیاست اس تسخیر کا تقاضا ہے کہ اس کے بغیر تسخیر مکمل نہیں ہوتی۔

ہدہد زیادہ دیر تک غیر حاضر نہ رہا بلکہ جلد ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار شریف میں حاضر ہو گیا اور انتہائی ادب، عاجزی اور اِنکساری کے ساتھ معافی طلب کر کے عرض کرنے لگا: میں وہ بات دیکھ کر آیا ہوں جو آپ علیہ السلام نے نہ دیکھی اور میں یمن کے ایک علاقے سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے وہاں ایک عورت دیکھی جس کا نام بلقیس ہے، وہ لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور اسے ہر اس چیز میں سے وافر حصہ ملا ہے جو بادشاہوں کے لئے شایان ہوتا ہے اور اس کا ایک بہت بڑا تخت ہے جس کی لمبائی 80 گز، چوڑائی 40 گز اور اونچائی 30 گز ہے۔ وہ تخت سونے اور چاندی کا بنا ہوا ہے اور اس میں جواہرات لگے ہوئے ہیں۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ پاک کی بجائے سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا ہے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں اچھے بنا دیئے اور انہیں سیدھی راہ سے روک دیا ہے، اس لئے وہ سیدھا راستہ یعنی حق اور دینِ اسلام کا راستہ نہیں پاتے۔ تاکہ وہ اس اللہ کو سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی چیزوں یعنی بارش اور نباتات کو نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے۔ اللہ پاک وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ خیال رہے کہ ہدہد کی گفتگو کے آخری حصے کا تعلق ان علوم سے ہے جو اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے حاصل کئے تھے اور یہاں ہدہد نے اپنے دین کی مضبوطی ظاہر کرنے کے لئے یہ کلام کیا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے فرمایا: ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو سچا ہے یا جھوٹا۔اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک مکتوب لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اللہ کے بندے سلیمان بن داوٗد کی جانب سے شہر سبا کی ملکہ بلقیس کی طرف۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اُس پر سلام جو ہدایت قبول کرے۔اس کے بعد مُدّعا یہ ہے کہ تم مجھ پر بلندی نہ چاہو اور میری بارگاہ میں اطاعت گزار ہوکر حاضر ہو جاوٗ۔اس مکتوب پر آپ علیہ السلام نے اپنی مہر لگائی اور ہدہد سے فرمایا ''میرا یہ فرمان لے جاوٗ اور اسے ان کی طرف ڈال دو پھر ان سے الگ ہٹ کر دیکھنا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ ہدہد وہ مکتوبِ گرامی لے کر بلقیس کے پاس پہنچا،اس وقت بلقیس کے گرد اس کے اُمرا اور وُزراء کا مجمع تھا۔ہدہد نے وہ مکتوب بلقیس کی گود میں ڈال دیا۔ملکہ بلقیس اس مکتوب کو دیکھ کر خوف سے لرز گئی اور پھر اس پر مہر دیکھ کر کہنے لگی: اے سردارو! مجھے ایک معزز خط مَوصول ہوا ہے۔بلقیس نے اس خط کو عزت والا اس لئے کہا کہ اس پر مہر لگی ہوئی تھی،اس سے اس نے جانا کہ مکتوب بھیجنے والا جلیل القدر بادشاہ ہے یا اس لئے عزت والا کہا کہ اس مکتوب کی ابتداء اللہ پاک کے نامِ پاک سے تھی۔پھر اس نے بتایا کہ وہ مکتوب کس کی طرف سے آیا ہے، چنانچہ اس نے کہا ''بیشک وہ سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور اس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا ہے۔میرے حکم کی تعمیل کرو اور تکبر نہ کرو جیسا کہ بعض بادشاہ کیا کرتے ہیں اور میرے پاس فرماں بردارانہ شان سے حاضر ہو جاوٗ۔

مکتوب کا مضمون سنا کر بلقیس اپنی مملکت کے وزراء کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا ''اے سردارو! میرے اس معاملے میں مجھے رائے دو، میں کسی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو۔سرداروں نے کہا: ہم قوت والے ہیں اور بڑی سخت جنگ لڑ سکتے ہیں۔

اس سے اُن کی مراد یہ تھی کہ اگر تیری رائے جنگ کی ہو تو ہم لوگ اس کے لئے تیار ہیں کیونکہ ہم بہادر اور شُجاع ہیں، قوت و توانائی والے ہیں، کثیر فوجیں رکھتے ہیں اور جنگ آزما ہیں۔ سرداروں نے مزید کہا کہ صلح یا لڑائی کا اختیار تو تمہارے ہی پاس ہے، اے ملکہ! تو تم غور کرلو کہ تم کیا حکم دیتی ہو؟ ہم تیری اطاعت کریں گے اور تیرے حکم کے منتظر ہیں۔ اس جواب میں انہوں نے یہ اشارہ کیا کہ اُن کی رائے جنگ کی ہے یا اس جواب سے ان کا مقصد یہ تھا کہ ہم جنگی لوگ ہیں، رائے اور مشورہ دینا ہمارا کام نہیں، تم خود صاحبِ عقل اور صاحبِ تدبیر ہو، ہم بہرحال تیری اطاعت کریں گے۔

سرداروں کے سامنے جنگ کے نتائج رکھنے کے بعد ملکہ بلقیس نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا: میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کی قوم کی طرف ایک تحفہ بھیجنے والی ہوں، پھر دیکھوں گی کہ ہمارے قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں؟ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ بادشاہ ہیں یا نبی، کیونکہ بادشاہ عزت واحترام کے ساتھ ہدیہ قبول کرتے ہیں، اس لئے اگر وہ بادشاہ ہیں تو ہدیہ قبول کرلیں گے اور اگر نبی ہیں تو ہدیہ قبول نہ کریں گے اور اس کے علاوہ اور کسی بات سے راضی نہ ہوں گے کہ ہم اُن کے دین کی پیروی کریں۔ چنانچہ ملکہ نے اپنے قاصد کو ایک خط دے کر روانہ کیا اور اس کے ساتھ 500 غلام اور 500 باندیاں بہترین لباس اور زیوروں کے ساتھ آراستہ کر کے سونے سے نقش ونگار کی ہوئی زِینوں پر سوار کر کے بھیجے۔ ان کے علاوہ 500 سونے کی اینٹیں، جواہرات لگے ہوئے تاج اور مشک وعنبر وغیرہ بھی روانہ کئے۔ ہدہد یہ دیکھ کر چل دیا اور اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس تمام حالات کی خبر پہنچا دی۔ آپ علیہ السلام نے حکم دیا کہ سونے چاندی کی اینٹیں بنا کر نو فرسنگ (یعنی 27 میل) کے میدان میں بچھا دی جائیں اور اس کے اردگرد سونے چاندی سے بلند دیوار بنا دی جائے اور خشکی وتری کے خوب صورت جانور اور جِنّات کے بچے میدان کے دائیں بائیں حاضر کئے جائیں۔

جب بلقیس کا قاصد تحائف لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا تو آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا: ''کیا تم مال کے ذریعے میری مدد کرتے ہو؟ اللہ پاک نے جو کچھ مجھے علم، نبوت اور بادشاہت کی صورت میں عطا فرما رکھا ہے وہ اس دُنیَوی مال واَسباب سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے، بلکہ تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو یعنی تم فخر کرنے والے لوگ ہو، مالِ دنیا کی وجہ سے ایک دوسرے پر بڑائی جتاتے ہو اور ایک دوسرے کے تحفے پر خوش ہوتے ہو، مجھے نہ دنیا سے خوشی ہوتی ہے نہ اس کی حاجت، اللہ پاک نے مجھے اِتنا کثیر عطا فرمایا کہ اُتنا اوروں کو نہ دیا اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے دین اور نبوت سے بھی مشرف کیا۔

اب حضرت سلیمان علیہ السلام نے وفد کے امیر مُنذِر بن عمرو سے فرمایا کہ یہ ہدیئے لے کر ان لوگوں کی طرف لوٹ جاؤ، اگر وہ میرے پاس مسلمان ہو کر حاضر نہ ہوئے تو ان کا انجام یہ ہوگا کہ ہم ضرور ان پر ایسے لشکر لائیں گے جن کے مقابلے کی انہیں طاقت نہ ہوگی اور ہم ضرور ان کو شہر سبا سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ رسوا ہوں گے۔ جب قاصد ہدیئے لے کر بلقیس کے پاس واپس گئے اور تمام واقعات سنائے تو اس نے کہا: بے شک وہ نبی ہیں اور ہمیں اُن سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ پھر بلقیس نے اپنا تخت اپنے سات محلوں میں سے سب سے پچھلے محل میں محفوظ کر کے سب دروازوں پر تالے لگوا دیئے اور ان پر پہرہ دار بھی مقرر کر دیئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کا انتظام کرنے لگی تاکہ دیکھے کہ آپ علیہ السلام اسے کیا حکم فرماتے ہیں، چنانچہ وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر آپ علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئی۔

جب بلقیس اتنا قریب پہنچ گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے صرف ایک فرسنگ (یعنی تین میل) کا فاصلہ رہ گیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: اے درباریو! تم میں سے کون ہے جو ان لوگوں کے میرے پاس فرمانبردار ہو کر آنے سے پہلے بلقیس کا تخت میرے پاس لے آئے۔ تخت منگوانے سے آپ علیہ السلام کا

مقصود یہ تھا کہ اس کا تخت حاضر کر کے اسے اللہ پاک کی قدرت اور اپنی نبوت پر دلالت کرنے والا معجزہ دکھا دیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ بلقیس کے آنے سے پہلے اس تخت کی وضع بدل دیں اور اس سے اس کی عقل کا امتحان فرمائیں کہ وہ اپنا تخت پہچان سکتی ہے یا نہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بات سن کر ایک بڑا طاقتور خبیث جن بولا" میں وہ تخت آپ علیہ السلام کی خدمت میں آپ کے اُس مقام سے کھڑے ہونے سے پہلے حاضر کر دوں گا جہاں آپ علیہ السلام فیصلے کرنے کے لئے تشریف فرما ہیں اور میں بیشک اس تخت کو اٹھانے پر قوت رکھنے والا اور اس میں لگے ہوئے جواہرات وغیرہ پر امانتدار ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: میں اس سے جلدی چاہتا ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ اللہ پاک کا اسمِ اعظم جانتے تھے، جب حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں آپ علیہ السلام کی بارگاہ میں اس تخت کو آپ علیہ السلام کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے فرمایا: "اگر تم نے ایسا کر لیا تو تم سب سے زیادہ جلدی اس تخت کو لانے والے ہو گے۔ حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ نے جب اسمِ اعظم کے ذریعے دعا مانگی تو اسی وقت تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے نمودار ہو گیا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا: پلک جھپکنے سے پہلے تخت کا میرے پاس آ جانا مجھ پر میرے رب کے فضل کی وجہ سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں اس کے انعامات پر شکر کرتا ہوں یا ناشکری؟ اور جو شکر کرے تو وہ اپنی ذات کیلئے ہی شکر کرتا ہے کیونکہ اس شکر کا نفع خود اس شکر گزار کو ہی ملے گا اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب شکر سے بے پرواہ ہے اور ناشکری کرنے والے پر بھی احسان کر کے کرم فرمانے والا ہے۔

تخت آجانے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ اس ملکہ کیلئے اس کے تخت کی شکل وصورت کو تبدیل کر دو تا کہ ہم دیکھیں کہ وہ اپنے تخت کو دیکھنے کے بعد اسے پہچان پاتی ہے یانہیں۔ جب ملکہ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئی تو اس وقت تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے موجود تھا۔ ملکہ سے کہا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے جواب دیا: گویا یہ وہی ہے۔ اس جواب سے بلقیس کی عقل کا کمال معلوم ہوا۔ پھر ملکہ سے کہا گیا کہ یہ تیرا ہی تخت ہے۔ تمہیں دروازے بند کرنے، انہیں تالے لگانے اور پہرے دار مقرر کرنے سے کیا فائدہ ہوا؟ پھر ملکہ بلقیس نے اطاعت قبول کرتے ہوئے کہا: ''ہمیں اللہ پاک کی قدرت اور آپ علیہ السلام کی نبوت صحیح ہونے کی خبر اس واقعہ سے پہلے ہدہد کے واقعہ سے اور وفد کے امیر سے مل چکی ہے اور ہم نے آپ علیہ السلام کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کی۔

پارہ 20 ﴿اَمَّنۡ خَلَقَ﴾

پارے کے شروع میں اللہ پاک کی قدرت اور وحدانیت کے پانچ دلائل بیان کیے گئے ہیں۔

1۔ بت پرست بہتر ہیں یا وہ بہتر ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے، آسمان سے بارش برسائی جس سے خوبصورت اور تر و تازہ باغات لہلہاتے ہیں، کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہوسکتا ہے؟ لیکن پھر بھی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

2۔ کس نے زمین کو جھٹکے لینے سے روک کر جانداروں کے لیے قرار گاہ بنایا، اس میں نہریں جاری کیں اور اس میں بھاری پہاڑ بطور لنگر ڈال دیے اور میٹھے اور کھارے پانی کو مکس ہونے سے بچانے کے لیے انکے درمیان رکاوٹیں کھڑی کردیں، کیا اس قادر مطلق ذات کو بتوں کے ساتھ ملاتے ہو؟

3۔ مجبوری، مظلومیت اور حالت بیماری میں جب کوئی پریشان حال پکارتا ہے تو اس کی تکلیفیں کون سنتا ہے اور اسکے دکھوں کا مداوا کون کرتا ہے؟ وہ اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔

4۔ خشکی اور تری کے اندھیروں میں راستہ دکھانے والا اور بارش برسانے والا اور ٹھنڈی ہوائیں چلانے والا کون ہے؟ اللہ کریم یا یہ ہاتھوں سے بنائی ہوئی مورتیاں؟ وہ اللہ واحد ہی ہے۔

5۔ تمہاری پہلی تخلیق کے بعد تمھیں دوبارہ پیدا کرنے، آسمان و زمین سے تمھیں روزی پہنچانے، آسمان اور زمین کے چھپے ہوئے راز جاننے والا کون ہے؟

اگلی آیات میں پھر مشرکین کے اعتراضات کو بیان کیا گیا کہ وہ کہتے تھے کہ بوسیدہ ہڈیاں ہوجانے کے بعد ہمیں دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا؟ انہیں بتایا گیا کہ پچھلے لوگوں کا حال دیکھو، اگر تم باز نہ آئے تو تمہارا ابھی یہی حال ہوگا۔

اسکے بعد صور پھونکے جانے، پہاڑوں کا بادل کی طرح اڑتے پھرنے، لوگوں کا ٹولیوں کی شکل میں حساب کے لیے پیش ہونے اور نیکی سرانجام دینے والوں کا گھبراہٹ سے محفوظ رہنے اور گناہ کرنے والوں کا قیامت کے دن اوندھے منہ جہنم میں ڈالے جانے کا بیان ہے۔ اللہ پاک نے قیامت کی ہولنا کیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جس دن صور پھونکا جائے گا تو ہر شخص صدمے اور غم کا شکار ہوگا سوائے اس شخص کے جسے خود اللہ پاک اس غم سے محفوظ فرمائے۔ فرمایا کہ جن پہاڑوں کو تم زمین پر جما ہوا دیکھتے ہو یہ قیامت کے دن اس طرح چلنا شروع ہوجائیں گے جس طرح بادل کی بدلیاں چلتی ہیں۔

آخر میں فرمایا کہ "ہدایت یافتہ انسان اپنا فائدہ کرتے ہیں، یعنی یہ جو نیک اعمال کرتے ہیں، یہ اپنے فائدے کے لیے کرتے ہیں، جبکہ گمراہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، تمہارے اعمال سے تمہارا رب بے خبر نہیں ہے۔

جس طرح اس سورت کی ابتدا عظمت قرآن کے بیان سے ہوئی تھی یونہی اس کے اختتام پر بتایا جا رہا ہے کہ انسان کی سعادت اسی میں ہے کہ اس کتاب مقدس کی تعلیمات کو مضبوطی سے تھام لے۔

﴿سورہ قصص﴾

اس سورت میں 9 رکوع اور 88 آیتیں ہیں۔

* وجہ: قصص کا معنی ہے واقعات اور قصے، اور چونکہ اس سورت میں مختلف قصے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اور قارون کا قصہ وغیرہا بیان کیے گئے ہیں، اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۃ القصص'' رکھا گیا ہے۔

بنی اسرائیل جن کی مصر کے اندر ایک بڑی تعداد موجود تھی اور فرعونیوں کے ظلم وستم کا خصوصی ہدف غریب لوگ بنے ہوئے تھے، بنی اسرائیل کے لوگ مظلوم تھے، پھر اللہ پاک نے کمزوروں کو بلندی عطا کرنے کا ارادہ فرمایا تو انہی حالات میں موسی علیہ السلام کی ولادت ہوئی، فرعون نے یہ حکم جاری کردیا کہ ایک بچہ میری حکومت کو چیلنج کرنے والا ہے، اس لئے میں وہ بچہ پیدا ہی نہیں ہونے دونگا، چنانچہ اس مقصد کے لیے وہ ایک برس بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کروادیتا اور ایک سال انکو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔

اللہ کی شان کہ حضرت موسی علیہ السلام اسی سال پیدا ہوئے جس سال فرعون نے بچوں کے قتل کا حکم کررکھا تھا، اللہ پاک نے موسی علیہ السلام کی والدہ کو الہام فرمایا کہ انکو دودھ پلاتی رہیں اور جب یہ خطرہ ہوجائے کہ فرعون کے درباری آپہنچیں گے اور موسی علیہ السلام کو نقصان پہنچائیں گے تو تب ان کو ایک صندوق میں بند کرکے دریائے نیل میں ڈال دیا جائے، موسی علیہ السلام کی والدہ نے ایسے ہی کیا کہ جب خطرہ محسوس ہوا تو ان کو کپڑے میں لپیٹ کر صندوق میں ڈال کر سمندر میں چھوڑ دیا، سمندر کی لہروں نے اس صندوق کو فرعون کے محل تک پہنچادیا۔

فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ تعالی عنہا مومنہ تھیں، انہوں نے صندوق میں ایک خوبصورت بچے کو آتے دیکھا تو فرعون سے کہا کہ اسے قتل نہ کرے کہ شاید یہ میری اور آپکی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے، ہم سے اب کوئی اولاد کا ہونا ممکن نہیں ہے، تو کیوں نہ اسے ہم اپنا بیٹا بنا لیں؟

فرعون نے آسیہ رضی اللہ تعالی عنہا کی فرمائش پر موسی علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور انکے پالنے پر رضامند ہو گیا، موسی علیہ السلام کی بہن دیکھنے گئی تھیں کہ یہ صندوق کہاں جاتا ہے، جب وہ فرعون کے دربار تک پہنچ گیا، موسی علیہ السلام کی بہن بھی تعاقب کرتے ہوئے فرعون کے محل تک پہنچ گئیں، فرعون نے اعلان کر دیا کہ مجھے اس بچے کے لیے ایک دائی کی ضرورت ہے، بہت سی دائیوں نے حضرت موسی علیہ السلام کو دودھ پلانے کی کوشش کی مگر اللہ پاک نے گویا کسی اور کا دودھ موسی علیہ السلام کے لیے ممنوع قرار دے دیا تھا، اس لئے کہ موسی علیہ السلام کسی اور کا دودھ پیتے ہی نہ تھے، یہاں تک کہ موسی علیہ السلام کی بہن آگے بڑھیں اور کہنے لگیں کہ کیا میں آپکو ایک ایسا خاندان نہ بتا دوں کہ جو آپ کے اس بچے کی کفالت کر دے اور اس عورت کا دودھ بھی بچہ پی لے گا، فرعون راضی ہو گیا، موسی علیہ السلام کی والدہ کو دربار میں لایا گیا، جب موسی علیہ السلام کو انہوں نے اپنی گود میں لیا تو موسی علیہ السلام خاموش ہو گئے اور آپ علیہ السلام نے فوراً دودھ پینا شروع کر دیا۔

حضرت موسی علیہ السلام فرعون کے محل میں پرورش پاتے رہے جب جوان ہوئے تو اللہ پاک نے ان کو علم وحکمت عطا فرمائی۔

پھر کچھ واقعات بیان فرمانے کے بعد موسی علیہ الصلوۃ السلام کے مدین سفر کو بیان فرمایا گیا، فرعون کی سلطنت سے باہر آپ علیہ السلام ایک علاقے کی طرف تشریف لے گئے، جب مدین کے پاس پہنچے تو وہاں ایک کنواں تھا جہاں علاقے کے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے لیے لمبی لائن لگائے کھڑے

تھے، اور وہاں دو لڑکیاں بھی اپنے جانوروں کے لیے بالکل الگ سے کھڑی تھیں، لیکن رش کی وجہ سے وہ پانی نہیں لے پا رہی تھیں، آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟

تو انہوں نے کہا کہ دراصل ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں، جب تک یہ سب چرواہے اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر چلے نہ جائیں اس وقت تک ہم اپنے مویشیوں کو پانی نہیں پلا سکتیں کیونکہ نہ ہم پانی کھینچ سکتی ہیں نہ مردوں کے مجمع میں جا سکتی ہیں، موسی علیہ السلام کو ان پر رحم آیا، قریب میں ایک اور کنواں بھی تھا جس پر ایک بہت بڑا پتھر رکھا ہوا تھا اور وہ کوئی ہٹا نہیں سکتا تھا، موسی علیہ السلام نے اپنی نبوی قوت سے اس پتھر کو ہٹا دیا اور ان کو پانی بھر کر دے دیا۔

انھوں نے جانوروں کو پانی پلا دیا، پھر موسی علیہ السلام ایک طرف ہٹ کر سائے میں بیٹھ گئے اور اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا کرنے لگے کہ "اے میرے رب میں اس کھانے کی طرف محتاج ہوں جو تو میرے لئے اتارے"، موسی علیہ السلام نے ایک ہفتے سے کھانا تناول نہ فرمایا تھا۔

وہ دونوں صاحبزادیاں اس دن جلد گھر پہنچ گئیں تو ان کے والد نے وجہ پوچھی تو انھوں نے بتایا کہ ایک نیک شخص نے ہماری مدد کی ہے اور سارا واقعہ سنایا، یہ والد اللہ کے نبی شعیب علیہ السلام تھے، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ انہیں میرے پاس لے آؤ، وہ موسی علیہ السلام کے پاس گئیں ان میں سے ایک لڑکی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چہرہ آستین سے ڈھکے، جسم چھپائے، شرم سے چلتی ہوئی آئی۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچ کر انہوں نے کہا: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ آپ کو اس کام کی مزدوری دیں جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اجرت لینے پر تو راضی نہ ہوئے لیکن حضرت شعیب علیہ السلام کی زیارت اور ان سے ملاقات کرنے کے ارادے سے چلے اور ان صاحبزادی صاحبہ سے فرمایا کہ آپ میرے پیچھے

رہ کر رستہ بتاتی جائیے۔ یہ آپ علیہ السلام نے پردے کے اہتمام کے لئے فرمایا اور اس طرح تشریف لائے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو کھانا حاضر تھا، حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: ''بیٹھئے کھانا کھائیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی یہ بات منظور نہ کی اور فرمایا'' میں اللہ پاک کی پناہ چاہتا ہوں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: ''کھانا نہ کھانے کی کیا وجہ ہے، کیا آپ کو بھوک نہیں ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا'' مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ کھانا میرے اُس عمل کا بدلہ نہ ہو جائے جو میں نے آپ کے جانوروں کو پانی پلا کر انجام دیا ہے، کیونکہ ہم وہ لوگ ہیں کہ نیک عمل پر عوض لینا قبول نہیں کرتے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: ''اے جوان! ایسا نہیں ہے، یہ کھانا آپ کے عمل کے عوض میں نہیں بلکہ میری اور میرے آباؤ اَجداد کی عادت ہے کہ ہم مہمان نوازی کیا کرتے ہیں اور کھانا کھلاتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام بیٹھ گئے اور آپ نے کھانا تناول فرمایا اور اس کے بعد تمام واقعات و احوال بیان کر دیئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: ''فرعون اور فرعونیوں سے ڈریں نہیں، اب آپ ظالموں سے نجات پا چکے ہیں کیونکہ یہاں مدین میں فرعون کی حکومت وسلطنت نہیں، پھر شعیب علیہ السلام نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک کے ساتھ اس مہر پر تمہارا نکاح کر دوں کہ تم آٹھ سال تک میری ملازمت کرو پھر اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ اضافہ تمہاری طرف سے مہربانی ہوگی اور تم پر واجب نہ ہوگا اور میں تم پر کوئی اضافی مشقت نہیں ڈالنا چاہتا۔

موسی علیہ السلام راضی ہو گئے اور وہیں رہنے لگے، مدت پوری ہونے پر شعیب علیہ السلام نے موسی علیہ السلام کا نکاح اپنی بیٹی کے ساتھ کر دیا۔

موسی علیہ السلام دس سال تک حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس مقیم رہے، پھر شعیب علیہ السلام سے زوجہ کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہونے کی اجازت مانگی، آپ علیہ السلام نے اجازت دے دی، آپ علیہ السلام مصر کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں سردی بہت تھی، رات اندھیری تھی اور راستہ گم ہو گیا تھا، آپ علیہ السلام جنگل میں جب طور

پہاڑ سے گزر رہے تو موسی علیہ السلام نے دور سے آگ کی روشنی دیکھی تو اپنی زوجہ سے فرمانے لگے کہ تم یہاں ٹھہرو میں راستے کی خبر لاؤں یا آگ کی چنگاری لے آؤں تا کہ تم اس سے گرمی حاصل کرو۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کو اس جگہ چھوڑ کر آگ کے پاس آئے تو برکت والی جگہ میں میدان کے اس کنارے سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دائیں ہاتھ کی طرف تھا، ایک درخت سے انہیں ندا کی گئی: اے موسیٰ! بیشک میں ہی اللہ ہوں، سارے جہانوں کا پالنے والا ہوں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سرسبز درخت میں آگ دیکھی تو جان لیا کہ اللہ پاک کے سوا یہ کسی کی قدرت نہیں اور بے شک جو کلام انہوں نے سنا ہے اس کا مُتَکَلِّم اللہ پاک ہی ہے۔ پھر آپ علیہ السلام کو معجزات عطا فرمائے گئے، پھر سارا واقعہ وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اس کے بعد اللہ پاک نے موسی علیہ السلام کی قوم کے ایک بڑے نافرمان شخص کا ذکر فرمایا جسے دنیا سرکش قارون کے نام سے جانتی ہے، خاندانی اعتبار سے یہ موسی علیہ السلام کا رشتے دار تھا، حضرت موسی علیہ السلام اس کو توحید کی دعوت دیتے رہے مگر اس نے اللہ پاک کی ذات پر ایمان لانے سے انکار کر دیا، اللہ پاک نے اس کو بہت زیادہ مال و دولت سے نوازا تھا، اپنے وقت کا سب سے بڑا تاجر تھا اور اس کے خزانے اتنے تھے کہ خزانوں کی چابیاں اٹھانے کے لیے طاقتور اونٹوں پر اسکی چابیوں کو ڈالا جاتا تھا، ایک دن وہ اپنے خزانے کی چابیوں کے ساتھ بڑے تکبر کے ساتھ چل رہا تھا کہ اللہ پاک نے اسکے اس تکبر کو ناپسند فرمایا اور اسکو خزانے سمیت زمین میں دھنسا دیا۔

اختتام پر ایک بڑی پیاری نصیحت ہے، ارشاد ہوا کہ "آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو ملک میں فتنہ اور فساد نہیں پھیلاتے اور پرہیزگاروں کے لیے ہی آخرت کا گھر ہے۔

﴿سورہ عنکبوت﴾

سورۂ عنکبوت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 7 رکوع اور 69 آیتیں ہیں۔

* **وجہ:** عربی میں مکڑی کو عنکبوت کہتے ہیں اور اس سورت کی آیت نمبر 41 میں اللہ پاک نے شرک کے بطلان پر عنکبوت یعنی مکڑی کی مثال دی ہے اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورہ عنکبوت رکھا گیا ہے۔

اس سورت کے آغاز میں ایک بات یہ بیان کی گئی کہ قطعی نجات کے لیے صرف دعوی ایمان کافی نہیں بلکہ آزمائش بھی ہوسکتی، تاکہ مخلص مومن اور منافق میں امتیاز ہوجائے، جیسا کہ پچھلی امت کے لوگوں کو بڑی آزمائش سے گزرنا پڑا۔

ایمان والوں میں سب سے زیادہ اور سخت آزمائشیں اللہ کے نبیوں کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں، پھر اس سورت میں حضرت نوح، ابراہیم، موسی اور ہارون علیہم الصلوۃ والسلام کے قصے بھی اجمالی طور پر بیان کیے گئے ہیں تاکہ اہل ایمان جان لیں کہ اہل حق پر مصیبتیں تو آتی ہی ہیں، لیکن وہ دائمی نہیں ہوتیں آخرکار اہل حق کو غلبہ نصیب ہوتا ہے اور انکے مخالفین ہلاک کردیے جاتے ہیں۔

اللہ کریم نے قرآن مجید میں ان سابقہ امتوں اور لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے آنے والی آزمائش پر ثابت قدم رہے ان لوگوں میں اصحاب اخدود اور قوم موسی کے جادوگر سرفہرست تھے جنھوں نے وقت کے حاکموں کے ظلم اور تکلیف کی پرواہ نہ کہ اور اللہ کی توحید پر بڑی استقامت کے ساتھ ڈٹے رہے، اسی طرح حضرت آسیہ رضی اللہ تعالی عنھا جو فرعون کی بیوی ہیں انہوں نے جام شہادت نوش کرلیا لیکن اللہ کی توحید کے راستے کو نہیں چھوڑا۔

پھر اللہ پاک نے حکم فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اور اگر وہ تمہیں شرک پر مائل کرنا چاہیں تو گناہ کے کاموں میں انکی نہ کرو۔

وہ لوگ جنہوں نے اللہ پاک کو واحد معبود ماننے کی بجائے بتوں کو معبود بنا رکھا ہے اور ان کے ساتھ امیدیں وابستہ کی ہوئی ہیں اور در حقیقت ان بتوں کے عاجز اور بے اختیار ہونے کی مثال مکڑی کی طرح ہے جس نے اپنے رہنے کے لئے جالے سے گھر بنایا جو کہ انتہائی کمزور ہے اور یہ گھر نہ اس سے گرمی دور کر سکتا ہے نہ سردی، نہ گرد و غبار اور بارش وغیرہ کسی چیز سے اس کی حفاظت کر سکتا ہے، ایسے ہی یہ بت ہیں کہ اپنے پجاریوں کو کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی دنیا و آخرت میں انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور بیشک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے اور ایسے ہی سب دینوں میں کمزور اور نِکَمّا دین بت پرستوں کا دین ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ بت پرست یہ بات جانتے کہ ان کا دین اس قدر نکما ہے۔

پارہ 21 {اُتْلُ مَا اُوْحِیَ}

پارے کی پہلی آیت میں تلاوت قرآن اور نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز کی پابندی کے فوائد بیان کیے گئے ہیں کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

پھر فرمایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی امی ہیں، ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وسلم، اس قرآن کے نازِل ہونے سے پہلے آپ کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے اسے لکھتے تھے، اگر آپ پڑھتے اور لکھتے ہوتے تو اس وقت اہل کتاب ضرور شک کرتے اور یوں کہتے کہ ہماری کتابوں میں آخری زمانے میں تشریف لانے والے نبی کی صفت تو یہ مذکور ہے کہ وہ اُمّی ہوں گے، نہ لکھتے ہوں گے اور نہ ہی پڑھتے ہوں گے جبکہ یہ تو لکھتے بھی ہیں اور پڑھتے بھی ہیں اس لئے یہ آخری نبی کیسے ہو سکتے ہیں۔ مگر انہیں اس شک کا موقع ہی نہ ملا۔

پھر فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وسلم، یہ کفار آپ سے جلد عذاب نازل ہونے کا مطالبہ کر رہے ہیں حالانکہ جہنم کا عذاب کافروں کو گھیرے ہوئے ہے اور ان میں سے کوئی بھی جہنم کے عذاب سے نہیں بچے گا! اور جس دن عذاب کافروں کو ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے یعنی ہر طرف سے ڈھانپ لے گا اور اللہ پاک ارشاد فرمائے۔ گا کہ اے کافرو! اب تم دنیا میں اپنے کئے ہوئے اعمال کی سزا کا مزہ چکھو تو اس دن تم اللہ پاک کے عذاب سے بھاگ نہیں سکو گے۔

اگلی آیت میں ہے کہ کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے انکو اللہ ہی رزق عطا فرماتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا گیا کہ اللہ پاک کی زمین بہت وسیع ہے، اگر کہیں عبادت کرنے یا دین پر قائم رہنے میں رکاوٹ ہو تو ایسی جگہ ہجرت کر لی جائے جہاں یہ رکاوٹ ختم ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے، اور پھر مومنین کے لئے جنت کی نعمتوں کا تذکرہ ہے۔

اللہ پاک جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو کشادہ فرماتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ فرماتا ہے، یہ اس کی حکمتیں ہیں۔

آخر میں فرمایا کہ جو اللہ کی راہ میں کوشش کرتا ہے اللہ پاک اس کو اپنے راستے دکھا دیتا ہے۔

﴿سورہ روم﴾

سورۂ روم مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس میں 6 رکوع اور 60 آیتیں ہیں۔

* وجہ: روم عیسائیوں کی مملکت کا نام ہے جس کا صدر مقام قسطنطنیہ تھا، اور اس سورت کی ابتدائی آیات میں یہ غیبی خبر دی گئی ہے کہ ابھی تو رومی مغلوب ہو گئے ہیں لیکن عنقریب چند سالوں میں وہ مجوسیوں پر غالب آ جائیں گے، اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ روم'' رکھا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صحیح ہونے اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن نے مستقبل کی جو خبریں دی ہیں وہ ہمیشہ سچ ثابت ہوتی ہیں۔

قرآن پاک نے یہ غیبی خبر دی کہ رومی ایرانیوں سے مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں میں اللہ پاک کی مدد سے ایرانیوں پر غالب آجائیں گے۔قرآن پاک کی دی ہوئی یہ خبر پوری ہوئی، رومی چند سالوں بعد ایرانیوں پر غالب آگئے اورانہوں نے عراق میں رومیہ نامی ایک شہر کی بنیاد رکھی۔رومی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ سے آسمانی نظام کے قائل تھے اوراہل کتاب تھے تو مسلمان ان کا غلبہ چاہتے تھے، جبکہ مجوسی آگ کی پوجا کرتے تھے اس لئے مشرکین ان کے غلبے کو پسند کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایران کے بادشاہ نے رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے اپنا لشکر بھیجا تو روم کے بادشاہ قیصر نے بھی اس کے مقابلے کے لئے اپنا لشکر بھیج دیا۔شام کی سرزمین کے قریب جب ان لشکروں کا آپس میں مقابلہ ہوا تو ایرانی لشکر رومی فوجیوں پر غالب آگیا اور انہیں شکست دے دی۔مسلمانوں نے جب یہ خبر سنی تو انہیں بہت گراں گزری جبکہ کفارِ مکہ اس سے خوش ہو کر مسلمانوں سے کہنے لگے کہ ہمارے بھائی یعنی فارس والے تمہارے بھائیوں یعنی رومیوں پر غالب آگئے ہیں اور جب ہماری تمہاری جنگ ہوگی تو ہم بھی تم پر غالب آجائیں گے۔اس پر آیتیں نازل ہوئیں اور اِن میں خبر دی گئی کہ چند سال میں پھر رومی فارس والوں پر غالب آجائیں گے۔

قرآن کی بشارت کے مطابق ساتویں سال میں رومیوں کو اہل فارس پر فتح نصیب ہوئی اور اللہ پاک کی قدرت سے بدر میں مسلمان بھی مشرکین پر غالب آگئے۔

پھر لوگوں کو صبح وشام اللہ پاک کی تسبیح اور تحمید بیان کرنے کا حکم دیا گیا۔

پھر اللہ پاک کی قدرت کا بیان ہے کہ اللہ پاک زندہ کو بے جان سے جیسے کہ پرندے کو انڈے سے، انسان کو نطفے سے اور مومن کو کافر سے نکالتا ہے اور بے جان کو زندہ سے جیسے کہ انڈے کو پرندے سے، نطفے کو انسان سے اور کافر کو مومن سے نکالتا ہے اور زمین کو خشک ہو جانے کے بعد بارش برسا کر اور اس سے سبزہ

اُگا کر زندہ کرتا ہے اوران چیزوں کو نکالنے کی طرح تم بھی (قیامت کے دن) قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے حساب کے لئے نکالے جاؤ گے۔

اگلی آیتوں میں اللہ پاک کی وحدانیت اور قدرت پر دلائل بیان فرمائے گئے۔

اللہ پاک نے انسان کو مٹی سے بنایا حالانکہ مٹی بے جان ہے اور اس میں کوئی حرکت نہیں، پھر تمہارے اندر احساس وشعور پیدا کیا حالانکہ یہ مٹی کا بنیادی جزو نہیں، یہ اللہ پاک کی قدرت کے عجائبات ہیں۔

اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے ہر چیز کے جوڑے بنائے اور انسان کے لئے انسان ہی کی جنس کا جوڑا یعنی عورت کو بنایا کہ جن سے نکاح کرنے کے بعد وہ سکون پاتے ہیں، اگر مرد ہی مرد ہوتے یا عورتوں کو جنات کی جنس سے بنایا ہوتا تو آپس میں نفرتیں ہوتیں۔

پہلے دو آیات میں اللہ پاک نے اپنی قدرت کی وہ نشانیاں بیان فرمائیں جو انسان کی اپنی ذات میں ہیں جبکہ اس کے بعد والی آیت میں خارجی کائنات کی تخلیق اور انسان کی لازمی صفات سے اپنی وحدانیّت پر اِستدلال فرمایا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف اللہ پاک کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تم آسمان کی طرف دیکھو کہ وہ انتہائی وسیع اور بلند ہے، اس میں رات کے وقت ستارے روشن ہوتے اور یہ آسمان کی زینت ہیں، اسی طرح زمین کی طرف دیکھو کہ کتنی طویل وعریض ہے، پانی کی طرح نرم نہیں بلکہ سخت ہے، اس پر پُرہیبت پہاڑ نَصب ہیں، اس میں وسیع وعریض میدان، گھنے جنگلات اور ریت کے ٹیلے ہیں، دریا اور سمندر جاری ہیں نباتات کا ایک سلسلہ قائم ہے، لہلہاتے ہوئے زرخیز کھیت، پھلوں سے لدے اور پھولوں کے مہکتے ہوئے

باغات ہیں۔ یونہی تم اپنی زبانوں کے اختلاف پر غور کرو کہ کوئی عربی بولتا ہے، کوئی فارسی اور کوئی ان کے علاوہ دوسری زبان بولتا ہے۔ ایسے ہی تم اپنے رنگوں پر غور کرو کہ کوئی گورا ہے، کوئی کالا، کوئی گندمی حالانکہ تم سب کی اصل ایک ہے اور تم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو۔ اسی طرح تم اپنی جسمانی ساخت پر غور کرو کہ ہر انسان کی دو آنکھیں، دو اَبرو، ایک ناک، ایک پیشانی، ایک منہ اور دو گالیں ہیں اور انسانوں کی تعداد اربوں میں ہونے کے باوجود کسی کا رنگ، چہرہ اور نقش دوسرے سے پورا پورا نہیں ملتا بلکہ ہر ایک دوسرے سے جدا ہی نظر آتا ہے اور اگر ہر ایک کی شکل اور آواز ایک جیسی ہوتی تو ایک دوسرے کی پہچان مشکل ہو جاتی اور بے شمار مَصلحتیں ختم ہو کر رہ جاتیں، اچھے اَخلاق والے اور برے اخلاق والے میں، دوست اور دشمن میں، قریبی اور دور والے میں اِمتیاز نہ ہو پاتا۔ اب تم یہ بتاؤ کہ کیا یہ سب چیزیں خود ہی وجود میں آ گئیں ہیں یا یہ محض اتفاق ہے، یا یہ چند خداؤں نے مل کر یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے، اگر ایسا ہے تو پھر آسمان و زمین میں ہزاروں سال سے اس قدر نظم اور تسلسل کیوں قائم ہے اور اس میں کبھی اختلاف کیوں نہیں ہوا، ان زبانوں، رنگوں اور شکلوں کا خالق کون ہے؟ اگر تم علم اور انصاف کی نظر سے دیکھو گے تو جان لو گے کہ یہ سب صرف اللہ پاک کی قدرت کا شاہکار ہیں۔

اے لوگو! رات اور دن میں تمہارا سونا اور اللہ پاک کا فضل تلاش کرنا اللہ پاک کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہیں عادت کے مطابق رات میں نیند آتی ہے اور ضرورت کے وقت تم دن میں بھی سو جاتے ہو جس سے تھکن دور ہوتی اور تمہارے بدن کو راحت حاصل ہوتی ہے، یونہی دن میں تم سفر کرتے اور اپنی معیشت کے اسباب کو تلاش کرتے ہو، تو غور کرو کہ تم پر نیند کون طاری کرتا ہے اور نیند کا یہ معمول کس نے بنایا ہے اور تمہیں معیشت کے اسباب تلاش کرنے کی ہمت اور صلاحیت کس نے دی ہے؟ اگر تم لاپرواہی اور ضد سے کام نہ لو تو تمہیں یہی کہنا پڑے گا کہ ہزاروں برس سے انسانوں کا یہ معمول اور ان کا یہ فطری نظام صرف اسی اللہ پاک کا پیدا کیا ہوا ہے جو یکتا معبود ہے اور اس کی قدرت کامل ہے۔

اللہ پاک کا تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کے لئے بجلی دکھانا اور آسمان سے پانی اتار کر بنجر زمین کو سرسبز وشاداب کر دینا اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ جب بادلوں میں بجلی چمکتی ہے تو بسا اوقات تم خوفزدہ ہو جاتے ہو کہ کہیں یہ گر کر نقصان نہ پہنچا دے اور کبھی تمہیں اس سے یہ امید ہوتی ہے کہ اب بارش برسے گی نیز جب اللہ پاک بارش نازل فرماتا ہے تو اس کے پانی سے بنجر زمین سرسبز وشاداب ہو کر لہلہانے لگتی ہے، کھیتیاں پھلنے پھولنے لگتی اور باغات میں درخت پھلوں سے بھرنے لگتے ہیں، یہ چیزیں دیکھ کر حقیقی طور پر غور وفکر کرنے والے اس نظام کو چلانے والے کی معرفت حاصل کرتے ہیں کہ برس ہا برس سے زمینوں کی سیرابی اور ان کی سرسبزی وشادابی کا یہی نظام ہے اور اس نظام کے تَسَلْسُل اور یکسانِیّت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے بنانے والا اور اسے چلانے والا موجود ہے اور وہ واحد ہے اور اس کی قدرت کامل ہے اور اس میں یہ نشانی بھی ہے کہ اللہ پاک جس طرح مردہ زمین کو زندہ فرماتا ہے اسی طرح ایک دن مردہ انسانوں کو بھی زندہ فرمائے گا۔

آیت 38 میں فرمایا کہ اے وہ شخص! جسے اللہ پاک نے وسیع رزق دیا، تم اپنے رشتے دار کے ساتھ حسنِ سلوک اور احسان کر کے اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو صدقہ دے کر اور مہمان نوازی کر کے اُن کے حق بھی دو۔ رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کرنا ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو اللہ پاک کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ پاک سے ثواب کے طالب ہیں اور وہی لوگ آخرت میں کامیاب ہونے والے ہیں۔

شرک اور گناہوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد جیسے قحط سالی، بارش کا رک جانا، پیداوار کی قلت، کھیتیوں کی خرابی، تجارتوں کے نقصان، آدمیوں اور جانوروں میں موت، آتش زدگی کی کثرت، غرق اور ہر شے میں بے برکتی، طرح طرح کی بیماریاں، بے سکونی، وغیرہ ظاہر ہو گئی اور ان پریشانیوں میں مبتلا ہونا اس لئے ہے تاکہ اللہ پاک انہیں آخرت سے پہلے دنیا میں ہی ان کے بعض برے کاموں کا مزہ چکھائے تاکہ وہ کفر اور گناہوں سے باز آجائیں اور ان سے توبہ کرلیں۔

ایک بار پھر اپنی قدرت کا اظہار فرمایا کہ اللہ پاک ہی اپنی حکمت کے موافق ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ ہوائیں بادل اٹھا کر لاتی ہیں، پھر اللہ پاک اپنی مَشِیَّت کے مطابق کبھی اس بادل کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے کہ ہر طرف بادل چھائے ہوتے ہیں اور کبھی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے کہ کہیں بادل اور کہیں خالی جگہ ہوتی ہے اور اللہ پاک کے حکم سے اس بادل کے بیچ میں سے بارش نکلتی نظر آتی ہے، پھر جب اللہ پاک اپنے بندوں میں سے جن کے شہروں اور سرزمین کی طرف چاہتا ہے ان تک وہ بارش پہنچاتا ہے اور جب بارش ہوتی ہے تو وہ بندے خوش ہوجاتے ہیں حالانکہ اس بارش کے نازل کئے جانے سے پہلے وہ لوگ بارش ہونے سے بڑے ناامید ہو چکے ہوتے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ پاک کی رحمت یعنی بارش نازل ہونے پر مُرَتَّب ہونے والے نشانات دیکھو کہ بارش زمین کو سیراب کرتی ہے، پھر اس سے سبزہ نکلتا ہے، سبزے سے پھل پیدا ہوتے ہیں اور پھلوں میں غذائیت ہوتی ہے اور اس سے جانداروں کے جسمانی نظام کو مدد پہنچتی ہے اور یہ دیکھو کہ اللہ پاک یہ سبزے اور پھل پیدا کر کے کس طرح خشک ہوجانے والی زمین کو سرسبز و شاداب بنادیتا ہے اور جس نے خشک زمین کو سرسبز کر دیا وہ بے شک مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر اس چیز پر قادر ہے جو اس کی قدرت کے تحت آنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

﴿سورہ لقمان﴾

اس سورت میں 4 رکوع اور 34 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اس سورۂ مبارکہ کے دوسرے رکوع سے اللہ پاک کے بَرگُزیدہ بندے حضرت لقمان حکیم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اسی وجہ سے یہ سورت ''سورۂ لقمان'' کے نام سے مَوسُوم ہوئی۔

اس سورت کی ابتداء میں پاک کی ہدایت کے دستور اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی معجزے قرآنِ پاک کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کا گروہ قرآنِ پاک کی تصدیق کرتا ہے اس لئے وہ جنت میں داخل ہو کر کامیاب ہو جائیں گے اور کافروں کا گروہ قرآنِ پاک کی آیات کا مذاق اڑاتا اور ان کا انکار کرتا ہے اور اس نے اپنی جہالت اور بیوقوفی کی وجہ سے گمراہی کا راستہ اختیار کیا تو وہ جہنم کے دائمی دردناک عذاب میں مبتلا ہو کر نقصان اٹھائیں گے۔

اس کے بعد حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کی حکمت و دانائی کو عطائے خداوندی قرار دیکر انکی اپنے بیٹے کو کی گئی نصیحتوں کو بیان کیا گیا ہے۔

اے میرے فرزند! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

اے میرے بیٹے! برائی اگر رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ پتھر کی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں، اللہ اسے لے آئے گا بیشک اللہ ہر باریکی کا جاننے والا خبردار ہے۔

اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھ اور اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کر اور تجھے جو مصیبت آئے اس پر صبر کر، بیشک یہ ہمت والے کاموں میں سے ہے۔

اور لوگوں سے بات کرتے وقت اپنا رخسار ٹیڑھا نہ کر اور زمین میں اکڑتے ہوئے نہ چل، بیشک اللہ کو ہر اکڑنے والا، تکبر کرنے والا ناپسند ہے۔ اور اپنے چلنے میں درمیانی چال سے چل اور اپنی آواز کچھ پست رکھ، بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔

پھر اللہ کی قدرت اور جلالت اور تسخیر کائنات اور شمس وقمر کو مسخر کرنا اور دن اور رات کے نظام کا تذکرہ ہے۔ پھر قیامت کے دن کی ہولنا کی اور انسان کی لا چاری کا ذکر ہے۔

بیشک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہ بارش اتارتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بیشک اللہ علم والا، خبر دار ہے۔ غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مکمل اطلاع نہیں دیتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ ذاتی علم غیب اللہ پاک کے ساتھ خاص ہے اور انبیاءِ کرام علیہم السلام ، اور اولیاءِ عظام رحمۃ اللہ علیھم کو غیب کا علم اللہ پاک کے بتانے سے معجزہ اور کرامت کے طور پر عطا ہوتا ہے۔

﴿سورہ سجدہ﴾

اس سورت میں 3 رکوع اور 30 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اس سورت کی آیت نمبر 15 میں ان مسلمانوں کا وصف بیان کیا گیا ہے جو قرآنِ پاک کی آیات سن کر اللہ پاک کی تسبیح کرتے اور اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ سجدہ'' رکھا گیا۔

اس سورت کی ابتداء میں یہ بیان کیا گیا کہ قرآن اللہ پاک کی وہ کتاب ہے جو اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اور اس چیز میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔

پھر فرمایا گیا کہ ہماری آیات پر ایمان وہ لوگ لاتے ہیں کہ جب ان آیات کے ذریعے انکو نصیحت کی جاتی ہے تو اپنے رب کی تسبیح اور حمد کرتے ہوئے سجدے میں گر جاتے ہیں، تکبر نہیں کرتے، انکے پہلو بستر سے دور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں، وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے اور اسکی رحمت کا یقین رکھتے ہیں۔

مومن اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے۔ مومنوں کی مہمانی کے لیے جنت اور فاسقوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔
جن لوگوں نے صبر و تحمل کو اپنا وطیرہ بنالیا ہے تو ہم نے انھی لوگوں کو منصب امامت پر فائز کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے۔

آخر میں بتایا اے محبوب! کافر لوگ سوال کرتے ہیں کہ حق کی فتح کا دن کونسا ہوگا تو آپ فرمادیجیے کہ جب فتح کا دن آئے گا تو تمہارا ایمان کام نہ آئے گا۔ لہذا اللہ کے فیصلے کا تم بھی انتظار کرو اور وہ لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

﴿سورہ احزاب﴾

سورۂ اَحزاب مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سورت میں 9 رکوع اور 73 آیتیں ہیں۔

*** وجہ:** احزاب حزب کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے گروہ، جماعت اور لشکر۔ اس سورت کے دوسرے اور تیسرے رکوع میں غزوۂ احزاب کا ذکر کیا گیا ہے اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ احزاب'' رکھا گیا اور چونکہ مشرکینِ مکہ، یہودی اور منافقین متفق و متحد ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے تھے اس لیے اس غزوہ کو غَزْوَةُ الْاَحْزَاب کہتے ہیں، نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر مدینہ کے اَطراف میں خندق کھود کر مدینہ کا دفاع کیا تھا، اس وجہ سے اس غزوہ کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔

اس سورت کی ابتداء میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ پاک کے خوف رکھنے پر قائم رہنے، کفار و منافقین کی پیروی سے بچنے، اللہ پاک کی وحی کی پیروی کرتے رہنے اور اللہ پاک پر توکُّل کرتے رہنے کا حکم دیا گیا۔

سورت کی ابتدا میں تقوے کے حکم کے ساتھ کافروں اور منافقوں کی عدم اطاعت اور وحی الٰہی کے اتباع اور توکل کی تلقین ہے۔

اللہ پاک نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے، یعنی کفر و ایمان، ہدایت و گمراہی اور حق و باطل ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔
لوگوں کو انکے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارنے کا حکم دیا گیا۔

آیت 6 میں فرمایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مُطَہَّرات کو مومنوں کی مائیں فرمایا گیا، لہٰذا اُمَّہاتُ المومنین کا تعظیم و حرمت میں اور ان سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہونے میں وہی حکم ہے جو سگی ماں کا ہے جبکہ اس کے علاوہ دوسرے احکام میں جیسے وراثت اور پردہ وغیرہ، ان کا وہی حکم ہے جو اجنبی عورتوں کا ہے یعنی ان سے پردہ بھی کیا جائے گا اور عام مسلمانوں کی وراثت میں وہ بطورِ ماں شریک نہ ہوں گی، نیز امہات المومنین کی بیٹیوں کو مومنین کی بہنیں اور ان کے بھائیوں اور بہنوں کو مومنین کے ماموں، خالہ نہ کہا جائے گا۔

یہ حکم حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے ہے جنسے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح فرمایا، چاہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ان کا انتقال ہوا ہو یا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انہوں نے وفات پائی ہو۔ یہ سب کی سب امت کی مائیں ہیں اور ہر امتی کے لئے اس کی حقیقی ماں سے بڑھ کر لائقِ تعظیم و واجبُ الاحترام ہیں۔

اس کے کچھ بعد غزوہ احزاب کا ذکر فرمایا جب کفار نے مسلمانوں پر چڑھائی کی تو اللہ پاک نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور مشرکین کے قدم اکھاڑ کر رکھ دیے، منافقین اور یہودیوں کی مذمت بھی کی گئی جب انھوں نے اس موقع پر اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کو لوگوں کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا گیا۔

اس سورت میں یہ بھی بتایا گیا کہ جہاں منافق، کفار کے بھاری لشکروں کو دیکھ کر متذبذب ہو رہے تھے وہیں مسلمانوں کے ایمان اور تسکین و رضا میں اضافہ ہو رہا تھا کہ یہ وہی منظر ہے جس کا اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے ہم سے وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا فرمان سچ اور حق ہے۔

پارہ 22 ﴿وَمَنۡ یَّقۡنُتۡ﴾

بائیسویں پارے کے شروع میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی فضیلت اور عظمت بیان کرتے ہوئے ان کے نیک اعمال پر انہیں دگنے ثواب اور اللہ پاک کی طرف سے رزق کریم کی خوشخبری سنائی گئی اور پھر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے توسط سے دنیا بھر کی مومنہ عورتوں کو سات اہم پیغامات دیے گئے۔

1 کسی نامحرم سے بات کرتے ہوئے نرم لہجہ اختیار نہ کریں اور ضرورت کے تحت ہی بات کی جائے۔

2 بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلا کریں بلکہ گھر کی چاردیواری ہی میں رہا کریں۔

3 سابقہ جاہلیت کے انداز پر بے پردگی کا مظاہرہ نہ کریں اور اپنی زینت اور ستر کا غیر محارم کے سامنے اظہار نہ کریں۔

4 نماز کی پابندی کریں۔

5 زکوٰۃ دیا کریں۔

6 اللہ اور کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں۔

7 قرآن کی تلاوت کرتی رہیں۔

آیت نمبر 35 میں مردوں کے ساتھ عورتوں کے دس مراتب بیان ہوئے، مسلمان مرد وعورتیں، ایمان والے اور والیاں، اطاعت گزار مرد وعورت، صبر کرنے والے اور والیاں، سچے مرد وعورتیں، عاجزی والے اور والیاں، صدقہ کرنے والے اور والیاں، روزے رکھنے والے اور والیاں، پاکدامنی رکھنے والے اور والیاں اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کیا ہوا ہے۔

اس کے بعد یہ مسئلہ بیان ہوا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹے کی طرح نہیں ہوتا اور منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنے میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں ہے جبکہ کوئی اور ممانعت کی وجہ نہ ہو، نہ ہی اس بات کو معیوب سمجھا جائے۔

آیت 40 میں قرآن پاک نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر مہر لگادی اور آخری نبی ہونے کا اعزاز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔
پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان فرمائے کہ اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر، نذیر، داعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے۔

آیت نمبر 53 میں بارگاہ نبوی میں حاضری کے آداب بیان ہوئے۔

پہلے یہ بات بیان کی گئی کہ اجازت کے بغیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل نہ ہوا کرو۔

کوئی دعوت طعام ہو تو کھانا کھا کر فوراً منتشر ہو جایا کرو۔

جب امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے کچھ مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو بلا حجاب ان کے سامنے نہ جایا کرو۔

اور آخر میں تاکید فرمادی کہ ایسا کوئی کام نہ کرو جس سے ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب اطہر رنجیدہ ہو۔

پچھلی آیات میں پردے کا حکم دیا گیا اور اب فرمایا گیا کہ عورت کا اس کے باپ، بیٹے، بھائی، بھانجے، بھتیجے، ماموں اور چچا سے پردہ نہیں۔

اس کے بعد شان رسالت صلی اللہ علیہ بیان کرنے والی ایک عظیم ترین آیت یعنی آیت درود کا ذکر ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا(۵۶)

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اسکے فوراً بعد بتایا گیا کہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو تکلیف دینے سے بچو۔
اور اہل ایمان کی تکلیف کا باعث بننے والے قابل ملامت اور ذلت آمیز عذاب کے مستحق ٹھریں گے۔

آیت نمبر 59 میں خواتین کے لئے پردے کا خصوصی حکم ہے کہ اگر آزاد مسلمان عورتیں اس طرح چادر اوڑھ کر چہرہ ڈھانپ کر باہر نکلیں گی تو انہیں دور سے پہچان لیا جائے گا کہ یہ عزت دار اور باحیا خواتین ہیں اور اس سے ان کی عزت محفوظ رہے گی اور ستائی بھی نہیں جائیں گی۔

ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ اپنی اَزواجِ مُطَہَّرات، اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادیں کہ جب انہیں کسی حاجت کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑے تو وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈال کر رکھیں اور اپنے سر اور چہرے کو چھپائیں۔

سورت کے آخر میں اہل ایمان کو سیدھی بات کرنے، اپنے اعمال کو درست رکھنے اور تقوی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا جس کا صلہ گناہوں کی مغفرت اور اعمال کی اصلاح کی صورت میں ملے گا اور اسے بڑی کامیابی قرار دیا گیا۔

﴿سورہ سبا﴾

اس میں 6 رکوع اور 54 آیتیں ہیں۔

* وجہ: سبا عرب کے علاقے یمن کی حدود میں واقع ایک قبیلے کا نام ہے اور یہ قبیلہ اپنے دادا سبا بن یَشْجُب بن یَعْرُب بن قحطان کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس سورت کی آیت نمبر 15 سے قومِ سبا کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ سبا'' کہتے ہیں۔

اس سورت کی ابتداء میں اللہ پاک کی حمد و ثنا بیان کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ کافر قیامت کا صاف انکار کرتے ہیں، نیز قیامت قائم ہونے کو قسم کے ساتھ بیان فرمایا اور مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ پاک کی قدرت پر دلیل دی گئی۔

اس کے بعد مشرکین کے بارے میں بتایا گیا کہ حساب کتاب اور جزا اور موت کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرتے ہیں، اللہ پاک نے اپنے نبی علیہ السلام کی زبانی یہ بیان کروادیا کہ آپ اپنے رب کی قسم یاد کر کے کہیں کہ قیامت آ کر ہی رہے گی اور نیکوکاروں کو جزا اور بدکاروں کو سزا ضرور مل کر رہے گی۔

آیت نمبر 10 سے اللہ پاک نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام پر کئے جانے والے اپنے خصوصی انعامات اور فضل وعنایت کا ذکر کیا کہ داؤ علیہ السلام کو بڑی فضیلت عطا کی گئی، اللہ پاک نے انہیں ایسی خوش الحانی بخشی تھی کہ جب وہ زبور کی تلاوت کرتے تو ان کے ساتھ پہاڑ اور پرندے تلاوت میں مشغول ہوجاتے، لوہا ان کے ہاتھوں میں موم کی طرح ایسا نرم کردیا گیا کہ اس سے زرہ بنالیا کرتے تھے۔

اس کے ساتھ سلیمان علیہ السلام کے معجزات کا بھی تذکرہ ہے کہ ہوا انکے تخت کو تیز رفتاری کے ساتھ اڑا کر لے جاتی تھی اور ان کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ جاری کردیا

اس سے جیسے چاہتے برتن ڈھال لیتے تھے، اور اللہ کے حکم سے جنات آپ علیہ السلام کے کام کردیا کرتے تھے، جنات سلیمان علیہ السلام کے حکم کے پابند تھے اور سلیمان علیہ السلام کے حکم پر بڑے بڑے قلعے اور بڑی بڑی عمارتیں بنالیا کرتے تھے۔

اللہ پاک کی ان نعمتوں کے باوجود دونوں انبیاء کرام علیہم السلام ہمیشہ عاجزی اور انکساری کے ساتھ اللہ پاک کا شکر کرتے رہے۔

سلیمان علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی تھی کہ ان کی وفات کا حال جنّات پر ظاہر نہ ہوتا کہ انسانوں کو معلوم ہوجائے کہ جن غیب نہیں جانتے، پھر آپ علیہ السلام محراب میں داخل ہوئے اور حسبِ عادت نماز کے لئے اپنے عصا کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے۔ جِنّات دستور کے مطابق اپنی خدمتوں میں مشغول

رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام زندہ ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا عرصۂ دراز تک اسی حال پر رہنا اُن کے لئے کچھ حیرت کا باعث نہیں ہوا، کیونکہ وہ بارہا دیکھتے تھے کہ آپ علیہ السلام ایک ماہ، دو ماہ اور اس سے زیادہ عرصہ تک عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور آپ علیہ السلام کی نماز بہت لمبی ہوتی ہے، حتّٰی کہ آپ علیہ السلام کی وفات کے پورے ایک سال بعد تک جنات آپ علیہ السلام کی وفات پر مُطّلع نہ ہوئے اور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے یہاں تک کہ اللہ پاک کے حکم سے دیمک نے آپ علیہ السلام عصا کھا لیا اور آپ علیہ السلام کا جسم مبارک جو لاٹھی کے سہارے سے قائم تھا زمین پر تشریف لے آیا۔ اس وقت جِنّات کو آپ علیہ السلام کی وفات کا علم ہوا۔

آیت 15 سے ایک ایسی قوم کا واقعہ بیان کیا گیا جنہیں اللہ پاک نے کثیر نعمتوں سے نوازا لیکن وہ لوگ اللہ پاک کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی بجائے اس کی نافرمانی کرنے لگ گئے تو اللہ پاک نے انہیں سیلاب کے ذریعے ہلاک کر دیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ یمن کی حدود میں جس جگہ یہ لوگ آباد تھے وہاں اللہ پاک کی وحدانیّت اور قدرت پر دلالت کرنے والی ایک نشانی تھی۔ اس نشانی کی تفصیل یہ ہے کہ ان کے شہر مآرب کے دونوں طرف کثیر باغات تھے اور ان باغوں میں پھلوں کی انتہائی کثرت تھی۔ ان لوگوں سے انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ذریعے کہا گیا کہ اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس نعمت پر اس کی طاعت وعبادت بجالاؤ۔ تمہارا شہر پاکیزہ شہر ہے جس میں لطیف آب وہوا اور صاف ستھری سرزمین ہے، اس میں مچھر، مکھی، کھٹمل، سانپ اور بچھو وغیرہ کوئی چیز نہیں اور ہوا کی پاکیزگی کا یہ عالَم ہے کہ اگر کہیں دوسرے علاقے کا کوئی شخص اس شہر میں سے گزر جائے اور اس کے کپڑوں میں جوئیں ہوں تو سب مر جائیں۔ اگر تم اپنے رب کی روزی پر شکر ادا کرو اور اس کی اطاعت بجالاؤ تو وہ بخشش فرمانے والا ہے۔

آیت نمبر 28 میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت عامہ کا ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانوں کے نبی ہیں، چاہے عربی ہوں یا عجمی، گورے ہوں یا کالے، پہلے والے ہوں یا بعد والے۔

مزید فرمایا کہ پچھلی امت کے لوگ مال و دولت کی فراوانی کو اپنی قبولیت کی دلیل سمجھتے تھے۔لیکن اللہ پاک نے فرمایا کہ اللہ کا قرب مال و دولت کی فراوانی سے نہیں ملتا بلکہ ایمان اور عمل صالح کی مدد سے ملتا ہے، رزق کی کشادگی کا تعلق کسی کی فضیلت اور بے توقیری سے نہیں ہے بلکہ یہ اللہ پاک کی حکمت ہے کہ کبھی وہ نعمتوں کی فراوانی امتحان کے طور پر فرماتا ہے، کبھی آزمائش کے طور پر، اور کبھی یہ نعمتیں فضیلت کی بنا پر بھی ہوتی ہیں۔

﴿سورہ فطر﴾

سورۂ فاطر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس میں 5 رکوع اور 45 آیتیں ہیں۔

* وجہ: فاطر کا معنی ہے بنانے والا، اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ پاک کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کو بنانے والا ہے، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ فاطر'' کہتے ہیں۔ نیز اس سورت کو ''سورۂ ملائکہ'' بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کی پہلی آیت میں فرشتوں کا ذکر ہے۔

شروع میں اللہ پاک کی حمد بیان کی گئی ہے کہ تمام تعریفیں اس اللہ پاک کے لیے ہیں جس نے آسمان و زمین بغیر کسی نمونے کے بنایا اور فرشتوں کو پیدا فرمایا کہ جو انبیاء کرام علیہم السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور دو دو، تین تین، چار چار پروں والے فرشتے پیدا فرمائے۔ فرمایا کہ اللہ پاک

قادر مطلق ہے وہ کسی پر اپنی رحمتوں کے فیضان کھول دے تو کسی کی مجال نہیں کہ اسے روک دے۔اور اللہ پاک کسی کے لیے یہ فیضان رحمت روک دے تو کسی کی مجال نہیں کہ وہ عام کر سکے۔اللہ پاک کی نعمتوں میں غور کر کے دیکھو کہ آسمان وزمین میں اس کے علاوہ کون خالق کہلانے کا مستحق ہے؟

پھر اللہ پاک نے مومن اور کافر کے بارے میں ایک مثال بیان فرمائی ہے،اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح کھاری اور میٹھے سمندر بعض فوائد میں اگرچہ یکساں ہیں لیکن پانی ہونے میں ایک جیسے ہونے کے باوجود دونوں برابر نہیں کیونکہ پانی سے جو اصل مقصود ہے اس میں یہ مختلف ہیں،اسی طرح مومن اور کافر انسان ہونے میں ایک جیسے ہونے کے باوجود برابر نہیں اگرچہ بعض صفات جیسے شجاعت اور سخاوت میں یکساں ہوں کیونکہ یہ دونوں ایک عظیم خاصیت میں مختلف ہیں اور وہ عظیم خاصیت یہ ہے کہ مومن اپنی اصل فطرت یعنی اسلام پر قائم ہے جبکہ کافر اس پر قائم نہیں۔فرمایا کہ کھاری اور میٹھے دونوں سمندروں میں سے تم مچھلی کا تازہ گوشت کھاتے ہو اور وہ قیمتی موتی نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو اور تم کشتیوں کو دریا میں چلتے ہوئے پانی کو چیرتے ہوئے دیکھو گے اور وہ ایک ہی ہوا میں آتی بھی ہیں،جاتی بھی ہیں، تمہارے لئے سمندر کی یہ تسخیر اس لئے ہے تا کہ تم تجارتوں میں نفع حاصل کر کے اللہ پاک کا فضل تلاش کرو اور تا کہ تم اللہ پاک کی نعمتوں کی شکر گزاری کرو

اللہ پاک نے یہ بھی بیان کیا کہ حجت الٰہی قائم کرنے کے لیے اللہ پاک نے ہر امت کی طرف روشن دلائل دے کر انبیا اور رسل بھیجے لیکن ہر دور میں حق کو جھٹلانے والے ابو جہل اور ابولہب جیسے لوگ ضرور رہے۔

آخر میں فرمایا کہ اللہ پاک لوگوں کو انکی بداعمالیوں کی وجہ سے فوراً انکی گرفت نہیں فرماتا،اگر فوراً گرفت فرمائے تو زمین پر کوئی بھی جاندار باقی نہ بچے لیکن وہ ایک وقت تک موقع عطا فرماتا ہے۔

﴿سورہ یٰسٓ﴾

سورۂ یٰسٓ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس میں 5 رکوع اور 83 آیتیں ہیں۔

* وجہ: یٰسٓ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ہے، اور چونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ "یٰسٓ" ہے اس وجہ سے اس سورت کا نام "سورۂ یٰسٓ" رکھا گیا۔

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں قرآنِ پاک کی عظمت، اللہ پاک کی قدرت و وحدانیّت، تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب اور قیامت میں مُردوں کو زندہ کئے جانے کو بیان کیا گیا ہے، اس سورت کی ابتداء میں اللہ پاک نے قرآن کی قسم کھا کر فرمایا کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب جہانوں کو پالنے والے رب تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور ان کی رسالت سے لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے، ایک گروہ عناد اور دشمنی کرنے والا جس کے ایمان لانے کی امید نہیں اور دوسرا گروہ وہ ہے جس کے لئے خیر اور ہدایت حاصل ہونے کی توقُّع ہے، ان دونوں گروہوں کے اعمال محفوظ ہیں اور اللہ پاک کے قدیم اور اَزلی علم میں ان کے آثار موجود ہیں۔

اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ کفارِ مکہ کے سامنے شہر والوں کا واقعہ بیان کر کے انہیں اللہ پاک کے عذاب سے ڈرائیں، اللہ پاک نے دو رسولوں کو ایک شہر والوں کی طرف مبعوث فرمایا جنہوں نے ان شہر والوں کو توحید و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی لیکن ان کی دعوت سن کر شہر والوں نے انہیں جھٹلایا، اس کے بعد اللہ پاک نے ایک تیسرے رسول کو پہلے دونوں کی مدد کیلئے بھیجا۔اب ان تینوں رسولوں نے قوم سے اِرشاد فرمایا کہ ہم تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، لیکن

قوم نے اِس بات کوتسلیم کرنے کی بجائے وہی اعتراض کیا جو اکثر و بیشتر امتوں نے اپنے رسولوں پر کیا تھا اور وہ اعتراض یہ تھا کہ تم تو ہمارے جیسے انسان ہو، لہٰذا تم کیسے خدا کے رسول ہو سکتے ہو؟ یعنی اُن کافروں کے اعتقاد کے مطابق رسول انسانوں میں سے نہیں بلکہ فرشتوں میں سے ہونا چاہیے تھا اور یہ چونکہ انسان تھے اس لئے ان کے نزدیک رسول نہیں ہو سکتے تھے۔ اس کے ساتھ کافروں نے یہ بھی کہا کہ خدائے رحمٰن نے کچھ بھی نازل نہیں کیا یعنی وحی کے نزول کا دعویٰ غلط ہے اور تم جھوٹے ہو جو ہمارے سامنے رسالت کا دعویٰ کر رہے ہو۔ اُن رسولوں نے سخت الفاظ کا جواب سختی کے ساتھ دینے کی بجائے بڑے خوبصورت انداز میں جواب دیا کہ ہمارا رب جانتا ہے کہ یقیناً ہم خدا کے رسول ہیں اور مزید یہ بھی جان لو ہماری صرف یہ ذمہ داری ہے کہ تم تک خدا کا پیغام واضح طور پر پہنچا دیں۔ اس کے جواب میں قوم نے کہا کہ ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں، لہٰذا تم اپنی اس تبلیغ سے باز آ جاؤ ورنہ ہم تمہیں سخت سزا دیں گے اور تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔ اُن رسولوں نے جواب دیا کہ ہمیں منحوس قرار نہ دو کیونکہ تمہاری نحوست تمہارے کفر وضلالت کی صورت میں تمہارے ساتھ موجود ہے۔ کیا تم لوگ ہمیں اس لئے پتھر مارو گے کہ ہم نے تمہیں صحیح بات سمجھانے کی کوشش کی ہے، اگر یہ بات ہے تو تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔

جب یہ مکالمہ جاری تھا اور قوم اُن رسولوں کو شہید کرنے، ایذاء پہنچانے اور ان کے پیغام کو نہ ماننے پر تُلی ہوئی تھی، اسی دوران یہ بات ایک مردِ مومن تک پہنچی جو پہلے سے ہی مومن تھا یا اِن رسولوں سے ملاقات کے بعد مسلمان ہوا تھا اور وہ شہر کے کنارے پر رہتا تھا، وہ اللہ پاک کے رسولوں کی تائید اور اپنی قوم کو سمجھانے کیلئے بھاگا ہوا آیا اور ان سے کہنے لگا کہ اِن رسولوں کی پیروی کرو، ان کے حقّانیّت پر ہونے کی یہ بڑی واضح دلیل ہے کہ اِن کا اِس پیغام پہنچانے میں کوئی دُنیوی مفاد نہیں، یہ تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے، نیز یہ ہدایت یافتہ ہیں کہ ان کی باتیں معقول اور سمجھ میں آنے والی ہیں۔ نیز اے میری قوم! میں

بھی مسلمان ہوں اور خالقِ کائنات کی عبادت کرنے والا ہوں اور مجھے کیا ہے کہ میں اس خدا کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا، کیا میں اُس کے علاوہ ایسے بتوں کو معبود بناؤں جن کی سفارش مجھے کوئی نفع نہیں دے سکتی اور نہ وہ مجھے اس وقت بچا سکتے ہیں جب خدا مجھے نقصان پہنچانا چاہے۔ اگر اِس کے باوجود میں خدا کے علاوہ کسی کی عبادت کروں تو پھر میں کھلی گمراہی میں ہوں گا، پس میں تو اپنے رب پر ایمان لایا تو تم میری بات سنو اور اس بات پر غور کر کے ایمان لاؤ۔ مردِ مومن کی اِن باتوں کو سننے کے باوجود لوگ ایمان نہ لائے بلکہ اُسے بھی تنگ کرنے کے درپے ہو گئے پھر یا تو وہ خیر خواہ مردِ مومن فوت ہو گئے یا قوم نے انہیں شہید کر دیا اور بعدِ وفات فرشتوں کی زبان سے اللہ پاک نے اُسے جنت کی بشارت سنائی۔ جنت کی خوشخبری سن کر بھی اُس مردِ ناصح نے اپنی قوم کا غم کیا اور یہ تمنا کی: کاش میری قوم کو معلوم ہو جائے کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور میری عزت افزائی فرمائی ہے۔ آخر کار قوم کے تکذیب کرنے اور ایمان نہ لانے پر اُن پر خدائی عذاب آیا جو ایک چیخ کی صورت میں تھا جس کے نتیجے میں وہ ایسے ہلاک ہو گئے جیسے بجھی ہوئی راکھ ہوتی ہے۔

پارہ 23 ﴿وَمَالِیَ﴾

جب مردِ مومن نے قوم سے رسولوں کی پیروی کرنے کا کہا تو قوم نے ان سے کہا: کیا تم ہمارے دین کے مخالف، ان لوگوں کی پیروی کرنے لگے ہو اور ان کے خدا پر ایمان لے آئے ہو؟ اس کے جواب میں اُس مومن نے کہا کہ اس حقیقی مالک کی عبادت نہ کرنے کا کیا مطلب جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کی طرف لوٹ کر سب کو جانا ہے۔ ہر شخص اپنے وجود پر نظر کر کے اس کی نعمت اور احسان کے حق کو پہچان سکتا ہے۔ مردِ مومن نے مزید یہ کہا: کیا میں اپنے خالق اللہ پاک کو چھوڑ کر ان بتوں کو اپنا معبود بنالوں جن کی بے بسی کا حال یہ ہے کہ اگر رحمٰن عزوجل مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو یہ بت مجھے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے کیونکہ انہیں سفارش کرنے کی اہلیت اور اس کا حق حاصل ہی نہیں اور نہ ہی وہ خود اپنی قدرت اور طاقت کے ذریعے مجھے اس نقصان سے بچا سکیں گے اور بتوں کا عاجز اور بے بس ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ بت عبادت کے مستحق ہرگز نہیں ہیں اور اگر میں اللہ پاک کی بجائے بتوں کو اپنا معبود بنالوں جب تو بیشک میں کھلی گمراہی میں ہوں گا کیونکہ عاجز اور بے بس بتوں کو اس خالق کے ساتھ شریک کرنا جس کے علاوہ کسی اور کو حقیقی قدرت حاصل نہیں، ایسی گمراہی ہے جو کہ کسی بھی عقل مند سے پوشیدہ نہیں۔ جب لوگوں نے اُس مخلص مُبَلِّغ کو شہید کر دیا تو عزت واِکرام کے طور پر مُبَلِّغ سے فرمایا گیا: تو جنت میں داخل ہو جا۔ جب وہ جنت میں داخل ہوئے اور وہاں کی نعمتیں دیکھیں تو انہوں نے یہ تمنا کی کہ ان کی قوم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ پاک نے مجھے بخش دیا ہے اور میری بہت عزت افزائی فرمائی ہے۔

جب اس مومن کو شہید کر دیا گیا اور قوم نے ایمان لانے سے بھی انکار کر دیا تو اللہ پاک کا اس قوم پر غضب نازل ہوا اور ان کی سزا میں تاخیر نہ فرمائی گئی۔ حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم ہوا اور ان کی ایک

ہی ہَولناک آواز سے سب کے سب مر گئے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا گیا: اور ہم نے اس کی قوم سے اِنتقام لینے کے لئے ان پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ ہم اس قوم کی ہلاکت کے لئے وہاں کوئی لشکر اتارنے والے تھے بلکہ ان کی سزا کے لئے تو حضرت جبریل علیہ السلام کی صرف ایک چیخ ہی کافی تھی جس سے وہ اس طرح فنا ہو گئے جیسے آگ بجھ جاتی ہے۔

اگلی آیات میں اللہ پاک کی قدرت وجلال کو بیان کیا گیا، سورج، چاند سیارے قادر مطلق کے نظام کے تابع چل رہے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ ان میں فساد یا ٹکراؤ ہو جائے۔
مردہ زمین کو زندہ فرمانے والا، کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا فرمانے والا اور ان میں چشمے جاری فرمانے والا وہی اللہ ہے جو ہر عیب سے پاک ہے، ہر چیز کا جوڑا بنانے والا، رات کے بعد دن کو لانے والا، سورج کو اس کے مدار میں چلانے والا، چاند کے لئے منزلیں مقرر فرمانے والا وہ اللہ وحدہ لاشریک ہے۔

اس کے بعد قیامت کی منظر کشی کی گئی ہے کہ جیسے ہی مردوں کو اٹھانے کے لئے دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ قبروں سے نکل کر رب کی بارگاہ میں حاضری کے لیے چل پڑیں گے اور بے اختیار پکار اٹھیں گے کہ ہمیں قبروں سے باہر کس نے نکال دیا؟ پھر خود کہیں گے یہ تو اللہ کے وعدے کی عملی تفسیر ہے، اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا۔
اب کوئی چاہے یا نہ چاہے اس کو میدان محشر میں حاضر ہونا پڑے گا۔
ظلم سے پاک محاسبہ اور جزا وسزا کا عمل ہوگا۔
جنت والے نعمتوں میں ہوں گے۔
مجرم کو روز قیامت شرم دلائی جائے گی کہ تمہیں شیطان کی پیروی سے منع کیا گیا تھا مگر تم شیطان کی پیروی

کر کے گمراہ ہو گئے۔

اس کے بعد زبانوں پر مہر لگا دی جائے گی اور اعضا گناہوں کا اقرار کریں گے۔

اس سورت میں زیادہ گفتگو موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر ہے اسی لیے اس کا اختتام بھی منکرین سے اس سوال پر ہو رہا ہے کہ جب انسان مر جائے گا، ہڈیاں تک بوسیدہ ہو جائیں گی، دوبارہ کون زندہ کرے گا؟

پھر جواب ارشاد فرمایا کہ وہ زندہ کرے گا جس نے پہلے پیدا کیا۔

﴿سورہ لقمان﴾

سورۂ صافّات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 5 رکوع اور 182 آیتیں ہیں۔

* **وجہ:** صافّات کا معنی ہے صفیں باندھنے والے، اور اس سورت کی پہلی آیت میں صفیں باندھنے والوں کی قسم ارشاد فرمائی گئی اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ صافّات'' رکھا گیا۔

اس سورت کی ابتداء میں صفیں باندھنے والوں، جھڑک کر چلانے والوں اور قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے والی جماعتوں کی قسم ذکر کر کے فرمایا گیا عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے جو کہ آسمانوں، زمینوں، ان کے درمیان موجود تمام چیزوں اور تمام مَشرقوں کا رب ہے اور یہ بتایا گیا کہ آسمان کو تمام سرکش جِنّات سے محفوظ کر دیا گیا ہے اور اب وہ عالَمِ بالا کے فرشتوں کی باتیں نہیں سن سکتے اور جو ان کی باتیں سننے کے لئے اوپر جائے تو اسے شِہابِ ثاقب سے مارا جاتا ہے۔

پھر موت کے بعد اٹھائے جانے پر دلائل اور اس وقت کی منظر کشی کی گئی ہے اور مجرموں کا حال بیان کیا گیا کہ ان کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔

نیک بندوں کو عذاب سے دور رکھنے کی بشارت دی گئی، ان کے لئے جنت میں اعلیٰ نعمتیں ہوں گی، پاکیزہ شراب ہوگی جس سے عقل میں کوئی فتور نہ آئے، ان کے لئے بڑی آنکھوں والی حوریں ہونگی۔

جنتی شرابِ طَہور پینے کے دوران آپس میں سوال کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے کہ دنیا میں کیا حالات اور واقعات پیش آئے۔ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو مرنے کے بعد اُٹھنے کا منکر تھا اور اس کے بارے میں طنز کے طور پر مجھ سے کہا کرتا تھا کہ کیا تم مرنے کے بعد اُٹھنے کو سچ مانتے ہو؟ اور کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں جزا سزا دی جائے گی اور ہم سے حساب لیا جائے گا؟ یہ بیان کر کے وہ جنتی اپنے جنتی دوستوں سے کہے گا: کیا تم جھانک کر دیکھو گے کہ میرے اس ہم نشین کا جہنم میں کیا حال ہے۔ وہ جواب دیں گے کہ تم ہم سے زیادہ اسے جانتے ہو۔ پھر جب وہ جھانکے گا تو اپنے اس دنیا کے ساتھی کو بھڑکتی آگ کے درمیان میں دیکھے گا کہ عذاب کے اندر گرفتار ہے، تو وہ جنتی اس سے کہے گا: خدا کی قسم! قریب تھا کہ تو ضرور مجھے بھی راہِ راست سے بہکا کر ہلاک کر دیتا۔ اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا اور وہ اپنی رحمت و کرم سے مجھے تیرے بہکانے سے محفوظ نہ رکھتا اور اسلام پر قائم رہنے کی توفیق نہ دیتا تو ضرور میں بھی تیرے ساتھ جہنم میں موجود ہوتا۔

پھر بعض انبیاء کرام علیھم السلام کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔

نوح علیہ السلام اور انکی قوم کا مختصر تذکرہ ہے کہ ایمان والوں کو قلت تعداد کے باوجود نجات ملی اور کفار کثرت تعداد کے باوجود دریا میں غرق ہو گئے۔

ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ دو مرحلوں میں بیان ہوا۔ انکی دعوت توحید جو انہوں نے قوم کو دی مگر وہ مشرف با اسلام ہونے کے بجائے ہٹ دھرمی پر اتر آئے اور ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کی تدبیریں کرنے لگے جس سے اللہ پاک نے اپنے پیارے خلیل علیہ السلام کو بچا لیا۔

اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرزند عطا فرمایا، وہ پلتے بڑھتے جب اس عمر تک پہنچ گئے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حاجت اور ضروریات میں ان کے ساتھ کام کرنے کے قابل ہو گئے تو ان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ''اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں اور انبیاءِ کرام علیہ السلام کے خواب حق ہوتے ہیں اور ان کے افعال اللہ پاک کے حکم سے ہوا کرتے ہیں، اب تو دیکھ لے کہ تیری کیا رائے ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ اس لئے کہا تھا کہ ان کے فرزند کو ذبح ہونے سے وحشت نہ ہو اور اللہ پاک کے حکم کی اطاعت کے لئے رغبت کے ساتھ تیار ہو جائیں، چنانچہ اس فرزندِ اَرجمند نے اللہ پاک کی رضا پر فدا ہونے کا کمالِ شوق سے اظہار کرتے ہوئے فرمایا ''اے میرے باپ! آپ وہی کریں جس کا آپ کو اللہ پاک کی طرف سے حکم دیا جا رہا ہے۔ اگر اللہ پاک نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے ذبح پر صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند نے اللہ پاک کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند کو ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان کے فرزند نے عرض کی ''اے والدِ محترم! اگر آپ نے مجھے ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو پہلے مجھے رسیوں کے ساتھ مضبوطی سے باندھ لیں تا کہ

میں تڑپ نہ سکوں اور اپنے کپڑے بھی سمیٹ لیں تا کہ میرے خون کے چھینٹے آپ پر نہ پڑیں اور میرا اجر کم نہ ہو کیونکہ موت بہت سخت ہوتی ہے اور اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کر لیں تا کہ وہ مجھ پر آسانی سے چل جائے اور جب آپ مجھے ذبح کرنے کے لئے لٹائیں تو پہلو کے بل لٹانے کی بجائے پیشانی کے بل لٹائیں کیونکہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ جب آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑے گی تو اس وقت آپ کے دل میں رقت پیدا ہو گی اور وہ رقت اللہ پاک کے حکم کی تعمیل اور آپ کے درمیان حائل ہو سکتی ہے اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری قمیص میری ماں کو دیدیں تا کہ انہیں تسلی ہو اور انہیں مجھ پر صبر آ جائے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''اے میرے بیٹے! تم اللہ پاک کے حکم پر عمل کرنے میں میرے کتنے اچھے مددگار ثابت ہو رہے ہو۔ اس کے بعد فرزند کی خواہش کے مطابق پہلے اسے اچھی طرح باندھ دیا، پھر اپنی چھری کو تیز کیا اور اپنے فرزند کو منہ کے بل لٹا کر ان کے چہرے سے نظر ہٹالی، پھر ان کے حلق پر چھری چلادی تو اللہ پاک نے ان کے ہاتھ میں چھری کو پلٹ دیا، اس وقت انہیں ایک ندا کی گئی ''اے ابراہیم! تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا اور اپنے فرزند کو ذبح کے لئے بے دریغ پیش کر کے اطاعت و فرمانبرداری کمال کو پہنچادی، بس اب اتنا کافی ہے، یہ ذبیحہ تمہارے بیٹے کی طرف سے فدیہ ہے اسے ذبح کر دو۔ یہ واقعہ منیٰ میں واقع ہوا۔

اس کے بعد حضرت اسحٰق، موسی، ہارون، الیاس، لوط، یونس علیہم السلام کا مختصراً ذکر ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ تفصیل سے پہلی مرتبہ سورہ صافات میں بیان کیا گیا ہے لہذا اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

آپ علیہ السلام کا نام یونس بن متیٰ ہے۔ آپ علیہ السلام حضرت ہود علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں

آپ علیہ السلام کا لقب ذُوالنُّون اور صَاحِبُ الْحُوْتِ ہے، آپ بستی نِیْنَوٰی کے نبی تھے جو مُوصَل کے علاقہ میں دجلہ کے کنارے پر واقع تھی۔ آپ علیہ السلام نے چالیس سال ان لوگوں کو بت پرستی چھوڑنے اور اللہ پاک کی وحدانیّت کا اقرار کرنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے آپ علیہ السلام کو جھٹلایا اور اپنے شرک سے باز نہ آئے، تب آپ علیہ السلام نے اللہ پاک کے حکم سے انہیں تین دن کے بعد عذاب آجانے کی خبر دی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو عذاب آنے کی جو خبر دی تھی جب اس میں تاخیر ہوئی تو آپ علیہ السلام اپنی قوم کے کفرو نافرمانی پر اِصرار کرنے کی وجہ سے غضبناک ہو کر اللہ پاک کی اجازت کے بغیر ہی ہجرت کے ارادے سے چل دیئے اور آپ علیہ السلام نے یہ خیال کیا کہ اللہ پاک مجھ پر کوئی تنگی نہیں کرے گا اور نہ ہی اس فعل پر مجھ سے کوئی باز پُرس ہوگی۔ حضرت یونس علیہ السلام کے ہجرت کرنے اور غضبناک ہونے کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ اس شخص کو قتل کر دیتے تھے جس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے، آپ علیہ السلام یقینی طور پر سچے تھے کہ آپ علیہ السلام نے وحیِ الٰہی سے ہی انہیں بتایا کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو تم پر اللہ پاک کا عذاب آئے گا لیکن چونکہ فی الحال عذاب آیا نہیں تھا تو قوم کی نظر میں آپ کا کہنا واقع کے خلاف تھا اسی لئے وہ آپ کے قتل کے در پے تھے اور آپ علیہ السلام اسی اندیشے سے وہاں سے چل دیئے حالانکہ آپ علیہ السلام نے عذاب کا تو فرمایا تھا لیکن انہیں کوئی مُتَعَیَّن وقت نہیں بتایا تھا کہ جس پر آپ علیہ السلام کو مَعَاذَ اللہ آپ کی قوم جھوٹا کہہ سکتی۔ آپ علیہ السلام نے دریائی سفر کا قصد کیا اور بھری کشتی پر سوار ہو گئے، جب کشتی دریا کے درمیان پہنچی تو ٹھہر گئی اور اس کے ٹھہرنے کا کوئی ظاہری سبب موجود نہ تھا۔ ملاحوں نے کہا: اس کشتی میں اپنے مولا سے بھاگا ہوا کوئی غلام ہے، قرعہ اندازی کرنے سے ظاہر ہو جائے گا کہ وہ کون ہے۔ چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی تو اس میں علیہ السلام ہی کا نام نکلا، اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ہی وہ غلام ہوں۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام پانی میں ڈال دیئے گئے کیونکہ ان لوگوں کا دستور یہی تھا کہ جب تک بھاگا ہوا غلام دریا میں غرق نہ کر دیا جائے اس وقت تک کشتی چلتی نہ تھی۔

جب حضرت یونس علیہ السلام دریا میں ڈال دیئے گئے تو انہیں ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا اور اس وقت آپ علیہ السلام کا حال یہ تھا کہ آپ خود کو اس بات پر ملامت کر رہے تھے کہ نکلنے میں جلدی کیوں کی اور قوم سے جدا ہونے میں اللہ پاک کے حکم کا انتظار کیوں نہ کیا۔ مروی ہے کہ اللہ پاک نے مچھلی کو اِلہام فرمایا: ''میں نے حضرت یونس علیہ السلام کو تیرے لئے غذا نہیں بنایا الخ

اللہ پاک نے فرمایا کہ اگر حضرت یونس علیہ السلام ذکرِ الٰہی کی کثرت کرنے والے اور مچھلی کے پیٹ میں ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' پڑھنے والے نہ ہوتے تو ضرور قیامت کے دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

جب حضرت یونس علیہ السلام نے دعا مانگی تو اللہ پاک نے انہیں مچھلی کے پیٹ سے نکال کر میدان میں ڈال دیا اور مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے آپ ایسے کمزور، دبلے پتلے اور نازک ہو گئے تھے جیسے بچہ پیدائش کے وقت ہوتا ہے، آپ علیہ السلام کے جسم کی کھال نرم ہو گئی تھی اور بدن پر کوئی بال باقی نہ رہا تھا۔

جس جگہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف لائے وہاں کوئی سایہ نہ تھا تو اللہ پاک نے ان پر سایہ کرنے اور انہیں مکھیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کدو کا پیڑ اگا دیا اور اللہ پاک کے حکم سے روزانہ ایک بکری آتی اور اپنا تھن حضرت یونس علیہ السلام کے دہنِ مبارک میں دے کر آپ علیہ السلام کو صبح و شام دودھ پلا جاتی یہاں تک کہ جسم مبارک کی جلد شریف یعنی کھال مضبوط ہوئی اور اپنے مقام سے بال اگ آئے اور جسم میں توانائی آئی۔

اللہ پاک نے حضرت یونس علیہ السلام کو پہلے کی طرح موصل کی سرزمین میں قومِ نِینَوٰی کے ایک لاکھ بلکہ اس سے کچھ زیادہ آدمیوں کی طرف انتہائی عزت و احترام کے ساتھ بھیجا، انہوں نے عذاب کے آثار

دیکھ کرتوبہ کرلی تھی، پھر حضرت یونس علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے پر باقاعدہ آپ علیہ السلام کی بیعت کی اور اللہ پاک نے آخری عمر تک انہیں آسائش کے ساتھ رکھا۔

سورت کے اختتام پر رب قدیر کی حمد ہے کہ تمہارا رب عزت والا ہے اور ان تمام باتوں سے پاک ہے جو مشرکین بیان کرتے ہیں۔اور رسولوں پر سلام ہو۔اور تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

﴿سورہ لقمان﴾

سورۂ صٓ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 5 رکوع اور 88 آیتیں ہیں۔

* **وجہ:** اس سورت کی ابتداء میں حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ''صٓ'' ذکر کیا گیا، اس مناسبت سے اسے سورۂ صٓ کہتے ہیں۔

اس سورت کی ابتداء میں بتایا گیا کہ کفار صرف تکبُّر اور عناد کی وجہ سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر عمل پیرا ہیں اور انہیں اس بات پر تعجب ہو رہا ہے کہ انہیں میں سے ایک ڈر سنانے والا عظیم رسول تشریف لایا اور اس نے ان سب بتوں کی عبادت کو باطل قرار دے دیا جن کی وہ بڑے عرصے سے عبادت کرتے چلے آ رہے ہیں۔

اس سورت میں بھی انبیاء کرام علیھم السلام کے واقعات کو ذکر کیا گیا بالخصوص داؤد علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ وہ بہت اللہ پاک کی طرف رجوع کرنے والے تھے اور خوش الحانی سے زبور کی تلاوت کرتے تھے

یہاں تک کہ پہاڑ اور پرند بھی انکے ساتھ چہچہانے لگتے تھے، نیز اللہ پاک نے ان کو سلطنت، حکمت اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی۔

ایک واقعے کا تذکرہ ہے کہ آپ علیہ السلام مسجد میں موجود تھے مشہور قول کے مطابق دو فرشتے حضرت داؤد علیہ السلام کی آزمائش کے لئے آئے تھے، صورتِ مسئلہ جوان فرشتوں نے پیش کی اس سے مقصود حضرت داؤد علیہ السلام کو توجہ دلانا تھی اس امر کی طرف جو انہیں پیش آیا تھا اور وہ یہ تھا کہ آپ کی ننانوے بیبیاں تھیں، اس کے بعد آپ نے ایک اور عورت کو پیام دے دیا جس کو ایک مسلمان پہلے سے پیام دے چکا تھا لیکن آپ کا پیام پہنچنے کے بعد عورت کے اَعِزّہ واَقارب دوسرے کی طرف اِلتفات کرنے والے کب تھے، آپ کے لئے راضی ہو گئے اور آپ سے نکاح ہو گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس مسلمان کے ساتھ نکاح ہو چکا تھا آپ نے اس مسلمان سے اپنی رغبت کا اظہار کیا اور چاہا کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دے دے، وہ آپ کے لحاظ سے منع نہ کر سکا اور اس نے طلاق دے دی، آپ کا نکاح ہو گیا اور اس زمانہ میں ایسا معمول تھا کہ اگر کسی شخص کو کسی کی عورت کی طرف رغبت ہوتی تو اس سے اِستدعا کر کے طلاق دلوا لیتا اور بعدِ عدت نکاح کر لیتا، یہ بات نہ تو شرعاً ناجائز ہے نہ اس زمانہ کے رسم و عادت کے خلاف، لیکن شانِ انبیاء بہت ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے اس لئے یہ آپ کے مَنصبِ عالی کے لائق نہ تھا تو مرضئِ الٰہی یہ ہوئی کہ آپ کو اس پر آگاہ کیا جائے اور اس کا سبب یہ پیدا کیا کہ ملائکہ مدعی (یعنی دعویٰ کرنے والے) اور مدعا علیہ (یعنی جس کے خلاف دعویٰ کیا جائے) کی شکل میں آپ کے سامنے پیش ہوئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے دعویٰ سن کر دوسرے فریق سے پوچھا تو اس نے اعتراف کر لیا، آپ علیہ السلام نے دعویٰ کرنے والے سے فرمایا کہ "بیشک تیری دنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کا سوال کر کے اس نے تجھ پر زیادتی کی ہے اور بیشک اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے کسی پر زیادتی نہیں کرتے لیکن وہ ہیں بہت تھوڑے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ گفتگو سن کر فرشتوں میں سے ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور تَبَسُّم کر کے وہ آسمان کی

طرف روانہ ہو گئے۔اب حضرت داوٗد علیہ السلام سمجھ گئے کہ اللہ پاک نے تو صرف انہیں آزمایا تھا اور دنبی ایک کِنایہ تھا جس سے مراد عورت تھی کیونکہ ننانوے عورتیں آپ علیہ السلام کے پاس ہوتے ہوئے ایک اور عورت کی آپ علیہ السلام نے خواہش کی تھی اس لئے دنبی کے پیرایہ میں سوال کیا گیا، جب آپ نے یہ سمجھا تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑے اور اللہ پاک کی طرف رجوع کیا۔

آیت 41 سے ایوب علیہ السلام اور انکے مصائب کا تذکرہ ہے۔وہ لمبے عرصے تک بیمار رہے اور اس بیماری نے انکو کمزور کر دیا تھا، پھر حکم الہی ہوا اپنا پاؤں زمین پر ماریں، آپ کی ٹھوکر سے ایک چشمہ جاری ہوا اور فرمایا گیا غسل اور پینے کے لیے یہ استعمال کریں۔

اس کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہے، اسی کے بعد جنت کی نعمتوں کا تذکرہ ہے۔

آیت 71 سے ایک بار پھر آدم علیہ السلام کی تخلیق، تمام فرشتوں کا سجدہ کرنا، اور تکبر کی بنا پر شیطان کا سجدے سے انکار کا ذکر ہے۔اس پر اللہ پاک نے شیطان سے جواب طلب فرمایا کہ جب آدم کو میں نے اپنے دست قدرت سے بنایا تو تمہیں کونسی چیز اسکو سجدہ کرنے سے مانع ہوئی، تو اس نے تکبر کرتے ہوئے کہا میں آدم سے افضل ہوں، میرا مادہ تخلیق آگ ہے اور انکا مٹی۔اللہ پاک نے فرمایا تو مردود ہے جنت سے نکل جا اور قیامت تک تجھ پر میری لعنت ہے۔

﴿سورہ زمر﴾

اس سورت میں 8 رکوع اور 75 آیتیں ہیں۔

*** وجہ:** زُمَر کا معنی ہے کئی گروہ اور کئی جماعتیں، اور اس سورت کی آیت نمبر 71 میں کفار کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکنے اور آیت نمبر 73 میں اپنے رب سے ڈرنے والوں کو گروہ در گروہ جنت کی طرف چلائے جانے کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ زُمَر" رکھا گیا ہے۔

اس سورت کی ابتداء میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاص کے ساتھ اللہ پاک کی عبادت اور اطاعت کرتے رہنے کا حکم دیا اور یہ بیان فرمایا کہ اللہ پاک مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے اور مشرکین کے ان شُبہات کو زائل فرمایا ہے جن کی وجہ سے وہ بتوں کو معبود اور شفاعت کرنے والا مانتے تھے اور ان کی عبادت کو اللہ پاک کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ سمجھتے تھے۔

اگلی آیات میں اللہ پاک کی قدرت کا ذکر ہے۔ اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے، وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا ہے، ہر ایک مقررہ مدت تک چلتا رہے گا۔ سن لو! وہی عزت والا، بخشنے والا ہے۔

اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور تمہارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے بنائے، تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تین اندھیروں میں پیدا کرتا ہے، ایک حالت کی تخلیق کے بعد دوسری حالت کی تخلیق ہوتی ہے۔ یہ اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تو تم کہاں پھیرے جاتے ہو؟

پارے کے آخر میں فرمایا

کہ بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی تا کہ وہ نصیحت حاصل کرلیں۔ عربی زبان کا قرآن جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں تا کہ وہ ڈریں۔

اللہ پاک نے ایک غلام آدمی کی مثال بیان فرمائی جس میں کئی بداخلاق آقا شریک ہوں اور ایک ایسا غلام مرد ہو جو خالص ایک ہی کا غلام ہو۔ کیا دونوں کا حال ایک جیسا ہے؟ سب خوبیاں اللہ کیلئے ہیں۔

پارہ24 【فَمَنْ اَظْلَمُ】

پارے کے شروع میں دو طرح کے انسانوں کا ذکر ہے اور دونوں کا انجام بھی بیان کیا گیا ہے۔
پہلا وہ بدنصیب انسان ہے جو اللہ پاک کی طرف جھوٹ منسوب کرتا ہے اور سچی بات کو جھٹلاتا ہے ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے، اس کے برعکس وہ انسان ہے جو ہمیشہ سچ بات بیان کرتا ہے اور جب بھی اسکے سامنے حق آجائے اسے نہ صرف قبول کرتا ہے بلکہ اسکا ساتھ بھی دیتا ہے ایسے سعادت مند ہی متقی ہیں، اللہ ان کے گناہ معاف فرمادے گا اور حق کا ساتھ دینے پر بہترین اجر عطا فرمائے گا، انہیں ہر وہ نعمت فراہم کی جائے گی جس کی وہ خواہش کریں گے۔

اللہ پاک نے نیند کو عارضی موت سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا کہ نینداور موت میں اتنا ہی فرق ہے کہ موت میں بندے کی روح عارضی طور پر نہیں بلکہ مدت دراز کے لیے قبض کر لی جاتی ہے جبکہ نیند کی حالت میں وقتی طور پر روح نکال لی جاتی ہے، پھر جسکی موت کا وقت آچکا ہو اسکی روح واپس نہیں کی جاتی اور جسکا ابھی وقت نہ آیا ہو اسکی روح واپس کر دی جاتی ہے۔ غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں یقیناً درس عبرت اور سامان نصیحت موجود ہے۔

آیت نمبر 49 میں بتایا جارہا ہے کہ انسان جب تکلیف میں ہوتا ہے تو گڑگڑا کر اللہ پاک سے دعائیں کرتا ہے تو اللہ پاک اس کی تکلیف دور فرما دیتا ہے اور اپنی نعمت سے نوازتا ہے تو وہ اس نعمت کے حصول کو اپنی صلاحیت کا نتیجہ قرار دے کر اللہ پاک کی ناشکری کرتا ہے، اگر یہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آئے تو انہیں بھی عذاب کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

آیت نمبر 53 میں بندوں پر اللہ پاک کی خصوصی رحمت اور اس کے فضل و احسان کا بیان ہے کہ وہ خطا کاروں، مجرموں اور کافروں کے لیے رحمت و توبہ کا دروازہ کھلا رکھتا ہے، وہ گناہگاروں کو مایوس نہیں کرتا، اللہ پاک نے امت کے گناہگاروں کو بشارت دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ

یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! فرما دیجیے کہ اے میرے وہ بندوں جو اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہو، تو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخشنے والا ہے

پھر سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ کافروں کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا، جبکہ اہل ایمان کو اکرام کے ساتھ جنت کی طرف لے جایا جائے گا اور وہاں انکا استقبال اعزاز و اکرام کے ساتھ ہوگا اور وہ اپنے اعمال پر اترانے کی بجائے اللہ پاک کی تعریف بیان کر رہے ہونگے

ایمان کے بارے میں فرمایا کہ جب تقوی اور ایمان والوں کا گروہ آئے گا اور ان کو جنت کی طرف جماعت در جماعت لے جایا جائے گا، جب وہ پہنچے گے اور ان کے لیے دروازہ کھولا جائے گا تو جنت کے خازن کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو اور تمہارے لیے خوشخبری ہے اور تم اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔

پھر وہ ان الفاظ میں اللہ پاک کی حمد بیان کریں گے کہ اللہ پاک کی تعریف ہے جس نے سچ کر دکھایا اپنا وہ وعدہ جو اس نے ہمارے ساتھ کیا تھا۔

﴿سورہ مومن﴾

اس سورت میں 9 رکوع اور 85 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اس سورت کے دو نام ہیں

(1) مومن۔اس کا معنی ہے ایمان لانے والا اور اس سورت کی آیت نمبر 28 میں فرعون کی قوم کے ایک مومن شخص کا ذکر ہے،اس مناسبت سے اسے ''سورۂ مومن'' کہتے ہیں۔

(2) غافر۔اس کا معنی ہے بخشنے والا اور اس سورت کی آیت نمبر 3 میں اللہ پاک کا یہ وصف بیان کیا گیا کہ وہ گناہ بخشنے والا ہے،اس وجہ سے اسے ''سورۂ غافر'' کے نام سے مَوسوم کیا گیا۔

اس سورت کی ابتداء میں یہ اعلان کیا گیا کہ قرآنِ پاک اس رب کی طرف سے نازل ہوا ہے جو کہ عزت والا،علم والا، گناہ بخشنے والا،توبہ قبول کرنے والا،سخت عذاب دینے والا اور بڑے انعام عطا فرمانے والا ہے، نیز باطل کے ذریعے جھگڑنے والے کفار کی مذمت بیان کی گئی اور عرش اٹھانے والے فرشتوں کے اوصاف بتائے گئے۔

آیت نمبر 7 میں فرمایا کہ وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز پر محیط ہے تو جنہوں نے توبہ کی ہے، تیرے راستے کی اتباع کی،انکی مغفرت فرما اور انکو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

مقرب فرشتے نہ صرف اس کے تائب بندوں کے لیے بلکہ انکے نیک آباؤ اجداد،انکی بیویوں اور اولاد کے لیے بھی جنت کی دائمی نعمت کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔

اسکے بعد موسی علیہ السلام کا وہی واقعہ نئے انداز میں بیان کیا گیا اور ساتھ میں ایک اور واقعہ بیان کیا گیا کہ فرعون کے خاندان کا ایک شخص خفیہ طور پر ایمان لے آیا تھا، اس نے موسی علیہ السلام کی حمایت کا واضح اعلان کر دیا اور کہنے لگا کہ حضرت موسی علیہ السلام اللہ کا پیغام لے کر آئے ہیں، اور دلائل واضح فرما چکے ہیں، تو ان پر ایمان لے آؤ۔ وہ مرد مومن بڑے موثر انداز میں حقائق بیان کرتے رہے پھر کہا کہ اے میری قوم ذرا سوچو کہ آج تو زمین پر تمھاری حکومت ہے، لیکن اگر ابھی اللہ کا عذاب آ گیا تو پھر ہمیں اس سے کون بچا سکے گا؟ آخر میں اس نے نہایت حسرت اور افسوس کے ساتھ کہا کہ اے قوم! تم آج تو میری بات نہیں مان رہے مگر عنقریب تمہیں میری باتیں یاد آئیں گی لیکن اس وقت کی ندامت تمہیں کام نہ آئے گی، میں اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کرتا ہوں، چنانچہ اللہ پاک نے اسے ظلم وستم سے بچا کر فرعون اور اسکے تمام لشکر کو بدترین عذاب میں مبتلا فرمایا۔

پھر اللہ پاک نے اپنی قدرت کے دلائل ذکر فرمائے اور جھٹلانے والوں کے لئے سخت عذاب کی وعید کو بیان فرمایا۔

﴿سورہ حٰمٓ السجدہ﴾

سورۂ حٰمٓ اَلسَّجدہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس سورت میں 6 رکوع اور 54 آیتیں ہیں۔

❋ وجہ: اس سورت کا ایک نام ''حٰمٓ اَلسَّجدہ'' ہے اور حٰمٓ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی ابتداء حٰمٓ سے ہوئی اور ''اَلسَّجْدَۃ'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آیت نمبر 38 آیتِ سجدہ ہے اور ''حٰمٓ اَلسَّجدۃ'' کہنے کی وجہ سے یہ سورت حٰمٓ سے شروع ہونے والی دیگر سورتوں سے ممتاز ہوگئی۔

دوسرا نام ''فُصِّلَتْ'' ہے، اور یہ نام اس کی آیت نمبر 3 میں مذکور کلمہ ''فُصِّلَتْ'' سے ماخوذ ہے۔

اس کی ابتداء میں قرآنِ پاک کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں کہ یہ کتاب اللہ پاک کی طرف سے نازل ہوئی ہے، عربی زبان میں ہے، اللہ پاک کی قدرت و وحدانیّت کے دلائل کو تفصیل سے بیان کرنے والی ہے، خوشخبری دینے والی اور ڈر سنانے والی ہے

آیت نمبر 5 میں کفار کی انتہائی سرکشی کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ وہ کہتے ہیں کہ جس دین کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں ہمارے دلوں میں اس پر پردے پڑے ہوئے ہیں، ہمارے کان بند ہیں، ہم آپکی یہ دعوت نہیں سن سکتے، گویا کہ یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ ہم اندھے اور بہرے ہیں تو پھر اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ اے تمام مخلوق سے زیادہ مُعزّ ز اور دوعالَم کے سردار! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ ان لوگوں کی ہدایت اور نصیحت کے لئے تواضُع کے طور پر فرمادیں کہ میں آدمی ہونے میں ظاہری طور پر تم جیسا ہوں کہ میں دیکھا بھی جاتا ہوں، میری بات بھی سنی جاتی ہے اور میرے تمہارے درمیان میں بظاہر جنس کا بھی کوئی اختلاف نہیں ہے، تو تمہارا یہ کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ میری بات نہ تمہارے دل تک پہنچتی ہے، نہ تمہارے سننے میں آتی اور میرے تمہارے درمیان کوئی رکاوٹ ہے، اگر میری بجائے کوئی دوسری جنس کا فرد جیسے جن یا فرشتہ آتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ نہ وہ ہمارے دیکھنے میں آتے ہیں، نہ ان کی بات سننے میں آتی ہے اور نہ ہم ان کے کلام کو سمجھ سکتے ہیں، ہمارے اور ان کے درمیان تو جنسی مخالفت ہی بڑی رکاوٹ ہے لیکن یہاں تو ایسا نہیں، کیونکہ میں بشری صورت میں جلوہ نما ہوا ہوں تو تمہیں مجھ سے مانوس ہونا چاہئے اور میرے کلام کو سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی بہت کوشش کرنی چاہئے کیونکہ میرا مرتبہ بہت بلند ہے اور میرا کلام بہت عالی ہے، اس لئے میں وہی کہتا ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے کہ اے لوگو! تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کی طرف سیدھے رہو، اس پر ایمان لاؤ، اس کی اطاعت اختیار کرو اور اس کی راہ سے نہ پھرو اور اس سے اپنے فاسد عقائد اور اعمال کی معافی مانگو اور یاد رکھو کہ مشرکوں کیلئے خرابی اور ہلاکت ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظاہری لحاظ سے ''اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ'' فرمانا اس حکمت کی وجہ

سے ہے کہ لوگ ان سے ہدایت اور نصیحت حاصل کریں، نیز آپ کا یہ فرمان تواضُع کے طور پر ہے اور جو کلمات تواضع کے لئے کہے جائیں وہ تواضع کرنے والے کا منصب بلند ہونے کی دلیل ہوتے ہیں، چھوٹوں کا ان کلمات کو اس کی شان میں کہنا یا اس سے برابری ڈھونڈھنا ترکِ ادب اور گستاخی ہوتا ہے، تو کسی اُمتی کو روا نہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مثل ہونے کا دعویٰ کرے اور یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بَشرِیَّت بھی سب سے اعلیٰ ہے، ہماری بشریت کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں۔

اگلی آیات میں قوم ثمود اور قوم عاد کی تاریخ سے درس عبرت حاصل کرنے کی تلقین ہے کہ انکے پاس توحید کا پیغام لے کر رسل علیھم السلام تشریف لائے، قوم عاد کو حیرت انگیز جسمانی قوت عطا کی گئی، انکی طاقت کا یہ حال تھا کہ انکا ایک شخص پہاڑ سے چٹان توڑ کر الگ کر دیتا تھا، چاہئے تو یہ تھا کہ وہ طاقت وقوت کی عطا پر اللہ پاک کا شکر ادا کرتے، لیکن وہ بجائے شکر کے تکبر میں مبتلا ہو گئے اور فخر یہ انداز میں کہنے لگے کہ ہم سے زیادہ طاقتور دنیا میں اور کوئی نہیں ہے، قوم ثمود کے انکار پر انہیں بھی اس وقت جب وہ اپنی عیاشیوں میں دھت تھے ذلت آمیز کڑک سے دوچار کر کے روئے ہستی سے ہمیشہ کے لیے مٹا دیا گیا، گویا کہ انکے تکبر کا نتیجہ یہ ہوا کہ انکو دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔

آیت نمبر 19 سے یہ بتایا گیا کہ قیامت کے دن اللہ پاک کے دشمنوں کو جمع کر کے جہنم کی طرف لے جایا جائے گا، جب وہ جہنم تک پہنچے گے تو ان کے کان، آنکھیں، جسم اور کھالیں انکے خلاف گواہ بن جائیں گی اور کفار اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ تو ان کے اعضاء اور جوڑ جواب دیں گے کہ ہمیں اسی اللہ نے قوت گویائی عطا کی ہے جس نے تمھاری زبان کو بولنا سکھایا ہے۔

اگلی آیتوں میں اللہ پاک کو رب مان کر استقامت کا مظاہرہ کرنے والوں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ ایمان پہ ثابت قدم رہنے والے اہل ایمان کی روح جب اس دنیا سے پرواز کرے گی تو اس کے استقبال کے لیے فرشتے نازل ہونگے اور کہیں گے کہ تم نہ کسی آنے والی بات کا خوف کرو اور نہ کسی گزشتہ بات پر رنج و ملال کرو اور اس جنت کی بشارت سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، پھر انہیں بتایا جائے گا کہ اللہ پاک جو کہ غفور و رحیم ہے اس نے ان کے لیے جنت میں ضیافت کا اہتمام فرمایا ہے، وہاں وہ جس نعمت کی بھی خواہش کریں گے انہیں فوراً مل جائے گی۔

آیت نمبر 34 میں ایک بہت پیارا اصول بتایا گیا ہے کہ نیکی اور بدی برابر نہیں ہے، تم ہمیشہ دوسروں کی بدی کا جواب نیکی سے دینے کی کوشش کرو۔

آیت نمبر 37 میں بتایا گیا کہ دن، رات، سورج اور چاند اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں لہذا انہیں سجدہ کرنے کی بجائے ان کے پیدا کرنے والے کو سجدہ کرو۔ بنجر اور ویران اور غیر آباد زمین میں بھی اس کی نشانی ہے کہ جیسے ہی پانی برستا ہے تو وہ لہلہانے اور نشو نما پانے لگ جاتی ہے، تو جس ذات نے اسے زندہ کر دیا وہ مردوں کو بھی زندہ کرنے پر قادر ہے۔

اور پارے کے آخر میں ایک ضابطہ بیان کیا گیا کہ جو نیک عمل کرتا ہے سو وہ اپنے لیے کرتا ہے اور جو برے کام کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور پروردگار بندوں پر کبھی بھی کسی طرح کا بھی ظلم نہیں فرماتا۔

پارہ 25 {اِلَيۡهِ يُرَد}

اس پارے کے شروع میں یہ بتایا جارہا ہے کہ قیامت کے مقررہ وقت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اللہ پاک کے بتائے بغیر خود سے کوئی بھی نہیں جان سکتا، اور اللہ پاک پھل کے غلاف سے برآمد ہونے سے پہلے اس کے اَحوال کو جانتا ہے اور مادہ کے حمل کو اور اس کی ساعتوں کو اور اس کی ولادت کے وقت کو اور اس کے ناقص اور غیر ناقص، اچھے اور برے، نر اور مادہ ہونے وغیرہ سب کو جانتا ہے، لہٰذا جس طرح قیامت کا علم اللہ پاک کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اسی طرح ان اُمور کا علم بھی اسی کی طرف منسوب کرنا چاہئے۔ قیامت قائم ہونے کے وقت کا علم اللہ پاک کے ساتھ خاص ہونا اس بات کے مُنافی نہیں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا سے تشریف نہ لے گئے جب تک اللہ پاک نے آپ کو جو کچھ ہو چکا، جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے، اس کا علم نہ عطا فرمادیا اور اسی میں سے قیامت قائم ہونے کے وقت کا علم ہے البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتایا اس لئے نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم چھپانے کا حکم دیا گیا تھا کیونکہ یہ اللہ پاک کے اَسرار میں سے ہے۔

اگلی آیت میں بتایا کہ کافر انسان ہمیشہ اللہ پاک سے مال، امیری اور تندرستی مانگتا رہتا ہے اور اگر اسے کوئی سختی، مصیبت اور معاش کی تنگی پہنچے تو وہ اللہ پاک کے فضل اور اس کی رحمت سے بہت نا امید اور بڑا مایوس ہو جاتا ہے۔

پھر کافر انسان کا دوسرا حال بیان کیا جارہا ہے کہ اگر ہم اسے بیماری کے بعد صحت، سختی کے بعد سلامتی اور تنگدستی کے بعد مال و دولت عطا فرما کر اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں تو وہ کہنے لگتا ہے کہ "یہ تو خالص میرا حق ہے جو مجھے ملا ہے اور میں اپنے عمل کی وجہ سے اس کا مستحق ہوا ہوں اور میرے گمان میں قیامت قائم نہ

ہوگی اور اگر بالفرض مسلمانوں کے کہنے کے مطابق قیامت قائم ہوئی اور میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو ضرور میرے لیے اس کے پاس بھی دنیا کی طرح عیش وراحت اور عزت وکرامت ہے۔فرمایا گیا کہ اس کا یہ گمان فاسد ہے،ضرور ہم ان کے قبیح اعمال،ان اعمال کے نتائج اور جس عذاب کے وہ مستحق ہیں اس سے انہیں آگاہ کردیں گے اور ضرور ضرور انہیں انتہائی سخت عذاب چکھائیں گے۔

پہلے کفار کے قبیح اَقوال بیان کئے گئے اور پھر ان کے قبیح اَفعال بیان کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جب ہم کافر انسان پر احسان کرتے ہیں تو وہ اس احسان کا شکر ادا کرنے سے منہ پھیر لیتا ہے اور اس نعمت پر اِترانے لگتا ہے اور نعمت دینے والے پروردگار کو بھول جاتا ہے اور اللہ پاک کی یاد سے تکبر کرتا ہے اور جب اسے کسی قسم کی پریشانی، بیماری یا ناداری وغیرہ کی تکلیف پیش آتی ہے تو اس وقت وہ خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا، روتا اور گڑگڑاتا ہے اور لگاتار دعائیں مانگے جاتا ہے۔

سورۃ کے آخر میں بتایا گیا کہ قرآن اللہ کا کلام برحق ہے اور عنقریب اللہ پاک کائنات اور خود انسان کے وجود میں لوگوں کو ایسی نشانیاں دکھائے گا جو قرآنی خبروں کے عین مطابق ہونگی اور لوگوں پر واضح ہوجا؛ گا کہ قرآن کی ہر بات حق اور سچی ہے۔

﴿سورہ شوریٰ﴾

اس سورت میں 5 رکوع اور 53 آیتیں ہیں۔

* وجہ: شوریٰ کا معنی ہے مشورہ، اور یہ لفظ اس سورت کی آیت نمبر 38 میں موجود ہے جس میں

مسلمانوں کا یہ وصف بیان کیا گیا کہ ان کا کام ان کے باہمی مشورے سے ہوتا ہے۔اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ شوریٰ'' رکھا گیا ہے۔

اس سورت کے شروع میں بھی اللہ پاک کی قدرت کو بیان کیا گیا ہے
اور پھر یہ بیان کیا گیا کہ فرشتے اُسکی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں،اور زمین والوں کے لئے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں،

اَگلی آیت میں قرآن کریم کی مرکزیّت کا بیان ہے کہ یہ مکہ مکرمہ اور اس کے اطراف بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں اور انسانوں کی رہنمائی کے لئے ہے۔

آگے فرمایا جسے اپنی نماز،روزہ اور دیگر اعمال سے آخرت کا نفع مقصود ہو تو ہم اسے نیکیوں کی توفیق دے کر،اس کے لئے نیک اعمال اور اطاعت گزاری کی راہیں آسان کر کے اور اس کی نیکیوں کا ثواب دس گُنا سے لے کر سات سو گُنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ جتنا ہم چاہیں بڑھا کر اس کے اُخروی نفع میں اضافہ کر دیتے ہیں اور جس کا عمل محض دنیا حاصل کرنے کے لئے ہو اور وہ آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو تو ہم اسے دنیا میں سے اُتنا دے دیتے ہیں جتنا ہم نے دنیا میں اس کے لئے مقدّر کیا ہے اور آخرت کی نعمتوں میں اس کا کچھ حصہ نہیں کیونکہ اس نے آخرت کے لئے عمل کیا ہی نہیں۔

اگلی آیت میں فرمایا گیا کہ جو لوگ اپنے کفر اور بداعمالیوں سے توبہ کر لیں گے تو اللہ پاک ان کی توبہ قبول فرما لے گا کیونکہ اس کی شان یہ ہے کہ وہ ہر گناہگار کی توبہ قبول فرماتا ہے اگرچہ اس کا گناہ کتنا ہی بڑا ہو اور اس توبہ کی برکت سے اس کے گناہوں سے درگزر فرماتا اور اسے معاف فرما دیتا ہے اور اے لوگو! جو کچھ تم

کرتے ہواسے اللہ پاک جانتا ہےتو وہ تمہارے نیک اعمال پر تمہیں ثواب اور برے اعمال پر سزا دے گا۔ بعد والی آیت ان مُکلَّف مومنین سے خطاب ہے جن سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ دنیا میں جو تکلیفیں اور مصیبتیں مومنین کو پہنچتی ہیں اکثر اُن کا سبب ان کے گناہ ہوتے ہیں، اُن تکلیفوں کو اللہ پاک اُن کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہےاور کبھی مومن کی تکلیف اس کے درجات کی بلندی کے لئے ہوتی ہے۔

پھر ایمان والوں کی یہ صفات بیان کی گئیں ہیں

کہ وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں، بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں، غصہ آجائے تو معاف کر دیتے ہے، رب کی فرمانبرداری کرتے ہیں، نماز کی پابندی کرتے ہیں، اپنے کام باہمی مشورے سے کرتے ہیں، اللہ کے دئے ہوئے مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اگر کوئی ان پر ظلم و زیادتی کرے تو مناسب طریقے سے انہیں سمجھاتے ہیں، اگر بدلہ لیتے ہیں تو حکمت عملی سے برابری والا بدلہ لیتے ہیں حد سے زیادہ تجاوز نہیں کرتے۔

آیت نمبر ٤٩ سے اللہ پاک کی قدرت کا بیان ہے کہ آسمان و زمین کی حکمرانی اسی کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہے بیٹے دے اور جسے چاہے بیٹیاں دے اور جسے چاہے دونوں عطا کر دے اور جسے چاہے بالکل بے اولاد رہنے دے، بے شک اللہ پاک علم و قدرت والا ہے۔

﴿سورہ زخرف﴾

سورۂ زُخرُف مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 7 رکوع اور 89 آیتیں ہیں۔

❋ وجہ: زُخرُف کا معنی ہے ''سونا'' نیز کسی چیز کے حسن کا کمال بھی زُخرُف کہلاتا ہے،اوراس سورت کی آیت نمبر 35 میں کلمہ ''وَ زُخۡرُفًا'' مذکور ہے،اس کی مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ زُخرُف'' رکھا گیا ہے۔

اس سورت کی ابتداء میں بتایا گیا کہ قرآنِ مجید عربی زبان میں اللہ پاک کا کلام ہےاوراسے عربی زبان میں نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اَوّلین مُخاطَب یعنی عرب والے اس کے معانی اوراَحکام کو سمجھ سکیں۔ اللہ پاک نے روشن اورواضح کتاب کی قسم یادفرما کرارشادفرمایا کہ ہم نے اُسے عربی زبان میں اس لئے اتاراتا کہ اہل عقل اس سے فائدہ حاصل کرسکیں،اس کے بعد یہ سورت دلائل قدرت اورشواہدِ فطرت کو ظاھرکرتی ہے کہ اللہ پاک کی قدرت کے کیا دلائل ہیں۔
یہ آسمان کے نیچے نیلی چھت، یہ زمین کا فرش، یہ بلندو بالا پہاڑ، یہ بہتی ہوئی نہریں،تاحدنگاہ پھیلے ہوئے سمندر، یہ آسمان سے قطرہ قطرہ بہتی ہوئی بارش، یہ سطح آب پررواں دواں کشتیاں اور جہاز،اورمختلف قسم کے جانور جو کھانے کے کام بھی آتے ہےاورسفروسامان اٹھانے کے بہترین ذرائع ہیں، یہ سب اپنے خالق کی قدرت وحکمت کے گواہ ہیں۔

آگے زمانہ جاہلیت کی ایک نہایت ہی قابلِ نفرت سوچ کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ بیٹیوں کے ساتھ نفرت کرتے تھے،اگرانکے یہاں بیٹی ہوجاتی تھی تو وہ لوگوں سے منہ چھپاتے پھرتے تھے اوراسکوزندہ دفن کرنے کی تدبیریں سوچنے لگتے تھے،

پھر فرمایا کہ تمہارے رب کے پاس آخرت کی نعمتیں صرف متقیوں کے لئے ہے، فرمایا کہ جو رحمان عزوجل کی یاد سے غافل ہو کر اندھا ہوجاتا ہے تو اس پر ہم شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں، تو وہی اس کا ساتھی ہو جاتا ہے اور شیطان بہت ہی برا ساتھی ہے،

آخر میں بتایا کہ دنیا میں جو منکرین ایک دوسرے کی دوستی کا دم بھرتے ہیں وہ قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے، لیکن اہل تقوی کی دوستی دنیا میں بھی کام آتی ہے اور قیامت میں بھی کام آئے گی، اور انہیں بشارت دی گی کہ تم ہر طرح کے خوف، رنج والم سے آزاد ہو، اپنی بیویوں کے ساتھ ہنسی خوشی جنت میں رہو گے، انکے لئے من پسند کھانے پینے کی چیزیں ہونگی اور ان سے کہا جائے گا یہ ہی وہ جنت ہے جس کا تمہیں وارث بنایا گیا ہے۔

﴿سورہ دخان﴾

سورۂ دُخان مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 3 رکوع اور 59 آیتیں ہیں۔

*** وجہ:** عربی میں دھوئیں کو ''دُخان'' کہتے ہیں، اور اس سورت کی آیت نمبر 10 میں دھوئیں کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورت کو سورۂ دُخان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

*** فضیلت:**

جس نے جمعہ کی رات میں سورۂ حٰمٓ دُخان پڑھی اسے بخش دیا جائے گا۔

سورت کے آغاز میں بتایا گیا کہ قرآن کریم ایسی روشن اور بابرکت کتاب ہے کہ جس رات میں اسکا نزول ہوا اسے بھی بابرکت بنادیا۔

آگے چل کر بنی اسرائیل کی نجات اور فرعون کے غرق کیے جانے کے پس منظر میں فرمایا جب فرعون اور اس کے لشکر دریا میں داخل ہوگئے تو اللہ پاک نے دریا کے پانی کو ملادیا جس سے وہ سب غرق ہوگئے اور وہ کتنے باغ، چشمے، کھیت، آراستہ وپیراستہ عمدہ مکانات، اور وہ نعمتیں جن میں وہ عیش کرنے والے تھے، چھوڑ گئے الغرض ان کا تمام مال ومتاع اور سامان یہیں رہ گیا۔ اسی طرح ہم نے ان سب چیزوں کا دوسروں کو وارث بنادیا۔

اس سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ جہنم کا کانٹے دار اور انتہائی کڑوا زقوم نام کا درخت بڑے گناہگار یعنی کافر کی خوراک ہے اور جہنمی زقوم کی کیفیت یہ ہے کہ گلے ہوئے تانبے کی طرح کفار کے پیٹوں میں ایسے جوش مارتا ہوگا جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔ انہیں گھسٹتے ہوئے جھنم کے وسط میں لے جایا جائے گا اور پھر ان کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا اور کہا جائے گا دنیا میں تم اپنے آپ کو بہت باعزت سمجھا کرتے تھے، آج جہنم کا ذلت آمیز عذاب بھی چکھ لو۔

اس کے بعد پرہیزگاروں لئے عالی شان نعمتوں کا ذکر ہے، وہ مقام امن میں ہونگے جنت میں وہ باریک ریشم کا لباس پہنے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے، یہ سب کچھ اللہ کے فضل سے ہی حاصل ہوگا جو عظیم شان کامیابی کا مظہر ہوگا۔

آخر میں فرمایا ہم نے قرآن کریم کو آپ کی زبان میں نہایت آسان بنا کر اس لئے اتارا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

﴿سورہ جاثیہ﴾

اس سورت میں 4 رکوع اور 37 آیتیں ہیں۔

* وجہ: جاثیہ کا معنی ہے زانو کے بل گرا ہوا، اور اس سورت کی آیت نمبر 28 میں بیان کیا گیا کہ قیامت کی ہولنا کیوں کی شدت سے ہر امت زانو کے بل گری ہو گی، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ جاثیہ رکھا گیا۔

اس سورت کی ابتداء میں بتایا گیا کہ آسمانوں اور زمینوں میں، انسانوں کی تخلیق اور جانوروں میں، رات اور دن کی تبدیلیوں میں، آسمان سے بارش نازل کر کے بنجر زمین کو سرسبز وشاداب کرنے میں اور ہواؤں کی گردش میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کی نشانیاں موجود ہیں تو ان نشانیوں کو جھٹلا کر مشرکین کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔
مزید آگے فرمایا کہ وسیع وعریض زمین میں، تخلیق انسانی میں، جانوروں اور باقی مخلوقات میں، دن ورات کے آنے جانے میں، ہواؤں میں اللہ کی قدرت کے دلائل اور توحید باری تعالی کے شواھد موجود ہیں۔

پھر مجرمین کا مزاج بیان کیا گیا کہ یہ ان دلائل سے استفادہ کرنے کے بجائے، گمراہی میں اور زیادہ بڑھ جاتے ہیں، چاہیے تو یہ تھا کہ وہ ان دلائل سے استفادہ کرتے، ایمان کی طرف آتے، مگر انہوں نے مزید اپنے اوپر گمراہی اوڑھ لی، اس کے نتیجے میں وہ دردناک عذاب اور جہنم کی گہرائیوں میں دھکیلے جانے کے مستحق ہیں۔

قرآن نے بتایا کہ جس نے پہلی بار پیدا کیا وہ ہی دوبارہ زندہ کرے گا، پھر حساب وکتاب ہوگا جس سے کوئی بھی بھاگ نہیں سکے گا، جو کرنا ہے دنیا کے اندر کرنا ہے، نیک اعمال بھی دنیا میں ہو سکتے ہیں، نیکی کر کے آخرت میں اجر ملے گا، اگر برے عمل کریں گے تو آخرت میں سزا ملے گی۔

اگے چل کر یہ بھی بتایا کہ دنیا نے قیامت کے دن کو فراموش کیا ہوا ہے تو یاد رکھو اس دن انہیں رحمت الٰہی سے حصہ نہیں ملے گا، انکا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

پارہ26 ﴿حٰم﴾

﴿سورہ احقاف﴾

اس سورت میں 4 رکوع اور 35 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اَحقاف یمن کی اس سرزمین کا نام ہے جہاں قومِ عاد آباد تھی، اور اس سورت کی آیت نمبر 21 سے سرزمینِ اَحقاف میں رہنے والی اس قوم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ اَحقاف'' رکھا گیا۔

شروع میں اللہ پاک کی وحدانیّت اور قیامت سے متعلق دلائل دیئے گئے، بتوں کی پوجا کرنے والے مشرکین کی مذمت بیان کی گئی، قرآنِ مجید اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بارے میں کفار کے شُبہات کا جواب دیا گیا۔

آگے چل کر والدین کے ساتھ حسن سلوک کا خصوصی اور تاکیدی حکم ہے۔ ماں نے دوران حمل اور وضع حمل میں جو تکلیفیں اٹھائیں اسکا احساس دلایا گیا ہے۔ ساتھ ہی حمل اور دودھ پلانے کی مدت کا بیان ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت 6 ماہ اور بچے کو اسلامی مہینے کے حساب سے دوسال تک دودھ پلانا جائز اگرچہ حرمت رضاعت ڈھائی سال تک ثابت ہوتی ہے مگر پلانا دوسال تک ہی جائز ہے

نیک اولاد پختگی کی عمر یعنی 40 سال کو پہنچنے کے بعد اللہ پاک سے دعا کرتی ہے:" جب وہ آدمی اپنی کامل قوت کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب!،

مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے دین اسلام عطا کر کے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر فرمائی ہے اور مجھے وہ کام کرنے کی توفیق دے جس سے تو راضی ہو جائے اور میرے لیے میری اولاد کو نیک بنا دے اور نیکی ان میں راسخ فرما دے، میں نے تمام اُمور میں تیری طرف رجوع کیا اور میں اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والے مسلمانوں میں سے ہوں۔

اللہ پاک فرماتا ہے: ”یہی وہ لوگ ہیں جن کے اچھے اعمال ہم قبول فرمائیں گے اور ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائیں گے، یہ لوگ جنت والوں میں سے ہیں، یہ سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا تھا۔

اس کے بعد قوم عاد کا تذکرہ ہے جنھوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا اور نتیجے میں تباہ و برباد کر دیے گئے، عذاب کی شکل یہ تھی کہ گرمی شدید پڑ رہی تھی، یہ لوگ بارش کا شدت سے انتظار کر رہے تھے، اللہ نے بادلوں کو انکی طرف روانہ کر دیا، قوم اسے بارش برسانے والے بادل سمجھتی رہی مگر ان بادلوں کے ساتھ تیز آندھی اور طوفان تھا اور ایسی تیز ہوا تھی کہ جس چیز کو لگتی اس کو راکھ بنا کر تباہ کر دیتی۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ ہم مجرم قوم کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

اس واقعے سے اہل مکہ کو ڈرایا گیا ہے کہ تم ان سے زیادہ طاقتور نہیں ہو اگر سرکشی کرو گے تو ایک دن تم بھی عذاب الٰہی کی لپیٹ میں آ ؤ گے۔

توحید، نبوت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو ثابت کرنے کے بعد یہاں سے سیّدُ المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کرنے کی نصیحت کی جا رہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صلی اللہ علیہ وسلم، جب کافروں کا انجام یہ ہے جو ہم نے ذکر کیا تو آپ اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی ایذا پر ایسے ہی صبر کریں جیسے ہمّت والے رسولوں علیھم السلام نے صبر کیا کیونکہ

آپ بھی انہی میں سے ہیں بلکہ ان میں سب سے اعلیٰ ہیں اور ان کافروں کے لیے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کریں کیونکہ فی الحال اگرچہ انہیں مہلت ملی ہوئی ہے لیکن قیامت کے دن ان (میں سے کفر کی حالت میں مرنے والوں) پر عذاب ضرور نازل ہونے والا ہے، اور جس دن وہ آخرت کے اس عذاب کو دیکھیں گے جس کا انہیں دنیا میں وعدہ دیا جاتا ہے تو اس کی درازی اور دَوام کے سامنے دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کو یہ لوگ بہت قلیل سمجھیں گے اور خیال کریں گے کہ گویا وہ دنیا میں دن کی صرف ایک گھڑی بھر ٹھہرے تھے۔ یہ قرآن اور وہ ہدایت اور روشن نشانیاں جو اس قرآن میں ہیں یہ اللہ پاک کی طرف سے تبلیغ ہے تو عقلمند کو چاہیے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے اور یاد رکھو کہ وہی نافرمان لوگ ہی ہلاک کئے جاتے ہیں جو ایمان اور طاعت سے خارج ہیں۔

یوں تو سبھی انبیاء و مُرسَلین علیھم السلام ہمّت والے ہیں اور سبھی نے راہ حق میں آنے والی تکالیف پر صبر و ہمّت کا شاندار مظاہرہ کیا ہے البتہ ان کی مقدس جماعت میں سے پانچ رسول ایسے ہیں جن کا راہِ حق میں صبر اور مجاہدہ دیگر انبیاء و مُرسَلین علیھم السلام سے زیادہ ہے اس لئے انہیں بطورِ خاص ''اُولُوا الْعَزْم رسول'' کہا جاتا ہے اور جب بھی ''اُولُوا الْعَزْم رسول'' کہا جائے تو ان سے یہی پانچوں رسول مراد ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

(1)......حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

(2)......حضرت ابراہیم علیہ السلام

(3)......حضرت موسیٰ علیہ السلام

(4)......حضرت عیسیٰ علیہ السلام

(5)......حضرت نوح علیہ السلام

﴿سورہ محمد﴾

سورۂ محمد مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 4 رکوع اور 38 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اس سورت کی دوسری آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی ''محمد'' ذکر کیا گیا ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ محمد'' کہتے ہیں، نیز اس سورت کا ایک نام ''سورۂ قِتال'' بھی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں کفار کے ساتھ جہاد کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔

اس سورت کی ابتداء میں بیان کیا گیا کہ جو کافر دوسرے لوگوں کو اللہ پاک کے راستے سے روکتے ہیں اللہ پاک نے ان کے اعمال برباد کر دیئے جبکہ وہ لوگ جو اللہ پاک کی وحدانیت، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب قرآنِ مجید پر ایمان لائے تو اللہ پاک نے ان کی برائیاں مٹا دیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کی اور مسلمانوں نے حق کی پیروی کی۔

آیت 4 میں جہاد کی قانون سازی کا بیان ہے، فرمایا کہ جب کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم انہیں خوب قتل کر لو تو (قیدیوں کو) مضبوطی سے باندھ دو پھر اس کے بعد چاہے احسان کر کے چھوڑ دو یا فدیہ لے لو۔
پھر جہاد کا حکم دینے کی حکمت بیان کی جا رہی ہے کہ اگر اللہ پاک چاہتا تو جنگ کے بغیر ہی کافروں کو زمین میں دھنسا کر، یا ان پر پتھر برسا کر، یا اور کسی طرح خود ہی اُن سے بدلہ لے لیتا (جیسا کہ پچھلی قوموں کے ساتھ ایسا ہو چکا ہے) لیکن اللہ پاک نے ایسا نہیں چاہا بلکہ اس نے تمہیں جہاد کا حکم دیا تا کہ

کافروں کے ذریعے مومنوں کو جانچے (کہ وہ اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یا نہیں) کیونکہ اگر وہ جہاد کرتے ہیں تو عظیم ثواب کے مستحق ہو جائیں گے اور دوسری طرف مومنوں کے ذریعے کافروں کو جانچے (کہ وہ حق کا اقرار کرتے ہیں یا نہیں اور اس میں یہ بھی حکمت ہے) کہ تمہارے ہاتھوں انہیں کچھ عذاب جلدی پہنچ جائے اور ان میں سے بعض کافر اس سے نصیحت حاصل کر کے اسلام قبول کر لیں۔

جنگ کے دوران چونکہ مسلمان شہید بھی ہوتے ہیں اس لئے یہاں سے شہیدوں کی فضیلت بیان کی جارہی ہے، چنانچہ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو اللہ پاک کی راہ میں شہید ہو گئے، اللہ پاک ہرگز ان کے عمل ضائع نہیں فرمائے گا بلکہ ان کے اعمال کا ثواب پورا پورا دے گا اور عنقریب اللہ پاک انہیں بلند درجات کا راستہ دکھائے گا اور ان کے اعمال قبول کر کے ان کے حال کی اصلاح فرمائے گا اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا، اللہ پاک نے انہیں اس کی پہچان کروادی تھی اس لئے وہ جنت کی منازِل میں اس ناآشنا کی طرح نہ پہنچیں گے جو کسی مقام پر جاتا ہے تو اسے ہر چیز کے بارے میں دریافت کرنے کی حاجت درپیش ہوتی ہے بلکہ وہ واقف کاروں کی طرح داخل ہوں گے، اپنے منازِل اور مساکِن پہچانتے ہوں گے، اپنی زوجہ اور خُدّام کو جانتے ہوں گے، ہر چیز کا مقام ان کے علم میں ہوگا گویا کہ وہ ہمیشہ سے یہیں کے رہنے بسنے والے ہیں۔

آیت 15 میں اہل تقویٰ کے لیے جنت کی نعمتوں کا بیان ہے۔

جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا ایک وصف یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو انتہائی لطیف ہے، نہ سڑتا ہے، نہ اس کی بو بدلتی ہے اور نہ ہی اس کے ذائقے میں فرق آتا ہے۔

دوسرا وصف یہ ہے کہ اس میں ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلتا جبکہ دنیا کے دودھ کا حال اس کے برخلاف ہے کہ وہ خراب ہوجاتا ہے۔

تیسرا وصف یہ ہے کہ اس جنت میں ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کیلئے خالص لذت ہی لذت ہے، وہ دنیا کی شرابوں کی طرح خراب ذائقے والی نہیں ہے اور نہ ہی اس میں میل کچیل ہے، نہ خراب چیزوں کی آمیزش ہے، نہ وہ سڑ کر بنی ہے، نہ اس کے پینے سے عقل زائل ہوتی، نہ سر چکراتا ہے، نہ خُمار آتا ہے اور نہ ہی دردِ سر پیدا ہوتا ہے۔ یہ سب آفتیں دنیا ہی کی شراب میں ہیں جبکہ جنت کی شراب ان سب عیوب سے پاک، انتہائی لذیذ، فرحت بخش اور خوش گوار ہے۔

چوتھا وصف یہ ہے کہ اس میں صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں یعنی وہ شہد صاف ہی پیدا کیا گیا، دنیا کے شہد کی طرح نہیں جو مکھی کے پیٹ سے نکلتا ہے اور اس میں موم وغیرہ کی آمیزش ہوتی ہے۔

پانچواں وصف یہ ہے کہ اس جنت میں پرہیز گاروں کے لئے ہر قسم کے پھل اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے کہ وہ رب ان پر احسان فرماتا ہے اور ان سے راضی ہے اور ان پر سے تمام تکلیفی احکام اٹھا لئے گئے ہیں، وہ جنتی جو چاہیں کھائیں، جتنا چاہیں کھائیں، وہاں کوئی حساب نہیں ہوگا۔ تو کیا ایسے سُکھ چین والا شخص اس کافر کے برابر ہوسکتا ہے جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے گا جو پیٹ میں جاتے ہی ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردے گا؟ ہرگز یہ دونوں برابر نہیں ہیں بلکہ ان میں انتہائی فرق ہے۔

آخر میں جہاد، قتال اور انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت واضح کرکے فرمایا گیا کہ تم اس سے منہ پھیرو گے تو وہ تمھاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمھاری طرح کے نہ ہونگے۔

آخر میں جہاد کرنے اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے کہ اے لوگو! کافروں کے خلاف جہاد کرو جو اللہ پاک کے دشمن ہیں اور تمہارے بھی دشمن ہیں اور دنیوی زندگی کی رغبت تمہیں جہاد چھوڑ دینے پر نہ ابھارے کیونکہ دنیا کی زندگی تو کھیل کود کی طرح ہے اور یہ اتنی جلد گزر جاتی ہے کہ پتا بھی نہیں چلتا، لہٰذا اس میں مشغول ہونا کچھ بھی نفع مند نہیں ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ’’اے لوگو! اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیز گاری اختیار کرو تو اللہ پاک تمہیں تمہارے ایمان اور پرہیز گاری کا ثواب عطا فرمائے گا اور اللہ پاک اپنے لئے تم سے تمہارے مال نہ مانگے گا کیونکہ وہ غنی اور بے نیاز ہے ،البتہ تمہیں راہِ خدا میں کچھ مال خرچ کرنے کا حکم دے گا تاکہ تمہیں اس کا ثواب ملے۔ اگر اللہ پاک تم سے تمہارے مال طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تو تم میں سے اکثر اس کی اطاعت کرنے کی بجائے بخل کرنے لگیں گے اور وہ بخل تمہارے دلوں کے کھوٹ کو ظاہر کر دے گا کیونکہ انسان فطری طور پر مال سے محبت کرتا ہے اور جس سے اس کی محبوب چیز لے لی جائے تو اس کے دل میں موجود باتیں ظاہر ہو جاتی ہیں تو یہ اللہ پاک کی اپنے بندوں پر رحمت ہے کہ وہ ان پر ایسے احکام نافذ نہیں فرماتا جنہیں پورا کرنا انتہائی دشوار ہو۔

﴿سورہ زخرف﴾

سورۂ فتح مدینۂ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 4 رکوع اور 29 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اس سورتِ مبارکہ کی پہلی آیت میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو روشن فتح کی بشارت دی گئی، اس مناسبت سے اس سورۂ مبارکہ کا نام ’’سورۂ فتح‘‘ ہے۔

سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں صلحِ حدیبیہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو یہ بشارت دی گئی ہے کہ یہ صلح مکۂ مکرمہ کی فتح کا پیش خیمہ ہے اور اب مسلمانوں کو کفار پر مکمل غلبہ حاصل ہونے کا وقت قریب ہے، اس سورت کے شروع میں فتحِ مکہ کی بشارت دی گئی اور یہ بتایا گیا کہ اس مہم سے مسلمانوں کو عظیم کامیابی اور جنت حاصل ہوگی اور یہ مہم ان منافقوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی لعنت کا سبب بنی جنہوں نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بدگمانی کی کہ وہ مسلمانوں کو موت کے منہ میں لے جا رہے ہیں اور اب ان میں سے کوئی بھی زندہ بچ کر واپس نہیں آئے گا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ امن کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، ان میں سے کوئی حلق کئے ہوئے اور کوئی قصر کئے ہوئے تھا، نیز آپ کعبۂ معظّمہ میں داخل ہوئے، کعبہ کی چابی لی، طواف فرمایا اور عمرہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس خواب کی خبر دی تو سب خوش ہوئے۔ پھر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا قصد فرمایا اور 1400 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ذی القعدہ کی پہلی تاریخ، سن 6 ہجری کو روانہ ہو گئے اور ذوالحُلَیْفَہ میں پہنچ کر وہاں مسجد میں دو رکعتیں پڑھیں، عمرہ کا احرام باندھا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی احرام باندھا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جُحْفَہ سے احرام باندھا۔ راستے میں پانی ختم ہو گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: لشکر میں پانی بالکل باقی نہیں ہے، صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برتن می تھوڑا سا پانی بچا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے برتن میں دستِ مبارک ڈالا تو مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جوش مارنے لگے، پھر سارے لشکر نے پانی پیا اور وضو کیا۔ جب مقامِ عُسفان میں پہنچے تو خبر آئی کہ کفارِ قریش بڑے ساز و سامان کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہیں۔ جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو پھر پانی ختم ہو گیا حتی کہ لشکر والوں کے

پاس ایک قطرہ نہ رہا، اوپر سے گرمی بھی بہت شدید تھی۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنوئیں میں کلی فرمائی تو اس کی برکت سے کنواں پانی سے بھر گیا، پھر سب نے وہ پانی پیا اور اونٹوں کو پلایا یہاں کفارِ قریش کی طرف سے حال معلوم کرنے کے لئے کئی شخص بھیجے گئے اور سب نے جا کر یہی بیان کیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے لئے تشریف لائے ہیں، جنگ کا ارادہ نہیں ہے۔ لیکن انہیں یقین نہ آیا تو آخر کار انہوں نے عُروَہ بن مسعود ثقفی کو حقیقت حال جاننے کے لئے بھیجا، یہ طائف کے بڑے سردار اور عرب کے انتہائی مالدار شخص تھے، اُنہوں نے آ کر دیکھا کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم دستِ مبارک دھوتے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تبرُّک کے طور پر غُسالہ شریف حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اگر کبھی لعابِ دہن ڈالتے ہیں تو لوگ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس کو وہ حاصل ہو جاتا ہے وہ اپنے چہرے اور بدن پر برکت کے لئے مل لیتا ہے، جسمِ اقدس کا کوئی بال گرنے نہیں پاتا اگر کبھی جدا ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو بہت ادب کے ساتھ لیتے اور جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں، جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے ہیں تو سب خاموش ہو جاتے ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و تعظیم کی وجہ سے کوئی شخص اوپر کی طرف نظر نہیں اُٹھا سکتا۔ عُروَہ نے قریش سے جا کر یہ سب حال بیان کیا اور کہا: میں فارس، روم اور مصر کے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں، میں نے کسی بادشاہ کی یہ عظمت نہیں دیکھی جو محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن کے اصحاب میں ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ تم ان کے مقابلے میں کامیاب نہ ہو سکو گے۔ قریش نے کہا ایسی بات مت کہو، ہم اس سال انہیں واپس کر دیں گے وہ اگلے سال آئیں۔ عُروَہ نے کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ تمہیں کوئی مصیبت پہنچے گی۔ یہ کہہ کر وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ طائف واپس چلے گئے اور اس واقعہ کے بعد اللہ پاک نے انہیں مشرف بہ اسلام کیا۔ اسی مقام پر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے بیعت لی، اسے ''بیعتِ رضوان'' کہتے ہیں۔ بیعت کی خبر سے کفار خوف زدہ ہوئے اور ان کے رائے دینے والوں نے یہی مناسب سمجھا کہ صلح کر لیں، چنانچہ صلح نامہ لکھا گیا اور آئندہ سال حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا

تشریف لانا قرار پایا اور یہ صلح مسلمانوں کے حق میں بہت نفع مند ہوئی بلکہ نتائج کے اعتبار سے فتح ثابت ہوئی، اسی لئے اکثر مفسّرین فتح سے صلحِ حدیبیہ مراد لیتے ہیں اور بعض مفسّرین وہ تمام اسلامی فتوحات مراد لیتے ہیں جو آئندہ ہونے والی تھیں جیسے مکہ، خیبر، حنین اور طائف وغیرہ کی فتوحات ۔اس صورت میں یہاں فتح کو ماضی کے صیغہ سے اس لئے بیان کیا گیا کہ ان فتوحات کا وقوع یقینی تھا۔

اللہ پاک فتح ونصرت کا وعدہ فرمایا اور ایمان والوں کے دلوں کو تسکین دی، اس کی ایک حکمت یہ ہے کہ ایمان والے اللہ پاک کی نعمتوں پر اس کا شکرادا کریں جس پر اللہ پاک انہیں ثواب عطا فرمائے اور ایمان والے مَردوں اور عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرمادے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے اللہ پاک ایمان والوں کے ان گناہوں کو مٹادے جوان سے سرزَد ہوئے تاکہ وہ گناہوں سے پاک اور صاف ہوکر جنت میں داخل ہوں ،اور یہ جنت میں داخل کیا جانا اور برائیوں کا مٹادیا جانا اللہ پاک کے یہاں بڑی کامیابی ہے۔تیسری حکمت یہ ہے کہ اللہ پاک مدینہ منورہ کے منافق مَردوں اور منافقہ عورتوں کو اور مکہ مکرمہ کے مُشرک مردوں اور مشرکہ عورتوں کو ان کے باطنی اور ظاہری کفر کی وجہ سے عذاب دے جو اللہ پاک پر بُرا گمان کرتے ہیں کہ وہ اپنے رسول، دوعالَم کے سردار محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ اوران پر ایمان لانے والوں کی مدد نہ فرمائے گا ان کے بُرے گمان کا وبال عذاب اور ہلاکت کی صورت میں انہیں پر ہے اور اللہ پاک نے اُن پر غضب فرمایا اور ان پر لعنت کی اور آخرت میں ان کے لیے جہنم تیار فرمائی اور جہنم کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ جب مسلمان حُدَیْبِیَہ کی صلح سے فارغ ہوکر واپس ہوئے تو اللہ پاک نے ان سے خیبر کی فتح کا وعدہ فرمایا اور وہاں سے حاصل ہونے والے غنیمت کے اَموال حدیبیہ میں حاضر ہونے والوں کے لئے خاص کردیئے گئے، جب خیبر کی طرف روانہ ہونے کا وقت آیا تو مسلمانوں کو یہ خبر دی گئی کہ جو لوگ حدیبیہ میں حاضر نہیں ہوئے وہ غنیمت کے لالچ میں تمہارے ساتھ جانا چاہیں گے اور تم سے کہیں گے: ہم بھی تمہارے

ساتھ خیبر چلیں اور جنگ میں شریک ہوں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ پاک نے حدیبیہ میں شرکت کرنے والوں کے ساتھ جو وعدہ فرمایا کہ خیبر کی غنیمت ان کے لئے خاص ہے، اسے بدل دیں۔ آپ ان سے فرما دینا کہ تم ہمارے پیچھے ہرگز نہ آؤ، اللہ پاک نے ہمارے مدینہ منورہ آنے سے پہلے یونہی فرما دیا ہے کہ غزوۂ خیبر میں وہی شریک ہوں گے اور اس کی غنیمتیں انہیں ہی ملیں گی جنہوں نے حدیبیہ میں شرکت کی تھی (اور ہم تمہیں اپنے ساتھ آنے کی اجازت دے کر اس حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے) یہ جواب سن کر وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہیں گے: ایسی بات نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم ہم سے حسد کرتے ہو اور یہ گوارا نہیں کرتے کہ ہم تمہارے ساتھ غنیمت کا مال پائیں۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تو حسد کا شائبہ تک نہیں) بلکہ وہ منافق دین کی بہت تھوڑی بات سمجھتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ محض دنیا کی بات سمجھتے ہیں، حتّٰی کہ ان کا زبانی اِقرار بھی دنیا ہی کی غرض سے تھا اور آخرت کے اُمور کو بالکل نہیں سمجھتے۔

حُدَیْبِیَہ کے مقام پر جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت کی انہیں چونکہ رضائے الٰہی کی بشارت دی گئی، اس لئے اس بیعت کو ''بیعتِ رضوان'' کہتے ہیں۔ اس بیعت کا ظاہری سبب یہ پیش آیا کہ سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو اَشرافِ قریش کے پاس مکہ مکرمہ بھیجا تا کہ انہیں اس بات کی خبر دیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بَیْتُ اللہ کی زیارت کے لئے عمرہ کے ارادے سے تشریف لائے ہیں اور آپ کا ارادہ جنگ کرنے کا نہیں ہے اور اِن سے یہ بھی فرمادیا تھا کہ جو کمزور مسلمان وہاں ہیں اُنہیں اطمینان دلا دیں کہ مکہ مکرمہ عنقریب فتح ہوگا اور اللہ پاک اپنے دین کو غالب فرمائے گا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سردارانِ قریش کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں خبر دی۔ قریش اس بات پر مُتّفق رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سال تو تشریف نہ لائیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر آپ کعبہ مُعَظّمہ کا طواف کرنا چاہیں تو کر لیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے

فرمایا: ایسانہیں ہوسکتا کہ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر طواف کروں ۔ اِدھر حدیبیہ میں موجود مسلمانوں نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بڑے خوش نصیب ہیں جو کعبہ مُعَظَّمہ پہنچے اور طواف سے مُشَرّف ہوئے ۔حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں جانتا ہوں کہ وہ ہمارے بغیر طواف نہ کریں گے ۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مکہ مکرمہ کے کمزور مسلمانوں کو فتح کی بشارت بھی پہنچائی، پھر قریش نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور حدیبیہ میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں ۔اس پر مسلمانوں کو بہت جوش آیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کفار کے مقابلے میں جہاد پر ثابت قدم رہنے کی بیعت لی، یہ بیعت ایک بڑے خاردار درخت کے نیچے ہوئی جسے عرب میں ''سَمُرَ ہ'' کہتے ہیں ۔حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں دستِ مبارک دائیں دستِ اَقدس میں لیا اور فرمایا کہ یہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کی بیعت ہے اور دعا فرمائی: یارب! ،عثمان (رضی اللہ عنہ) تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کام میں ہیں ۔

﴿سورہ حجرات﴾

سورۂ حجرات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے ۔اس سورت میں 2 رکوع اور 18 آیتیں ہیں ۔

* وجہ: حجرات کا معنی ''حجرے اور کمرے'' ہیں، اور اس سورت کی آیت نمبر 4 میں حجرات کا لفظ ہے اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۃُ الْحُجُرات'' ہے

اس سورت کی ابتداء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے خصوصی آداب بیان کئے گئے ہیں اور جو لوگ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں انہیں بخشش اور بڑے ثواب کی بشارت دی گئی۔

اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کرنے اور ان سے آگے نہ بڑھنے کا حکم ہے۔
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آواز پست رکھنے کی تعلیم ہے، اور اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں نیک اعمال کی بربادی کی وعید ہے۔

جو اپنی آوازیں آہستہ رکھتے ہیں، بارگاہ نبوی کے آداب کا خیال رکھتے ہیں ان کو بشارت دی گئی کہ اللہ پاک نے ان کے دلوں کو تقوی کے لئے چن لیا ہے۔

دوسرے رکوع میں اخلاقیات کی اعلیٰ تعلیم دی گئی۔ فرمایا کہ
ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں ہوسکتا ہے جس کا تم مذاق اڑا رہے ہو وہ تم سے بہتر ہو۔
کسی کو طعنہ نہ دو
ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔
بدگمانیوں سے بچو۔
کسی کی چھپی ہوئی باتوں کی جستجو نہ کرو
غیبت نہ کرو۔
اللہ پاک نے ہمارے لئے قومیں اور قبیلے بنائے تو اس کی وجہ بیان فرمائی کہ یہ صرف پہچان کے لئے، اس کی بنیاد پر اللہ کا قرب نہیں ملے گا، لہذا قوم پرستی کی آفت میں مبتلا نہ ہو، اللہ کے نزدیک تو وہی عزت والا ہے جو خوف خدا رکھنے والا ہے، تقوی و پرہیزگاری اختیار کرنے والا ہے۔

﴿سورہ ق﴾

سورۂ قٓ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس سورت میں 3 رکوع اور 45 آیتیں ہیں۔

* وجہ: قٓ حروفِ مُقَطَّعات میں سے ایک حرف ہے اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ حرف موجود ہے، اس مناسبت سے اسے سورۂ قٓ کہتے ہیں۔

اس سورت کی ابتداء میں آسمانوں کی ستونوں کے بغیر تخلیق، ان میں ستاروں کو سجائے جانے، آسمانوں میں شگاف نہ ہونے، زمین کو پانی پر پھیلانے، اس میں بڑے بڑے پہاڑوں کو نَصب کرنے، خوبصورت پودے اُگانے، آسمان کی طرف سے بارش کا پانی نازل کرکے زمین میں درخت اور اناج اُگانے اور ان کے فوائد بیان کرکے مُردوں کو زندہ کرنے پر اللہ پاک کے قادر ہونے کے دلائل بیان کئے گئے ہیں۔

فرمایا کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا اور یہ اللہ پاک کے قادر ہونے کی ایک اعلیٰ دلیل ہے اور ہم اس وَسْوَسے تک کو بھی جانتے ہیں جو اس کا نفس ڈالتا ہے اور اس کے پوشیدہ اَحوال اور دلوں کے راز ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں اور ہم اپنے علم اور قدرت کے اعتبار سے انسان کے دل کی رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں اور بندے کے حال کو خود اس سے زیادہ جاننے والے ہیں۔
وَرِید وہ رگ ہے جس سے خون جاری ہوکر بدن کے ہر جُزْو میں پہنچتا ہے، یہ رگ گردن میں ہے اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ انسان کے اَجزاء ایک دوسرے سے پردے میں ہیں مگر اللہ پاک سے کوئی چیز پردے میں نہیں۔

آخر میں فرمایا کہ جو شخص اللہ پاک کے عذاب کو دیکھے بغیر اس سے ڈرتا اور اللہ پاک کی اطاعت کرتا ہے اور ایسے دل کے ساتھ آتا ہے جو اخلاص مند، اطاعت گزار اور صحیح العقیدہ ہو، ایسے لوگوں سے قیامت کے دن فرمایا جائے گا: بے خوف وخطر، امن اور اطمینان کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تمہیں عذاب ہوگا اور نہ تمہاری نعمتیں زائل ہوں گی، یہ جنت میں ہمیشہ رہنے کا دن ہے اور اب نہ فنا ہے نہ موت۔

﴿سورہ ذاریات﴾

سورۂ ذارِیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 3 رکوع اور 60 آیتیں ہیں۔

* وجہ: ذارِیات کا معنی ہے خاک بکھیر کر اُڑا دینے والی ہوائیں، اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ پاک نے ان ہواؤں کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ ذارِیات'' رکھا گیا۔

شروع میں غبار اڑانے والی ہواؤں، بارش برسانے والے بادلوں، پانی پر تیرنے والی کشتیوں اور دنیا کا نظام چلانے والے فرشتوں کی قسم یاد فرما کر کہا گیا کہ آخرت کی زندگی برحق ہے۔

آیت 16 سے اہل تقویٰ کے کچھ اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔

نیکیاں کرنے والے

رات میں کم سونے والے

رات کے آخری حصے میں بخشش مانگنے والے

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والے۔

پارہ 27 قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ

26ویں پارے کے آخر میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی بشری شکل میں آمد اور ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے مہمان نوازی کے اہتمام کا دلچسپ واقعہ مذکور ہے۔

اس پارے کے شروع میں اس بات کی مزید وضاحت کی گئی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنے والے اجنبی انسان نہیں بلکہ بشری شکل میں فرشتے تھے تو ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ آپ کا ارادہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم مجرموں کی ایک قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ان پر مٹی سے پکے ہوئے پتھر برسائیں جو آپ کے رب کے نزدیک حد سے تجاوز کرنے والوں کے لیے نشان زدہ ہیں، قوم لوط پر اللہ پاک نے عذاب نازل فرمایا اور اس بستی کو نیست و نابود فرمادیا۔

اس کے بعد فرعونیوں پر نازل ہونے والے عذاب کا تذکرہ ہے کہ فرعون اپنی حکومت اور طاقت کی وجہ سے حق سے منہ پھیرتا رہا اور موسی علیہ السلام کو معاذ اللہ مجنون اور جادوگر قرار دیتا رہا، اللہ پاک نے اس کو اور اس کی فوجوں کو سمندر میں غرق کر دیا۔

قوم عاد کی تباہی کا واقعہ پھر بیان کیا گیا کہ وہ اللہ پاک کو بھول چکے تھے وہ اللہ پاک کی عطا کردہ جسمانی طاقت پر شکر ادا کرنے کے بجائے دنیا کو تکبر کے ساتھ چیلنج کیا کرتے تھے کہ ہے ہم سے زیادہ کوئی طاقتور؟ اللہ پاک نے ان پر بھلائی سے بالکل خالی ہوا کے ذریعے عذاب نازل فرمایا۔

اس کے بعد ثمود کے واقعے میں بھی عبرت ہے، ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ تم لوگ ایک مقررہ وقت تک لطف اندوز ہوتے رہو، انہوں نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی تو دیکھتے ہی دیکھتے ان پر بھی عذاب نازل ہوا

2 پھر ارشاد فرمایا کہ ہم نے ہر چیز کی دو قسمیں بنائیں جیسے آسمان اور زمین، سورج اور چاند، رات اور دن، خشکی اور تری، گرمی اور سردی، جن اور انسان، روشنی اور تاریکی، ایمان اور کفر، سعادت اور بدبختی، حق اور باطل اور نر و مادہ وغیرہ اور یہ قسمیں اس لئے بنائیں تا کہ تم ان میں غور کر کے یہ بات سمجھ سکو کہ ان تمام قسموں کو پیدا کرنے والی ذات واحد ہے، نہ اس کی نظیر ہے، نہ اس کا شریک ہے، نہ اس کا کوئی مدِمقابل ہے اور نہ اس کا کوئی مثل ہے، لہٰذا صرف وہی عبادت کا مستحق ہے۔

آخر میں وہ مشہور آیت ہے جو تخلیق انسانی کے مقصد کو بیان کرتی ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ(۵۶)

اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں۔

﴿سورہ طور﴾

سورۂ طور مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس میں 2 رکوع اور 49 آیتیں ہیں۔

* **وجہ:** طور ایک پہاڑ کا نام ہے، اور اس سورت کی ابتداء میں اللہ پاک نے اس پہاڑ کی قَسم ارشاد فرمائی اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ طور'' رکھا گیا۔

اس سورت کی ابتداء میں اللہ پاک نے 5 چیزوں کی قَسم ذکر کر کے ارشاد فرمایا کہ کفار کو جس عذاب کی وعید سنائی گئی ہے وہ قیامت کے دن ان پر ضرور واقع ہوگا

اس سورت میں اللہ پاک کے اٹل عذاب کا ذکر ہے کہ جب اسکا فیصلہ ہو جاتا ہے تو اسے کوئی ٹالنے والا نہیں ہے، آسمان تھر تھرانے لگتا ہے اور پہاڑ بہت تیزی سے چلنے لگتے ہیں۔

اس کے بعد اس بات کا ذکر ہے کہ ”اہل تقوی جنت کی نعمتوں میں اللہ پاک کی عطاؤں سے خوش ہونگے اور وہ نعمتیں ان کو دی جائیں گی اور ان کا رب ان کو عذابِ جہنم سے بچالے گا، ان سے کہا جائے گا کہ اپنے اعمال کے بدلے جو جی چاہے کھاؤ پیو، وہ ایک دوسرے سے جڑے قطار میں بچھے تختوں پر ٹیک لگائے ہونگے اور اللہ پاک کشادہ اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کو انکی زوجیت میں دے دے گا۔

پھر اگلی آیت میں یہ بھی واضح فرمادیا گیا کہ اہل ایمان کی اولاد نے بھی اگر ایمان اور اعمال صالحہ میں اپنے آباؤاجداد کی پیروی کی ہوگی تو اللہ پاک نیک اعمال کی برکت سے، ایمان کی برکت سے جنت میں ان اولادوں کو اپنے آباؤاجداد سے ملادے گا اور ان کے اپنے نیک عمل میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ مزید فرمایا کہ ہم انکی خواہش کے مطابق ان کو پھل اور گوشت عطا کریں گے، نیز اہل جنت کو اللہ پاک ایسی پاکیزہ شراب عطا فرمائے گا جس میں نہ سر درد ہوگا نہ بے ہودگی ہوگی، نہ بو ہوگی اور انکے سامنے چھپے ہوئے موتیوں جیسے خوبصورت اور نفیس خدام ہونگے، اہل جنت ایک دوسرے سے سوالات بھی کریں گے اور کہیں گے کہ ہم لوگ اس اخروی زندگی سے پہلے اپنے گھر والوں اور بچوں کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا کرتے تھے، تو ہم پر اللہ پاک نے ایسا احسان فرمایا کہ ہمیں عذاب سے بچالیا، بے شک وہ بڑا احسان فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

﴿سورہ نجم﴾

سورۂ نجم مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس سورت میں 3 رکوع اور 62 آیتیں ہیں۔

* **وجہ:** عربی میں ستارے کو نَجم کہتے ہیں نیز یہ ایک مخصوص ستارے کا نام بھی ہے اور اللہ پاک نے اس سورت کی پہلی آیت میں ''نَجْم'' کی قسم ارشاد فرمائی اسی مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ نجم'' رکھا گیا۔

اس سورت کی پہلی 18 آیات میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کا بیان ہے جس میں فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک کا قرب خاص عطا ہوا اور اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو چاہا وحی فرمائی۔

پھر کافروں کے باطل عقیدوں کا رد فرمایا گیا اور انسانی زندگی کے ضابطے کو بیان کیا کہ انسان کی محنت اور کوشش ہی اسکی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے اور ہر شخص اپنے کیے کا ذمے دار ہے۔

آخر میں انتہائی اختصار کے ساتھ سابقہ امتوں کا تذکرہ ہے اور یہ بات بیان کی گئی ہے کہ قوموں کے عروج و زوال کا سبب کیا ہے؟

قوم ترقی کرتی ہے یا زوال میں آجاتی ہے اسکا سبب کیا ہوتا ہے؟ قوموں کی تباہی میں وسائل سے محرومی یا معیشت کی تنگی نہیں بلکہ ایمان سے محرومی، عملی بے راہ روی اور اخلاقی پستی جیسے بڑے عوامل ہوا کرتے ہیں۔

﴿سورہ قمر﴾

اس سورت میں 3 رکوع اور 55 آیتیں ہیں۔

* **وجہ:** عربی میں چاند کو قمر کہتے ہیں۔ اِس سورت کی پہلی آیت میں چاند کے پھٹ جانے کا بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ قمر'' رکھا گیا ہے۔

اس سورت کے شروع میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند دوٹکڑے ہو گیا ہے۔ شق القمر یعنی چاند کا دوٹکرے ہونا یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور معجزہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی کے اشارے سے چاند کے دوٹکڑے کر دیے، لیکن جن کے مقدر میں ہدایت نہ تھی وہ ایمان نہ لائے اسی لیے فرمایا گیا کہ اگر یہ کافر کوئی بھی نشانی دیکھ لیں تو رخ پھیر لیں گے اور کہہ دیں گے کہ یہ تو جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے معاذ اللہ، مشرکین کا یہ کہنا تھا کہ جادو کا اثر آسمان پر نہیں ہوتا لہذا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاند کے دوٹکڑے کر دیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کو مان لیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی تسلیم کر لیں گے، مگر وہ اس معجزے کو دیکھ کر بھی کہنے لگی کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا جادو تو آسمان پر بھی چل گیا۔ معاذ اللہ استغفر اللہ

اسی سورہ مبارکہ میں اللہ پاک نے چار مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے لیے آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟
آخر میں اللہ پاک نے اہل تقوی کے مقام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ بے شک پرہیز گار لوگ جنت اور محلوں میں ہونگے اپنے حقیقی گھروں میں رہیں گے۔

﴿سورہ رحمن﴾

سورۂ رحمٰن مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 3 رکوع اور 78 آیتیں ہیں۔

* **وجہ:** اس سورت کا نام ''سورۂ رحمٰن ''اس لئے رکھا گیا کہ اس کی ابتداء اللہ پاک کے اَسماءِ حُسنیٰ میں سے ایک اسم ''اَلرَّحْمٰنُ'' سے کی گئی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہر چیز کی ایک زینت ہے اور قرآن کی زینت سورۂ رحمٰن ہے''۔

اس سورت کی ابتدا میں اللہ پاک نے اپنی عظیم نعمتوں جیسے قرآنِ پاک کو نازل کرنے ،تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تعلیم دینے ،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا و آخرت کی تمام چیزوں کی تعلیم دینے کا ذکر فرمایا۔

کفار اور مشرکین مکہ یہ الزام لگایا کرتے تھے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ کوئی شخص خفیہ قرآن سکھاتا ہے تو اسکے جواب میں اس سورت کی ابتدائی آیات نازل ہوئی کہ وہ رحمن عزوجل ہی ہے جس نے خود اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سکھایا۔اسی نے اس کامل انسان کو پیدا فرمایا،اسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان وما یکون یعنی جو ہو چکا اور جو ہونے والا ہے اس کا بیان سکھایا۔

اس کے بعد بتایا کہ سورج اور چاند ایک نہایت ہی دقیق نظام کے تحت چل رہے ہیں۔پودے اور درخت بھی اللہ کے نظام کے پابند اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔اسی نے آسمان کو بلند کیا اور عدل وانصاف کے مظہر ترازو کو پیدا کیا۔ان دنیاوی نعمتوں کے علاوہ اخروی نعمتوں اور عذابوں کا بھی اس سورت میں بیان ہے کہ آگ کے وہ شعلے اور دھواں جن میں سانس لینا مشکل ہو جائے گا وہ جہنم جس کی ایک چنگاری بھی انسان کو جلانے کے لیے کافی ہوگی۔

دوسری طرف اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے شاخوں والے سرسبز باغات کی خوشخبری ہے اور ان میں بہتے ہوئے چشموں اور ہر قسم کے میووں کی دو دو قسمیں اور بچھے ہوئے قالین ہونگے ۔ ریشم کے تکیوں کے ساتھ جنتی ٹیک لگائے بیٹھے ہونگے اور یاقوت اور مرجان کی طرح حسن و جمال اور خوبصورتی کی پیکر جنتی حوریں ہونگی جو اپنے شوہر کے علاوہ کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھتی ہونگی ۔

یہ سب کچھ ذکر کرتے ہوئے ہر آیت کے بعد اللہ پاک نے فرمایا:

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (۴۰)

توتم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

اس سورت میں اکتیس (31) مرتبہ ان الفاظ کی تکرار ہے۔

سورہ واقعہ

اس سورت میں 3 رکوع اور 96 آیتیں ہیں۔

* وجہ: ''واقعہ'' قیامت کا ایک نام ہے اور اس سورت کا نام ''واقعہ'' اس کی پہلی آیت میں مذکور لفظ ''اَلْوَاقِعَةُ'' کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص روزانہ رات کے وقت سورۂ واقعہ پڑھے تو وہ فاقے سے ہمیشہ محفوظ رہے گا

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھاؤ کیونکہ یہ سورۃُ الغنٰی (یعنی محتاجی دور کرنے والی سورت) ہے۔

اس سورت کا مرکزی مضمون موت کے بعد اٹھائے جانے کا عقیدہ ہے اور قیام قیامت ایسی حقیقت ہے جسے جھٹلانا ممکن نہیں ہے۔
اس دن عدل وانصاف کے ایسے فیصلے قائم ہونگے جس کے نتیجے میں بعض لوگ اعزاز واکرام کے مستحق قرار پائیں گے جبکہ بعض لوگوں کو ذلت ورسوائی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

لوگوں کی نیکی اور بدی کے حوالے سے تین جماعتیں بنادی گئی ہیں۔
1)اصحب المیمنہ ، اہل سعادت اوراہل خیر
2)السبقون والمقر بون یہ وہ لوگ ہونگے جو نیکی میں سب پر سبقت لے جائیں گے۔
3)اصحب المشئمہ یہ بدنصیب لوگ اہل جہنم ہونگے۔

اس کے بعد ایک بار پھر جنت کی پر کشش نعمتوں کا ذکر ہے کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے تکیوں پر ٹیک لگائے ہونگے اور جواہر سے جڑے تختوں پر بیٹھے ہونگے،ان پر شراب طہور کے جام گردش کریں گے،یہ ایسی شراب طہور ہوگی کہ عقل پر اثر انداز نہیں ہوگی اور پاکیزہ شراب ہوگی۔
اس کے بعد اصحب الیمین کے لیے مزید نعمتوں اور اصحب الشمال یعنی اللہ کے نافرمان لوگوں کے لیے عذاب کی مختلف صورتوں کا ذکر ہے۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی خوراک زقوم تھوہڑ کے درخت سے ہوگی،اس درخت کا پھل انتہائی کڑوا ہوتا ہے،اس سے جہنمی پیٹ بھریں گے اور اس پر کھولتا ہوا پانی پیا جائے گا،قیامت کے دن یہی ان کی میزبانی ہوگی۔ان لوگوں کے جہنم میں جانے کا بڑا سبب یہ ہوگا کہ یہ بڑے گناہوں پر اصرار کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کیا جب ہم مرجائے گے مٹی اور ہڈیاں رہ جائے گی تو کیا ہم واقعی دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟اور کیا ہمارے گزرے ہوئے باپ دادا بھی اٹھائے جائے گے؟
اللہ پاک نے فرمایا کہ
اے نبی!صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کہہ دیجیے اگلے اور پچھلے سب ایک مقررہ وقت پر ضرور جمع کیے جائیں گے۔

﴿سورہ حدید﴾

اس سورت میں 4 رکوع اور 29 آیتیں ہیں۔

✻ وجہ: عربی میں لوہے کو حدید کہتے ہیں اور اس سورت کی آیت نمبر 25 میں اللہ پاک نے حدید یعنی لوہے کے فوائد بیان فرمائے ہیں، اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ حدید" رکھا گیا

سورت کی ابتدا میں اللہ پاک نے ایک بار پھر اپنی آیات قدرت کا ذکر فرمانے کے بعد صحابہ کرام کے مابین درجاتِ فضیلت کے مختلف مدارج کو بیان کیا ہے۔

ایک طبقہ صحابہ کا وہ تھا جو اعلان نبوت کے فوراً ہی بعد ایمان لے ایا پھر کچھ وقت گزرا تو مسلمانوں کی تعداد 40 تھی پھر کچھ وقت گزرا تو ہجرت کا حکم ہو گیا، بعض لوگ ہجرت سے پہلے ایمان لائے بعض ہجرت کے بعد ایمان لائے، کچھ وقت گزرا تو غزوہ بدر کا موقع آ گیا اور اہل بدر کے لیے اللہ پاک نے خصوصی مغفرت کا اعلان فرمایا۔ پھر صلح حدیبیہ کا وقت آیا، اللہ پاک نے اس موقع پر موجود تمام صحابہ کرام کو اپنی رضامندی کی خوشخبری عطا فرمائی،

پھر فتح مکہ کا موقع آ گیا جس کا اس سورت کی دسویں آیت میں ذکر ہوا ہے مگر اس باہمی فضیلت اور درجہ مندی سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی صحابی کے مرتبے کو کم کرنے کی کوشش کرے یا ان کی شان میں کوئی نازیبا کلمہ کہے، اللہ پاک نے اس طرح کے تمام فتنوں کا دروازہ بند کرنے کے لیے یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک نے تمام صحابہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔

آیت نمبر 12 میں فرمایا کہ "میدان حشر میں مومنین و مومنات کی امتیازی شان ہو گی اور انکا نور انکے سامنے اور انکے دائیں جانب نمایاں اور روشن ہوگا اور انہیں جنت کی بشارت دی جائے گی۔

اس کے بعد فرمایا کہ منافق مرد اور عورتیں، مومنوں سے کہیں گے کہ تم ہماری طرف دیکھو ہم بھی تمھارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں، ان سے کہا جائے گا تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر کوئی نور تلاش کرو پھر ان کے درمیان ایک ایسی دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ ہوگا انکے اندرونی حصے میں رحمت ہوگی اور باہر کی جانب عذاب ہوگا۔

لوہا اپنے اندر بھرپور انسانی منافع لیے ہوئے ہے، اس سے طاقت اور قوت کا اظہار ہوتا ہے، یہ طاقت اور قوت اللہ کے دین کی حمایت اور اس کے نفع میں استعمال ہونی چاہیے۔

اسکے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ ہے اور ان کے متبعین اور ان کے پیروکاروں کی صفات اور قیامت میں ان کے لیے اجر عظیم کے وعدے کا ذکر ہے، اور یہ سب اللہ کے فضل اور اسکی عطا کردہ توفیق سے ہی میسر آ سکتا ہے۔

پارہ 28 {قَدْ سَمِعَ اللہ}

﴿سورہ مجادلة﴾

سورۂ مجادلہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 3 رکوع اور 22 آیتیں ہیں۔

* وجہ: بحث اور تکرار کرنے والی عورت کو عربی میں ''مُجَادِلَہ'' کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ظِہار کے مسئلے میں ہونے والی بحث کا ذکر ہے،اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ مجادلہ'' رکھا گیا۔

حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے کسی بات پر اپنی زوجہ حضرت خولہ بنتِ ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے۔ یہ کہنے کے بعد حضرت اَوس رضی اللہ عنہ کو ندامت ہوئی، یہ کلمہ زمانۂ جاہلیّت میں طلاق شمار کیا جاتا تھا اس لئے حضرت اَوس رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ سے کہا: میرے خیال میں تو مجھ پر حرام ہوگئی ہے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعات ذکر کئے اور عرض کیا: میرا مال ختم ہو چکا، ماں باپ وفات پا گئے، عمر زیادہ ہوگئی اور بچے چھوٹے چھوٹے ہیں، اگر انہیں ان کے باپ کے پاس چھوڑوں تو ہلاک ہو جائیں گے اور اپنے ساتھ رکھوں تو بھوکے مر جائیں گے، اب ایسی کیا صورت ہے کہ میرے اور میرے شوہر کے درمیان جدائی نہ ہو۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تیرے بارے میں میرے پاس کوئی حکم نہیں، یعنی ابھی تک ظہار کے متعلق کوئی جدید حکم نازل نہیں ہوا اور پرانا دستور یہی ہے کہ ظہار سے عورت حرام ہو جاتی ہے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت اَوس رضی اللہ عنہ نے طلاق کا لفظ نہیں کہا، وہ میرے بچوں کے باپ ہیں اور مجھے بہت ہی پیارے ہیں،

اسی طرح وہ بار بار عرض کرتی رہیں اور جب اپنی خواہش کے مطابق جواب نہ پایا تو آسمان کی طرف سر اُٹھا کر کہنے لگی: یا اللہ پاک، میں تجھ سے اپنی محتاجی، بے کسی اور پریشان حالی کی شکایت کرتی ہوں، اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے حق میں ایسا حکم نازل فرما جس سے میری مصیبت دور ہو جائے۔ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس سے فرمایا: خاموش ہو جا اور دیکھ، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم چہرہ مبارک پر وحی کے آثار ظاہر ہیں۔ جب وحی پوری ہو گئی تو ارشاد فرمایا: ''اپنے شوہر کو بلاؤ۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں۔

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، بیشک اللہ پاک نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے معاملے میں آپ سے بحث کر رہی ہے اور اللہ پاک کی بارگاہ میں اپنے حال، فاقے اور تنہائی کے شدید ہونے کی شکایت کرتی ہے اور اللہ پاک تم دونوں کی آپس میں ہونے والی گفتگو سن رہا ہے، بیشک جو اللہ پاک سے مناجات کرے اور اس کی بارگاہ میں گریہ و زاری کرے تو اللہ پاک اس کی مناجات کو سننے والا اور شکایت کُنندہ کو دیکھنے والا ہے۔

☼نوٹ:☼ خیال رہے کہ حضرت خولہ بنتِ ثعلبہ رضی اللہ عنہا کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث و تکرار کرنا مخالفت یا مقابلہ کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ کرم طلب کرنے کے لیے تھا اور اس سے اپنے دکھ درد کا اظہار مقصود تھا اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت چونکہ آپ کی باندی غلام ہیں اس لئے کرم طلب کرنے کے لئے آپ سے عرض و معروض کر سکتے ہیں، نیز یاد رہے کہ اللہ پاک کی بارگاہ میں ہر شکایت کرنی بری نہیں بلکہ بے صبری والی شکایت کرنا برا ہے۔

وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کریں، پھر اس ظہار کو توڑ دینا اور اس کی وجہ سے ہونے والی حرمت کو ختم کر

دینا چاہیں توان پر ظہار کا کفارہ ادا کرنا لازم ہے، لہٰذا اُن پر ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ایک غلام آزاد کریں، یہ وہ حکم ہے جس کے ذریعے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے تاکہ تم دوبارہ ظہار نہ کرو اور اللہ پاک کے عذاب سے ڈرو اور یہ بات یاد رکھو کہ اللہ پاک تمہارے کاموں سے خبردار ہے اور وہ تمہیں ان کی جزا دے گا، لہٰذا اللہ پاک نے تمہارے لئے شریعت کی جو حدود مقرر کی ہیں ان کی حفاظت کرو اور کسی حد کو نہ توڑو۔ جب غلام پر قدرت ہے اگرچہ وہ خدمت کا غلام ہو تو کفارہ آزاد کرنے ہی سے ہوگا اور اگر غلام کی اِستطاعت نہ ہو خواہ ملتا نہیں یا اس کے پاس دام نہیں تو کفارہ میں پے درپے (یعنی مسلسل) دو مہینے کے روزے رکھے اور اگر اُس کے پاس خدمت کا غلام ہے یا مدیون (یعنی مقروض) ہے اور دَین (یعنی قرض) ادا کرنے کے لیے غلام کے سوا کچھ نہیں تو ان صورتوں میں بھی روزے وغیرہ سے کفارہ ادا نہیں کرسکتا بلکہ غلام ہی آزاد کرنا ہوگا۔

ظہار کے یہ معنے ہیں کہ اپنی زوجہ یا اُس کے کسی جُزْ وِشائع یا ایسے جز کو جو کُل سے تعبیر کیا جاتا ہو، ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو، یا اس کے کسی ایسے عُضْوْ سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو، مثلاً (بیوی سے) کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے، یا (یوں کہا کہ) تیرا سر، یا تیری گردن، یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔

پھر جسے غلام نہ ملے تو اس صورت میں ظہار کا کفارہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے لگاتار دو مہینے کے روزے رکھنا شوہر پر لازم ہے، پھر جو اتنے روزے رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس صورت میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا شوہر پر لازم ہے۔ یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ تم اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھو، ان کی فرمانبرداری کرو اور جاہلیّت کے طریقے چھوڑ دو اور یہاں جو ظہار اور اس کے کفارے کے اَحکام بیان ہوئے یہ اللہ پاک کی حدیں ہیں، ان کو توڑنا اور ان سے تجاوُز کرنا جائز نہیں اور کافروں کے لیے قیامت کے دن دردناک عذاب ہے۔

مومن وہی ہیں جو رشتے داری کو اسلامی بنیادوں پر ملحوظ رکھتے ہیں خونی، قومی اور لسانی بنیادوں پر اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے تعلقات قائم نہیں کرتے ، یہ لوگ اللہ کی تائید، نصرت اور جنت کے مستحق ہیں ۔ یہ ہی لوگ اللہ کا گروہ کہلاتے ہیں اور کامیابی ہمیشہ اللہ کے لشکر کو ملتی ہے۔ نیک بندوں کو اللہ کا گروہ فرمایا گیا ہے۔

﴿سورہ حشر﴾

سورۂ حشر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سورت میں 3 رکوع اور 24 آیتیں ہیں ۔

* وجہ: حشر کا معنی ہے لوگوں کو اکٹھا کرنا اور اس سورت کی دوسری آیت میں بنونَضِیر کے یہودیوں کے پہلے حشر یعنی انہیں اکٹھا کر کے مدینے سے نکال دیئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ حشر'' کہتے ہیں۔

* فضیلت: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جس نے صبح کے وقت تین مرتبہ ''اَعُوْذُ بِاللهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ '' کہا اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات کی تلاوت کی تو اللہ پاک 70000 فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو شام تک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اگر اسی دن انتقال کر جائے تو شہید کی موت مرے گا اور جو شخص شام کے وقت اُسے پڑھے تو اس کا بھی یہی مرتبہ ہے۔

اس سورت کی ابتداء میں بتایا گیا کہ انسان، حیوان، نباتات، جمادات الغرض کائنات کی ہر چیز ہر نقص و عیب سے اللہ پاک کی پاکی بیان کرتی ہے، اس کی قدرت و وحدانیّت کی گواہی دیتی ہے اور اس کی عظمت کا اقرار کرتی ہے۔

اللہ پاک نے اہل ایمان کے تین ممتاز طبقوں کا ذکر فرمایا ہے۔

1 جنھوں نے اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے ہجرت کی اور اپنے گھر بار اور اموال کو اللہ کے فضل اور خوشنودی کے حصول کے لیے خیر باد کہہ دیا۔

2 انصار صحابہ کرام جو مہاجرین سے محبت کرتے تھے اور انکو دیئے ہوئے مال کے بارے میں اپنے دل میں معمولی سی بھی تنگی محسوس نہ کرتے تھے اور انھیں اپنے آپ پر ترجیح دیتے تھے چاہے انھیں خود تنگی کا سامنا کرنا پڑتا۔

3 مہاجرین اور انصار کے بعد آنے والے اہل ایمان کا تھا جنھوں نے مہاجرین اور انصار صحابہ کے لیے یا اپنے سے پہلے دنیا سے چلے جانے والے مومنین کے لیے دعا مانگی:

اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کیلئے کوئی کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! بیشک تو نہایت مہربان، بہت رحمت والا ہے۔

آیت 21 میں قرآن کی جلالت اور ہیبت کا بیان ہے کہ اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تم اسے جھکا ہوا، اللہ کے خوف سے پاش پاش دیکھتے اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں تا کہ وہ سوچیں۔

آخری آیات میں اللہ پاک کے صفاتی ناموں کا بیان ہوئے ہیں" وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے، وہی نہایت مہربان، بہت رحمت والا ہے۔"

اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ، نہایت پاک، سلامتی دینے والا، امن بخشنے والا، حفاظت فرمانے والا، بہت عزت والا، بے حد عظمت والا، اپنی بڑائی بیان فرمانے والا ہے، اللہ ان مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔"

اللہ بنانے والا، پیدا کرنے والا، ہر ایک کو صورت دینے والا ہے، سب اچھے نام اسی کے ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز اسی کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہی بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے۔

﴿سورہ ممتحنہ﴾

سورۂ مُمْتَحِنَہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس سورت میں 2 رکوع اور 13 آیتیں ہیں۔

* وجہ: ایک قول یہ ہے کہ اس سورت کا نام "مُمْتَحِنَہ" ہے، اس صورت میں اس کا معنی ہوگا عورتوں کا امتحان لینے والی سورت۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام "مُمْتَحَنَہ" ہے، یعنی اس سورت میں ان عورتوں کا ذکر ہے جن کا امتحان لیا گیا ہے۔ اس سورت کا نام اس کی آیت نمبر 10 کے کلمہ فَامْتَحِنُوْهُنَّ سے ماخوذ ہے اس سورت کی ابتداء میں مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ دوستی کرنے اور ان سے محبت رکھنے سے منع کیا گیا اور انہیں بتایا گیا کہ کفار کو جب بھی موقع ملے گا تو تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کریں گے اور یہ بھی بتایا گیا کہ قیامت کے دن کا فرا ولاد اور کا فر رشتہ دار کوئی فائدہ نہیں دیں گے بلکہ اس دن ایمان اور نیک اعمال کام آئیں گے۔

شروع میں تنبیہ کرتے ہوئے غیر مسلم سے تعلقات قائم کرنے کی مذمت کی گئی اور ان سے دوستی سے منع کیا گیا کہ کفار، اللہ اور رسول کے دشمن ہیں ان سے کسی قسم کی توقع بیکار ہے۔

آیت 10 میں مومنات کی بیعت کا تذکرہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا گیا کی اگر مومنات صحابیات آپ سے ایک اصول کے تحت بیعت کرنا چاہیں تو انکی بیعت قبول کیجیے اور ان کے لئے اللہ سے استغفار کیجیے۔

وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی اور غربت کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، بہتان بازی نہیں کریں گی، کسی بھی نیک کام میں آپکی نافرمانی نہیں کریں گی۔
پھر اہل ایمان کو دشمنوں سے براءت کا حکم دیا۔

﴿سورہ صف﴾

اس سورت میں 2 رکوع اور 14 آیتیں ہیں۔

* وجہ: صف کا معنی ہے سیدھی قطار اور اس سورت کی آیت نمبر 4 میں مذکور کلمہ ''صَفًّا'' کی مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ صف'' رکھا گیا ہے۔

شروع کی آیات میں قول وفعل میں تضاد سے منع کیا گیا ہے کہ اللہ ایسے لوگوں کو ناپسند فرماتا ہے۔

پھر حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے فرمایا: کہ اے میری قوم تم مجھے کیوں اذیت دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے لیے اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ چنانچہ وہ ٹیڑھے ہوئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو مزید ٹیڑھا کر دیا اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ انھوں نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا: "میں تمھاری طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میں تصدیق کرتا ہوں اس توریت کی جو مجھ سے پہلے آئی اور اپنے بعد آنے والے رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جن کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

آخر میں فرمایا کہ دین کی جدوجہد کرنے والے کو کامیابی ملتی ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت پر لبیک کہنے والے حوارین کی اللہ نے مدد فرما کر غلبہ عطا فرمایا۔ یونہی اگر تم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کرو گے تو فتح، غلبہ، نصرتِ خداوندی شامل حال ہوگی۔

﴿سورہ جمعہ﴾

سورۂ جمعہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس سورت میں 2 رکوع اور 11 آیتیں ہیں۔

* **وجہ:** سات دنوں میں سے ایک دن کا نام جمعہ ہے اور اس دن سورج ڈھلنے کے بعد جو نماز ادا کی جاتی ہے اسے نمازِ جمعہ کہتے ہیں۔ اس سورت کی آیت نمبر 9 میں لفظ "اَلْجُمُعَة" موجود ہے، اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "سُوْرَةُ الْجُمُعَه" رکھا گیا ہے۔

آغاز میں بعثت رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے مقاصد کو بیان کیا گیا ہے۔یعنی تلاوتِ آیاتِ الٰہیہ،تزکیہ باطن،علم وحکمت کی تعلیم۔

پھر یہود کے علماء کا ذکر ہے جو توریت تو پڑھتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے،انکی مثال اس گدھے کی سی ہے کہ اسکی پیٹھ پر کتابوں کو لاد دیا جائے،انکے بوجھ سے کمر جھکی جا رہی ہے لیکن ان کتابوں میں معارف و جواہر موجود ہیں ان سے قطعاً بے خبر ہیں۔

یہودیوں کے دعوے کی مذمّت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ کائنات میں اللہ کے سب سے پیارے ہیں تو انکو موت کی تمنا کر کے جلدی سے اپنے رب کے پاس پہنچ جانا چاہیئے،تو یہ موت کی تمنا کیوں نہیں کرتے؟

آخر میں نماز جمعہ کی فرضیت کا حکم ہے کہ جب جمعہ کے لئے ندا دی جائے تو سب کام چھوڑ کر نماز کے لیے دوڑے چلے آؤ اور جب نماز ادا کر چکو تو وسائل رزق تلاش کرو۔

﴿سورہ منافقون﴾

سورۂ منافقون مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس سورت میں 2 رکوع اور 11 آیتیں ہیں۔

❋ وجہ: اس سورت کی ابتداء میں منافقوں کی صفات بیان کی گئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے متعلق ان کا مؤقف ذکر کیا گیا،اس مناسبت سے اس سورت کو ’’سورۂ منافقون‘‘ کہتے ہیں۔

اس میں بتایا گیا کہ منافق اپنے دلی عقیدے میں ضرور جھوٹے ہیں اور اپنی جان بچانے کیلئے انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے اور زبان سے ایمان لانے اور دل سے کفر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے وہ ایمان کی حقیقت کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔

معاشرے کی انتہائی خطرناک مخلوق منافقین کے اخلاق، انکے جھوٹ، انکے دھوکے بازیوں، مسلمانوں کے لیے انکے بغض وعناد اور انکے قلب ولسان میں تضاد کا بیان ہے، اگر وہ قسم کھا کر بھی یقین دہانی کرائیں تو ان پر اعتماد نہیں کرنا ہے۔منافق انفاق فی سبیل للہ (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے) لوگوں کو روکتے ہیں۔

اللہ فرماتا ہے: آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا مالک تو اللہ ہے لیکن منافق اس بات کو نہیں سمجھتے۔

پھر انھوں نے تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے مقابلے میں اپنے آپکو عزت دار قرار دیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ ہم عزت والے مدینے میں پہنچ کر ان کم حیثیت لوگوں کو باہر نکال دیں گے (معاذ اللہ)۔

اللہ نے فرمایا کی عزت تو اللہ و رسول اور اہل ایمان کے لیے ہے، پھر منافق ہی ناسمجھ لوگ ہیں۔

آخر میں اہل ایمان سے فرمایا کہ مال و اولاد کی محبت تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے، اور ہم نے جو مال عطا کیا ہے موت سر پر آنے سے پہلے مال اللہ کی راہ میں خرچ کر و ورنہ جب موت کا فرشتہ آ پہنچے گا تو ہر کوئی کہے گا تھوڑی سی حیات دی جائے تا کہ صدقہ کر دوں اور نیکوکاروں میں سے ہو جاؤں۔

اللہ پاک نے فرمایا: موت کا مقررہ وقت آنے پر ایک سانس کی مہلت نہ ملے گی۔

﴿سورہ التغابن﴾

اس سورت میں 2 رکوع اور 18 آیتیں ہیں۔

* وجہ: تغابُن کا لفظی معنی ہے خرید و فروخت میں نقصان پہنچانا اور یہ قیامت کے دن کا ایک نام بھی ہے۔اس سورت کی آیت نمبر 9 میں بتایا گیا کہ قیامت کا دن ''یَوْمُ التَّغَابُنِ'' یعنی نقصان اور خسارے کا دن ہے، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ تغابُن'' کہتے ہیں۔

شروع میں توحید خداوندی پر شواہد کا بیان ہے، پھر گزشتہ قوموں کی نافرمانی اور ہلاکت کا تذکرہ ہے، قیامت کی ہولناکیوں کے احوال کا مختصر تذکرہ ہے، پھر جنت والوں کی عظیم الشان کامیابی اور جہنم والوں کی بدترین ناکامی کا بیان ہے۔

بیوی بچے کبھی کبھار آزمائش بن جاتے ہیں، ان سے ہوشیار رہنے کا فرمایا گیا، بعض اوقات ان کی محبت کے غلبے میں اور جائز و ناجائز خواہشات کی تکمیل کے لیے دین سے دور ہو جاتا ہے، حلال و حرام کی پرواہ نہیں کرتا نہ حقوق و فرائض کی ادائیگی کا اہتمام کرتا ہے۔

انکی محبت کی وجہ سے جہاد سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

اہل ایمان کو راہ خدا۔ میں خرچ کرنے کی تلقین کی گئی۔

﴿سورہ طلاق﴾

سورۂ طلاق مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 2 رکوع اور 12 آیتیں ہیں۔

* وجہ: نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہوجاتی ہے،اس پابندی کے اُٹھا دینے کو طلاق کہتے ہیں اور اس سورت میں چونکہ طلاق اور اس کے بعد کے یعنی عدت کے احکام بیان کیے گئے ہیں اس لئے اس سورت کا نام ''سورۂ طلاق'' رکھا گیا ہے۔

اس سورت کی ابتداء میں صحیح طریقے سے طلاق دینے کا طریقہ،عدت اور رجوع کے مسائل بیان کئے گئے ہیں کہ اگر عورت کو طلاق دینی ہو تو پاکی کے دنوں میں اسے طلاق دی جائے،عورت شوہر کے گھر میں اپنی عدت پوری کرے،اگر ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو عدت پوری ہونے سے پہلے بھلائی کے ساتھ عورت سے رجوع کر لیا جائے یا اسے چھوڑ دیا جائے اور اگر رجوع کیا جائے تو اس رجوع پر دو مَردوں کو گواہ بنا لیا جائے۔

طلاق کا شرعی طریقہ بیان کیا گیا کہ اگر ازدواجی زندگی کو برقرار رکھنا مشکل ہو جائے اور طلاق کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ باقی نہ رہے تو بیوی کو ایک طلاق رجعی دے کر چھوڑ دے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: حیض والی عورتوں کی عدت تو ہمیں معلوم ہو گئی،اب جو حیض والی نہ ہوں تو اُن کی عدت کیا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ تمہاری عورتوں میں جو بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہوں،اگر تمہیں اس میں کچھ شک ہو کہ ان کا حکم کیا ہے تو سن لو،ان کی اور جنہیں ابھی کم عمری کی وجہ سے حیض نہیں آیا ان کی عدت تین مہینے ہے اور حمل والیوں کی عدت کی مدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں اور جو اللہ پاک سے ڈرے تو اللہ پاک اس کے کام میں آسانی فرما دے گا۔

جن عورتوں کو حیض نہیں آتا ان کی عدت سے متعلق 4 شرعی مسائل

(1) بڑھاپے کی وجہ سے جب حیض منقطع ہو جائے وہ سنِ اِیاس ہے، اور اس عمر میں پہنچی ہوئی عورت کی عدت تین ماہ ہے۔

(2) لڑکی نابالغہ ہو یا اس کے بالغ ہونے کی عمر تو آ گئی مگر ابھی حیض نہیں شروع ہوا تو اُن دونوں کی عدت تین ماہ ہے۔

(3) حاملہ عورتوں کی عدت وضعِ حمل ہے خواہ وہ عدت طلاق کی ہو یا وفات کی۔

(4) وضعِ حمل سے عدت پوری ہونے کے لیے کوئی خاص مدت مقرر نہیں، موت یا طلاق کے بعد جس وقت بچہ پیدا ہو عدت ختم ہو جائے گی اگرچہ ایک منٹ بعد۔ یونہی اگر حمل ساقط ہو گیا لیکن بچے کے اَعضا بن چکے ہیں تو عدت پوری ہو گئی اور بچے کے اَعضاء بننے سے پہلے حمل ساقط ہوا تو عدت ختم نہیں ہو گی۔

قرآن نے یہ بھی حکم دیا کہ مالی وسعت رکھنے والا اپنی گنجائش کے مطابق اور تنگدستی میں مبتلا شخص اپنی حیثیت کے مطابق طلاق والی اور دودھ پلانے والی عورتوں کو خرچہ دے کیونکہ اللہ پاک ہر جان پر اسی قابل بوجھ رکھتا ہے جتنا اسے رزق دیا ہے اور تنگدست آدمی خرچ کرنے سے ڈرے نہیں، جلد ہی اللہ پاک معاش کی تنگی کے بعد اسے آسانی عطا فرما دے گا۔

﴿سورہ تحریم﴾

سورۂ تحریم مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 2 رکوع اور 12 آیتیں ہیں۔

* وجہ: تحریم کا معنی ہے کسی چیز کو حرام ٹھہرانا اور اس سورت کا یہ نام اس کی پہلی آیت کے کلمہ "لِمَ تُحَرِّمُ" سے ماخوذ ہے۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اَزواجِ مطہرات کی خوشنودی کی خاطر اپنے اوپر شہد کھانا یا حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا چنانچہ اس سورت کی ابتداء میں انتہائی لطف وکرم والے انداز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ اے پیارے حبیب! صلی اللہ علیہ وسلم ، یہ بات آپ کی شان کے لائق نہیں کہ آپ اَزواجِ مطہرات کو راضی کریں بلکہ اَزواجِ مطہرات کو چاہئے کہ وہ آپ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

اگلی آیات میں کامیابی کو ایمان وعمل سے مشروط رکھا گیا۔

ازواج مطہرات اور اہل ایمان کو سیدنا نوح ولوط علیہما السلام کی بیویوں کا حال بتایا گیا کہ نبیوں کی رفاقت میں رہ کر بھی بدعملی کی وجہ سے ناکام ہوئیں اور انکے مقابل حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا جو کہ فرعون کی بیوی تھیں انھوں نے ایمان کی بقا کے لیے جام شہادت نوش فرمایا۔اور بی بی مریم رضی اللہ عنہا بھی کامیاب رہیں کہ اللہ کی بندگی کو اختیار کیا اور اپنے کردار کو ہر طرح کی آلودگی سے پاک رکھا۔

پارہ 29 {تَبٰرَكَ الَّذِی}

﴿سورملک﴾

سورۂ ملک مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس سورت میں 2 رکوع اور 30 آیتیں ہیں۔

* مختلف نام اور وجوہات:

اس سورت کے متعدد نام ہیں جیسے اس کی پہلی آیت میں ملک یعنی سلطنت اور بادشاہت کا ذکر ہے اس مناسبت سے اسے سورۂ ملک کہتے ہیں۔اس کی پہلی آیت کے شروع میں لفظ''تَبٰرَكَ'' ہے اس مناسبت سے اسے سورۂ تبارک کہتے ہیں۔ یہ سورت عذابِ قبر سے نجات دینے والی، عذاب سے بچانے والی اور عذاب کو روکنے والی ہے اس لئے اسے سورۂ مُنجیه، سورۂ وَاقیہ اور سورۂ مانعہ کہتے ہیں۔ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کے بارے میں جھگڑا کرے گی اس لئے اسے سورۂ مُجادِلہ بھی کہتے ہیں اور یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گی اس لئے اسے سورۂ شافِعه کتے ہیں۔

* فضیلت: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''قرآن پاک میں تیس آیتوں کی ایک سورت ہے، وہ اپنی تلاوت کرنے والے کی شفاعت کرے گی یہاں تک کہ اسے بخش دیا جائے گا۔ وہ سورت ''تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ'' ہے

سورت کے شروع میں موت اور حیات کی حکمت بیان فرمائی ہے کہ اس کا مقصد بندوں کی آزمائش ہے کہ کون میزان پر بہتر ثابت ہوتا ہے۔

اگلی آیات میں 7 آسمانوں کی تخلیق کو اپنی قدرت کی نشانی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ:
للہ پاک کی تخلیق میں تم غور کرو تمہیں کوئی نقص اور عیب نظر نہیں آئے گا، اگر یقین نہ آئے تو ایک بار پھر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھو کہ کیا تمہیں اس میں کوئی سوراخ نظر آ رہا ہے؟ جتنی بار بھی دیکھو گے تمہیں للہ پاک کی تخلیق میں کوئی عیب بھی نہیں ملے گا اور تمہاری نظر تھک ہار کر واپس پلٹ آئے گی۔
للہ پاک نے آسمانِ اول کے نیچے لاتعداد چمکتے ستاروں کو پیدا فرمایا اور ان ستاروں کے ذریعے شیطان کو مارا جاتا ہے۔

جب جہنمیوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو جہنم کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والے نہیں آئے تھے؟؟؟
تو جواب میں جہنمی کہیں گے یقیناً ہمارے پاس ڈرانے والے تو آئے تھے لیکن ہم نے ان کو جھٹلایا اور کہا کہ للہ پاک نے کسی چیز کو بھی نازل نہیں کیا (معاذ للہ) اور ہم ان کو گمراہ گمان کرتے تھے، ہائے افسوس! اگر ہم نے ان کو توجہ سے سنا ہوتا اور عقل سے کام لیا ہوتا تو آج شاید ہم جہنم میں نہ ہوتے۔

پھر فرمایا کہ جن لوگوں نے اخلاص اور خشیتِ الٰہی کے ساتھ اپنے دل اور باطن کو معمور رکھا انکے لئے مغفرت کی بشارت اور ان کے لئے بڑا اجر ہے۔

آخر میں اس سوال پر سورت ختم ہوتی ہے کہ پانی جو کہ زندگی کی ابتداء اور بقا کا ضامن ہے اگر اسے للہ پاک خشک کر دے اور زمین کی تہ میں جذب کر دے

تو تمہارے کنوؤں کی خشکی میں پانی کا بہاؤ للہ پاک کے سوا کون پیدا کر سکتا ہے؟

﴿سورہ قلم﴾

سورۂ قلم مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 2 رکوع اور 52 آیتیں ہیں۔

✻ وجہ: اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ پاک نے قلم کی قَسم ارشاد فرمائی،اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ قلم'' رکھا گیا۔اس سورت کا ایک نام ''سورۂ نون'' بھی ہے اور یہ نام اس سورت کی پہلی آیت کی ابتدا میں مذکور حرف ''نٓ'' کی مناسبت سے رکھا گیا ہے

کافروں نے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے انہیں مجنون کہا تو اللہ پاک نے قلم اور اس کے لکھے ہوئے کی قَسم ذکر کر کے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کے اس الزام کی نفی فرمائی،اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہاء اجر و ثواب ملنے کی بشارت دے کر تسلی دی اور ان سے فرمایا کہ بیشک تم عظمت و بزرگی والے اخلاق پر ہو،اس کے بعد مجموعی طور پر کفار کے 16 اور جس کافر نے گستاخی کی اس کے 10 عیب بیان کر کے اسے ذلیل و رُسوا کر دیا۔

اللہ پاک نے فرمایا کہ اپنے رب کے فضل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجنون نہیں ہیں،اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کبھی بھی ختم نہ ہونے والا اجر تیار کر رکھا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاقِ عظیمہ کے بلند ترین مقام پر فائز ہیں پھر فرمایا کہ۔اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم !عنقریب وہ دیکھ لیں گے کہ مجنون کون تھا؟

اس کے بعد ایک گستاخ کے 9 عیب بیان کئے گئے۔

جھوٹی قسمیں کھانے والا

سامنے سامنے بہت طعنے دینے والا

چغلی کے ساتھ ادھر ادھر بہت پھرنے والا۔

بھلائی سے بڑا روکنے والا۔

حد سے بڑھنے والا۔

بڑا گناہگار۔

سخت مزاج۔

اس کے بعد ناجائز پیداوار ہے۔

اس کے بعد اللہ پاک نے ایک سخی اور نیک زمیندار کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنے باغات کی آمدنی میں اللہ پاک کے حق کو احسن (اچھے) انداز سے ادا کیا کرتا تھا، جب اس کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹوں نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ وہ فصلوں کی کٹائی میں سے کسی غریب کو کچھ بھی ادا نہیں کریں گے، جب فصلوں کی کٹائی کا وقت آیا تو صبح سویرے نکلے تا کہ راستے میں ان کو کوئی مسکین نہ مل جائے، جب وہ باغ میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ وہاں پر کھیت اور باغ کا نام ونشان بھی موجود نہیں ہے پہلے تو انھیں شک ہوا کہ ہم راستہ تو نہیں بھول گئے لیکن جب اچھی طرح غور کیا تو وہ سمجھ گئے کہ ہم نے جو برا ارادہ کیا یہ اس کا نتیجہ ہے۔اب ہم اپنے رب پاک کی طرف ہی رغبت رکھنے والے ہیں باور اس کے عَفْو و کرم کی امید رکھتے ہیں۔ان لوگوں نے سچے دل سے اور اخلاص کے ساتھ توبہ کی تو اللہ پاک نے انہیں اِس کے بدلے اُس سے بہتر باغ عطا فرمایا جس کا نام ''باغِ حیوان'' تھا اور اس میں کثیر پیداوار ہوئی۔

﴿سورہ حاقہ﴾

سورۂ حاقہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورتمیں 2 رکوع اور 52 آیتیں ہیں۔

* وجہ: حاقہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کا معنی ہے یقینی طور پر واقع ہونے والی، اور چونکہ اس سورت کو اسی نام کے سوال کے ساتھ شروع کیا گیا ہے اس لئے اسے ''سورۂ حاقہ'' کہتے ہیں

شروع میں قیامت کے حق اور یقینی ہونے کا بیان ہے پھر قیامت کے جھٹلانے والے کو اس کے اَنجام سے بَاخبر کیا گیا ہے، پھر بتایا گیا کہ قیامت میں جس کا اعمال نامہ اسکے سیدھے ہاتھ میں دیا گیا ہوگا وہ اسکے کامیاب ہونے کی علامت ہوگی اور وہ بہت خوش ہوگا اور کہے گا آؤ میرا نامہ اعمال پڑھو اور اسکے بَرعکس جسکا نامہ اعمال اسکے الٹے ہاتھ میں دیا جائے گا یہ اسکی رُسوائی کی علامت ہوگی اور وہ کہے گا اے کاش میرا نامہ اعمال مجھے دیا ہی نہ جاتا اور موت کے ساتھ ہی میرا قصہ ختم ہو چکا ہوتا۔

﴿سورہ معارج﴾

سورۂ معارج مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس سورت میں 2 رکوع اور 44 آیتیں ہیں۔

* وجہ: معارج کا معنی ہے بلندیاں اور اس سورت کی تیسری آیت میں مذکور لفظ ''اَلْمَعَارِجْ'' کی مناسبت سے اس کا نام سورۂ معارج رکھا گیا ہے۔

اس کی ابتدائی آیات میں مشرکین مکّہ کے اِستہزاءاور تَمسخُر کا جواب میں ہے، یہ فرمایا کہ جو کہتے ہیں کہ قیامت والاتھوڑا ساعذاب مجھے دنیا میں چکھادیا جاے تا کہ ہم دیکھ تو لیں کہ وہ کیسا ہے۔اللہ پاک نے فرمایا جولوگ ہمارے عذاب کا مطالبہ کرر ہے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر ہماراعذاب اترا تو پھر انہیں کوئی بچانہیں سکے گا، پھرانہیں کوئی پناہ نہیں ملے گی ،مزید فرمایا کہ قیامت کا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا،آسماں پگھلے ہوے تانبے کی طرح ہو جائے گا، پہاڑ دُھونی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہو جائیں گےاورسب اپنی فکر میں ہوں گے۔اُس وقت مجرم یہ تمّنا کرے گا کہ بیوی بھائی اور رِشتے دار بلکہ زمین اوراسمیں جو کچھ ہے وہ اس کے فِدیّے کےطور پر دے دوں مگر ظالم اب کہاں چھوٹنے والا ہے؟ اس کا کوئی عذر قبول نہیں کیا جاے گا۔

پھرانسان کی فطرت اورطبیعت کا بیان ہے کہ انسان بڑا حریص ہے،تکلیف اور مشقّت کی صورت میں شوروغل کرتا ہےاورآرام وراحت کے وقت تکبر کرنے لگتا ہے اور بخل اس پر غالب ہوتا ہے۔

﴿سورہ نوح﴾

سورۂ نوح مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہےاس میں 2 رکوع اور 28 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اس سورت میں چونکہ حضرت نوح علیہ السلام اوران کی قوم کا واقعہ بیان کیا گیا ہےاس مناسبت سے اسے ’’سورۂ نوح‘‘ کہتے ہیں۔

نوح علیہ السلام ساڑھےنوسو برس اپنی قوم کے لوگوں کوتوحید کی دعوت دیتے رہے،اپنی قوم کے لوگوں کو یہ بات سمجھاتے رہے کہ وہ اپنے پروردگار عالم سے اِستغفار کیا کریں،اسکا نتیجہ یہ نکلے گا اللہ پاک ان پر

بارش نازل فرمادے گا اور اُنکے مال اور بیٹوں میں بھی اضافہ فرمادے گا اور انکے نہروں کو جاری فرمادے گا، باغات کو آباد کردے گا۔لیکن یہ قوم اپنی نافرمانی پر اڑی رہی بلکہ ان کی سرکشی میں مزید اضافہ ہوتا رہا، آخرکار نوح علیہ السلام کی ان کے خلاف دعا کے نتیجے میں قوم کو پانی کے سیلاب میں غرق کر دیا گیا اور فرمایا گیا کہ ظالموں کا انجام ہمیشہ خسارے اور ہلاکت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور مومنین ایمان اور اعمال صالحہ کی برکت سے نجات پا جایا کرتے ہیں۔

﴿سورہ جن﴾

سورۂ جن مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 2 رکوع اور 28 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اس سورت میں چونکہ جِنّات کے اَحوال اور ان کے اَقوال ذکر کئے گئے ہیں اس مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ جن'' رکھا گیا۔

سورہ جن کے نُزول کا پس منظر یہ ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سے پہلے جنات آسمانوں میں خبریں لینے جایا کرتے تھے مگر اب یہ وقت آیا کہ آسمانوں میں انکا آنا جانا بند ہوگیا اور جو بھی جن جاتا تو محافظ فرشتے اس کا راستہ روک لیتے اور آگ کے گولے اس پر برسائے جاتے تو جنّات نے مشورہ کیا کہ تمام روئے زمین ک جائزہ لے کر دیکھیں کہ آخر یہ سارا منظر کیوں تبدیل ہو گیا،ضرور کوئی بڑا واقعہ ہوا ہے،تو وہ اسکی تلاش میں نکلے، جب مقام نخلہ پر پہنچے تو وہاں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو صبح کی نماز پڑھاتے دیکھا، جب انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قرآن کی تلاوت سُنی تو جا کر اپنی قوم کو بتایا کہ ہم نے عَجب قرآن سنا ہے جو راہ ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، بے شک ہمارے ربّ کی شان بُلند ہے، انہوں نے کہا کہ ہم میں سے کچھ اِطاعت گزار ہے اور کچھ سرکش ہے اور جنات کا سرکش گروہ جھنم کا ایندھن بنے گا

﴿سورہ مزمل﴾

سورۂ مزمل مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 2رکوع اور20 آیتیں ہیں۔

* وجہ: مزمل کا معنی ہے چادر اوڑھنے والا اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو''یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ''فرما کر ندا کی ہے،اس مناسبت سے اسے''سورۂ مزمل'' کہتے ہیں۔

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت، وظائف اور اَذکار سے متعلق کلام کیا گیا۔

اس سورت کی ابتداء میں اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے لطف و کرم والے انداز میں خطاب فرمایا اور انہیں رات کے کچھ حصے میں اپنی عبادت کرنے ،خوب ٹھہر ٹھہر کر قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے کا حکم دیا اور انہیں بتایا کہ ہم عنقریب آپ پر ایک انتہائی عظمت،جلالت اور قدر والا کلام نازل فرمائیں گے۔

پھر یہ بتایا گیا کہ دن کے مقابلے میں رات کے وقت عبادت کرنے میں زیادہ دل جمعی حاصل ہوتی ہے۔

کافروں کی گستاخیوں پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کرنے کی تلقین کی گئی اور آپ سے فرمایا گیا کہ جو لوگ آپ کو اور قرآنِ مجید کو جھٹلا رہے ہیں آپ کی طرف سے انہیں اللہ پاک کافی ہے۔

قیامت کے دن کفار کے عذاب کی کیفیّت بیان کی گئی اور کفارِ مکہ کو بتایا گیا کہ جس طرح اللہ پاک نے فرعون کی طرف رسول بھیجے اسی طرح اللہ پاک نے تمہاری طرف بھی ایک رسول بھیجے جو تم پر گواہ ہیں اور اگر

تم بھی ان کی نافرمانی کرتے رہے تو تمہیں فرعون سے زیادہ سخت عذاب میں مبتلا کیا جا سکتا ہے۔

یہ بتایا گیا کہ دنیا و آخرت کے عذاب سے ڈرانے والی آیات مخلوق کے لئے نصیحت ہیں اور جو چاہے ان سے نصیحت حاصل کرے۔

﴿سورہ مدثر﴾

سورۂ مُدَّثِّر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 2 رکوع اور 56 آیتیں ہیں۔

✻ وجہ: مدثر کا معنی ہے چادر اوڑھنے والا، اور اس سورت کی پہلی آیت میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وصف سے مُخاطَب کیا گیا اس مناسبت سے اسے ''سورۂ مدثر'' کہتے ہیں۔

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دینِ اسلام کی تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا ،مشرک سرداروں کو اللہ پاک کے عذاب سے ڈرایا گیا اور جہنم کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔

سورت کی ابتدائی آیات میں تبلیغِ دین کے حوالے سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت فرمائی گئی اور کافروں کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی۔

جہنم کے اَوصاف بیان کئے گئے اور اس کے محافظوں کی تعداد بیان کی گئی۔

چاند، رات اور صبح کی قسم یاد کر کے فرمایا کہ دوزخ بہت بڑی چیزوں میں سے ایک چیز ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے، نیز جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان ہونے والی گفتگو بیان کی گئی۔

جب جھنمیوں سے پوچھا جاے گا کہ تمارے جھنم میں جانے کا سبب کیا بنا؟ تو وہ چار بنیادی اسباب بیان کریں گے۔

1): ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے۔

2): ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔

3): ہم بے ہودہ کاموں میں مشغول رہتے تھے۔

4): یہ کہ قیامت کے دن کو جھٹلاتے تھے۔

﴿سورہ قیامۃ﴾

سورۂ قیامہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 2 رکوع اور 40 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ پاک نے قیامت کے دن کی قَسم ارشاد فرمائی ہے، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ قیامہ'' کہتے ہیں۔

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں قیامت قائم ہونے پر دلائل قائم کئے گئے ہیں اور قیامت کا انکار کرنے والوں کے شُبہات کا جواب دیا گیا ہے، ابتداء میں قیامت کے دن اور نفسِ لَوّامہ کی قَسم ذکر کر کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں کا رد کیا گیا اور اللہ پاک کی قدرت بیان کی گئی۔ قیامت کے دن کی نشانیاں بیان کی گئیں کہ اس دن کی ہَولناکی دیکھ کر آنکھ دہشت اور حیرت زَدہ ہو جائے گی، چاند تاریک ہو جائے گا اور سورج اور چاند کو ملا دیا جائے گا۔

یہ بیان کیا گیا کہ قیامت کے دن انسان کو اس کے اگلے پچھلے، اچھے برے سب عمل بتا دیئے جائیں گے اور اگر اس نے کوئی معذرت پیش کی تو وہ قبول نہیں کی جائے گی۔

پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ یاد کرنے کی جلدی میں قرآنِ مجید نازل ہونے کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں، اسے جمع کرنا، اسے پڑھنا اور اس کے معانی واَحکام کو بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

دنیا سے محبت رکھنے اور اسے آخرت پر ترجیح دینے کی مذمت بیان کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ قیامت کے دن لوگ دو طرح کے ہوں گے، بعض کے چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے اور وہ اپنے رب کے نظارے کر رہے ہوں گے جبکہ بعض کے چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے اور قیامت کے اَحوال دیکھ کر انہیں یقین ہو جائے گا کہ اب ان کے ساتھ پیٹھ توڑ دینے والا سلوک کیا جائے گا۔
نَزع کی سختیاں اور ہَولناکیاں بیان کی گئیں اور یہ بتایا گیا کہ قیامت کے دن بندوں کو رب کی طرف ہی چلنا ہوگا اور وہی ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔

اس سورت کے آخر میں مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ پاک کے قادر ہونے کی دلیل بیان فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ جس نے پہلی بار پیدا کر دیا تو وہ دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔

﴿سورہ دھر﴾

اس سورت میں 2 رکوع اور 31 آیتیں ہیں۔

*** وجہ:**

لمبے زمانے کو عربی میں دہر کہتے ہیں، نیز سورۂ دہر کا ایک نام سورۂ انسان بھی ہے اور یہ دونوں نام اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں آخرت کے اَحوال بیان کئے گئے ہیں، اس سورت کے شروع میں انسان کی تخلیق کی ابتدا کے بارے میں بیان کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ اس کا امتحان لینے کے لئے اللہ پاک نے اسے سننے والا اور دیکھنے والا بنایا ہے۔ انسانوں کی دو قسمیں بیان کی گئیں کہ بعض انسان شکرگزار ہیں اور بعض ناشکرے ہیں، شکر کرنے والوں کی جزا جنت ہے اور ناشکری کرنے والوں کی سزا جہنم ہے۔ نیک مسلمانوں کی جزا جنت ہے اس کے اَوصاف بیان کئے گئے، جنّت میں وہ اونچی مسندوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہونگے اور انکو سورج کی تپش کا بھی سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور نہ ہی سردی کی شدت کا احساس ہوگا اور درختوں کے سائے ان پر جُھکے ہونگے اور اسکے پھل انکے بلکل قریب کر دیئے جائے گے ان کے سامنے چاندی کے برتن اور شیشوں کا دور چلے گا اور شیشے بھی چاندی کے بنے ہونگے، انکی خدمت کے لیے ہمیشہ خوش نما خدام ہونگے، انہیں دیکھا جائے گا تو وہ ایسے لگیں گے جیسے بکھرے ہوئے موتی کے دانے، جہاں بھی نظر دوڑائی جائے گی نعمتیں ہی نعمتیں پائیں گے، اہل جنت کے لباس سبز اور ریشمی کپڑے کے ہونگے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے، یہ سب انکی نیکیوں کی جزاء اور محنت کی قبولیت کا ثمرہ ہوگا۔

یہ بتایا گیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآنِ مجید تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا نیز آپ صلی اللہ علیہ کو کفّار کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی۔

دنیا کی فانی نعمتوں سے محبت کرنے اور آخرت کی ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں کو تَرک کرنے کی مذمت اور کفر و عناد پر وعید بیان کی گئی۔

اس سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ قرآنِ مجید تمام انسانوں کے لئے نصیحت ہے تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کر کے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کرے۔

﴿سورہ قیامۃ﴾

سورۂ مُرسَلات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 2 رکوع اور 50 آیتیں ہیں۔

✲ وجہ: جنہیں لگا تار بھیجا جائے انہیں عربی میں مُرسَلات کہتے ہیں جیسے ہوائیں، فرشتے اور گھوڑے وغیرہ، اور اس سورت کی پہلی آیت میں مذکور لفظ ''وَ الْمُرْسَلٰتِ'' کی مناسبت سے اسے ''سورۂ مرسلات'' کہتے ہیں۔

اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر کلام کیا گیا ہے اور آخرت کے اَحوال بیان کئے گئے ہیں۔

سورت کی ابتدا میں پانچ صفات کی قسم یاد فرما کر بتایا گیا کہ قیامت ضرور واقع ہوگی اور اس دن کافروں کو جہنم کا عذاب لازمی طور پر ہوگا اور اس کے بعد قیامت قائم ہوتے وقت کی چند علامات بیان کی گئیں۔

اس کی ایک علامت یہ ہے کہ اس دن ستاروں کو بے نور کر کے مٹا دیا جائے گا۔

دوسری علامت یہ ہے کہ اس دن آسمان اللہ پاک کے خوف سے پھٹ جائیں گے اور ان میں سوراخ ہو جائیں گے۔

تیسری علامت یہ ہے کہ اس دن پہاڑ غبار بنا کے اُڑا دیئے جائیں گے۔

سابقہ امتوں کی ہلاکت کے بارے میں بیان فرمایا گیا اور انسان کی ابتدائی تخلیق کے مراحل بیان کر کے مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ پاک کے قادر ہونے کی دلیل بیان فرمائی گئی۔

اللہ پاک کی نعمتوں کا انکار کرنے والوں کو اس کے عذاب سے ڈرایا گیا اور قیامت کے دن کافروں کے عذاب کی کیفیت بیان کی گئی نیز اس دن اہلِ ایمان کو ملنے والی نعمتوں کو بیان کیا گیا۔

اس سورت کے آخر میں کفار کے بعض اعمال پر ان کی سرزَنش کی گئی اور فرمایا گیا کہ کافر اگر قرآنِ مجید پر ایمان نہ لائے تو پھر کس کتاب پر ایمان لائیں گے۔

پارہ 30 { عَمَّ }

آخری پارے میں 37 سورتیں ہیں۔

﴿سورہ نبا﴾

سورۂ نَبا مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 2 رکوع اور 40 آیتیں ہیں۔

* وجہ: عربی میں خبر کو ''نَبا'' کہتے ہیں اور اس سورت کی دوسری آیت میں یہ لفظ موجود ہے جس کی مناسبت سے اسے ''سورۂ نَبا'' کہتے ہیں ۔نیز اس سورت کو سورۂ تَسا ؤل اور سورۂ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ بھی کہتے ہیں، اور یہ دونوں نام اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔

اس سورت کا موضوع بھی ماقبل کی طرح موت کے بعد دوبارہ اٹھنے اور قیامت کی خبریں دینا ہے۔اس میں اللہ پاک نے قیامت کے مختلف مناظر کو بیان فرمایا ہے، مشرکین مکہ دراصل وقوع قیامت وغیرہ کے تعلق سے مختلف باتیں کرتے رہتے تھے، اللہ پاک نے فرمایا کہ اس بڑی خبر قیامت پر تعجب یا انکار کی کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں عنقریب اس کی حقیقت کا علم ہوجائے گا، پھر فرمایا کہ آسمان اور زمین اور ان میں موجود چیزیں جن کی تخلیق انسانی نقطۂ نظر سے زیادہ مشکل اور عجیب ہے جب اللہ پاک نے ان سب کی تخلیق فرمائی ہے تو ایسی طاقت اور قدرت رکھنے والے رب کے لیے انسانوں کا دوبارہ پیدا کرنا کونسا مشکل کام ہے؟ وہ رب جو زمین کو بچھونا، پہاڑوں کو میخیں، انسانوں کو جوڑا جوڑا، نیند کو ذریعہ سکون، رات کو لباس، دن کو وقتِ معاش اور آسمان پر ساری دنیا کو روشن کرنے والا چراغ یعنی سورج بنا سکتا ہے تو وہ دوبارہ زندگی بھی عطا کرسکتا ہے اور ایسی عدالت بھی قائم کرسکتا ہے جس میں اولین وآخرین کو جمع کر کے ان میں عدل کرے

پھر جہنم کی عبرتناک سزائیں دینے اور جنت کی اعلیٰ نعمتیں عطا فرمانے پر قادر ہے۔آخرت کے عذاب کی ہولنا کی کافروں کو یہ تمنا کرنے پر مجبور کردیگی کہ کاش ہم دوبارہ پیدا ہی نہیں کیے جاتے اور جانوروں کی طرح ہم بالکل خاک میں مل جاتے اور عذاب آخرت سے نجات پا جاتے۔

﴿سورہ نازعات﴾

سورۂ نازعات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے،اس سورت میں 2 رکوع اور 46 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اُن فرشتوں کو نازعات کہتے ہیں جو انسانوں کی روحیں قبض کرتے ہیں اور چونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں ان فرشتوں کی قسم ارشاد فرمائی گئی اس مناسبت سے اسے ''سورۂ نازعات'' کہتے ہیں۔

سورت کے شروع میں مختلف کاموں پر مامور فرشتوں کی قسم یاد فرمائی گئی پھر فرمایا کہ موت کے فرشتے جہنمیوں کی روح نہایت سختی سے نکالتے ہیں اور اہل ایمان کی روح کو نہایت نرمی سے نکالتے ہیں،
اسکے بعد فرشتوں کا ذکر ہے کہ جنہیں معاملات کی تدبیر سپرد کی جاتی ہے،
اس کے بعد ایک بار قیامت اور اس کی ہولنا کیوں کا ذکر ہے۔

پھر موسی علیہ السلام اور فرعون کا مشہور قصہ بیان کرنے کے بعد قیامت کے مختلف مناظر میں سے ایک منظر کچھ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ جب سب سے بڑی مصیبت آجائے گی اس دن انسان اپنے کیے کو یاد کرے گا اور جہنم دیکھنے والوں کے قریب کردی جائے گی سو جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو بے شک اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔

﴿سورہ عبس﴾

سورۂ عبس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 1 رکوع اور 42 آیتیں ہیں۔

* وجہ: عبس کا معنی ہے تیوری چڑھانا اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ عبس'' کہتے ہیں۔

اس کی ابتدائی آیات کا نزول اس وقت ہوا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سرداران مکہ کو اسلام کی دعوت دینے میں مصروف تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک وفادار نابینا صحابی عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ تعالی عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت ان کا آنا اچھا محسوس نہ ہوا کیونکہ اس وقت پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو دعوت دے رہے تھے اور یہ صحابی سوالات کرنے لگے تو اللہ پاک نے وحی نازل فرمائی کہ آپ ﷺ اپنے اس مخلص صحابی کی طرف بھی توجہ فرمایئے، انکو بھی نوازیے اور جو خشیت الٰہی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور دیوانہ وار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑتے چلے آرہے ہیں، اس واقعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت بیان ہوئی ہے۔

آخر میں قیامت کی نفسی نفسی کے منظر کو بیان کیا گیا ہے کہ دنیا میں ایک دوسرے پر جان چھڑکنے والے اور محبت کا دعوی کرنے والے دامن چھڑائیں گے، ایک شخص اپنے ماں، باپ بھائی، بیوی، بیٹوں سے جان چھڑا کے بھاگے گا، اللہ پاک فرماتا ہے سب کو اپنی پڑی ہوگی مگر کچھ کے چہرے روشن مسکراتے اور ہشاش بشاش ہونگے اور کچھ کے چہرے غبار آلود ہونگے اور ان پر سیاہی چھائی ہوگی اور یہی کافر اور فاجر ہونگے۔

﴿سورہ تکویر﴾

سورۂ تکویر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے،اس سورت میں 1 رکوع اور 29 آیتیں ہیں۔

* وجہ: تکویر کا معنی ہے لپیٹنا اور اس سورت کا یہ نام اس کی پہلی آیت میں مذکور لفظ 'کُوِّرَتْ' سے ماخوذ ہے۔

اس سورت میں بھی اللہ پاک نے قیامت کے مختلف مناظر کو بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، ستارے بے نور ہو جائیں گے، پہاڑ چلائے جائیں گے، دس ماہ کی حاملہ اونٹیاں بیکار چھوڑ دی جائیں گی یعنی دنیا کی مال و دولت کی قدر ختم کر دی جائے گی، وحشی جانور جمع کیے جائے گے، سمندر میں آگ بھڑکا دی جائے گے، زندہ در گور لڑک سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس سبب کی وجہ سے قتل کی گئی؟ اور اعمال نامے پھیلا دیے جائیں گے، آسمان کو کھول دیا جائے گا، جہنم بھڑکا دی جائے گی، جنت قریب کر دی جائے گی، تب ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا عمل لے کر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوا ہے۔

﴿سورہ انفطار﴾

سورۂ اِنفطار مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس سورت میں 1 رکوع اور 19 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اِنفطار کا معنی ہے پھٹ جانا اور اس سورت کا یہ نام اس کی پہلی آیت میں مذکور لفظ ''اِنْفَطَرَتْ'' سے ماخوذ ہے۔

اس سورت کے شروع میں بھی آثارِ قیامت اور احوالِ قیامت کا بیان ہے، پھر ایک بڑے پیارے انداز میں یہ بیان کیا گیا کہ اے انسان تجھے آخر کس چیز نے اپنے پروردگار کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے؟ اس کے احسانوں کو فراموش کر کے ناشکرے پن پر اتر آتا ہے اور گناہ کی طرف بڑھ جاتا ہے۔
پھر اس بات کی صراحت بھی کر دی گئی کہ اللہ پاک نے ہر بندے کے نامہ اعمال کو لکھنے کے لیے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جنہیں کراماً کاتبین کہا جاتا ہے، جو ان کے تمام اعمال کو محفوظ کر کے رکھے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد آخر میں یہ بیان کیا گیا کہ جہنمی فاسق وفجار لوگ ہیں اور جو نیکوکار ہیں ان کے لیے جنت کی نعمتیں ہیں۔

﴿سورہ مطففین﴾

اس سورت میں 1 رکوع اور 36 آیتیں ہیں۔

* وجہ: مُطَفِّفِيْنَ کا معنی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والے، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے، اسی مناسبت سے اسے ’’سورۂ مُطَفِّفِيْنَ‘‘ کہتے ہیں۔

ناپ تول میں کمی کرنے والے کو مطفف کہتے ہیں
اس سے ہر وہ شخص مراد ہوسکتا ہے جو دوسروں کا حق مارتا ہے اور اپنے فرائض منصبی میں کوتاہی کرتا ہے

ابتدائی آیات میں بتایا گیا کہ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے شدید عذاب ہے کہ جب وہ لوگ دوسرے سے لیتے ہیں تو پورا پورا ناپ کر لیتے ہیں اور جب دوسروں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کمی کر کے دیتے۔

فرمایا گیا کہ نیکوکاروں کا اعمال نامہ علیین میں ہوگا یہ بھی ایک مہر بند صحیفہ ہے اس پر اللہ پاک کے مقرب بندے گواہ ہیں۔ مزید فرمایا کہ نیکوکار جنت کی نعمتوں میں راحت میں ہونگے ان کے چہرے تروتازہ ہونگے ان کو مہر بند شراب طہور پلائی جائے گی جس کی مہر مشک کی بنی ہوگی، لہذا جنت کے حصول کے لیے محنت کرنی چاہیے۔

﴿سورہ انشقاق﴾

سورۂ اِنشقاق مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 1 رکوع اور 25 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اِنشقاق کا معنی ہے پھٹنا، اوراس سورت کا یہ نام اس کی پہلی آیت میں موجود لفظ ''اِنْشَقَّتْ'' سے ماخوذ ہے۔

ابتدائی آیات میں اللہ پاک نے قیامت کے مناظر مختلف انداز میں بیان فرمائے ہیں کہ آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اپنے رب کی تابعداری کرے گا اوراس دن زمین پھیلا دی جائے گی اور وہ اپنے اندر چھپی ہوئی ہر چیز باہر نکال دے گی اور خود خالی ہوجائے گی اور اپنے رب کی فرمانبرداری کرے گی کہ یہی اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے رب کا حکم مانے۔اس کے بعد یہ بھی بیان کیا گیا کہ قیامت کے دن جن لوگوں کا اعمال نامہ انکے سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا ان کا اخروی حساب بہت آسان ہوگا اور وہ اپنے اہل کی طرف خوشی خوشی لوٹے گے جبکہ پیٹھ کی طرف سے الٹے ہاتھ میں نامہ اعمال کا ملنا کڑے محاسبے، ہلاکت اور تباہی کا مظہر ہوگا۔

﴿سورہ بروج﴾

سورۂ بُروج مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 1 رکوع اور 22 آیتیں ہیں۔

* وجہ: ستاروں کی منزلوں کو بُروج کہتے ہیں اوراس سورت کی پہلی آیت میں اللہ پاک نے بُرجوں والے آسمان کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ بروج'' کے نام سے مَوسوم کیا گیا ہے۔

اس سورت میں اللہ پاک نے بیان فرمایا کہ اللہ پاک پر ایمان لانے کی وجہ سے اصحاب اخدود کو اس طرح قتل کیا گیا کہ انہیں خندقیں کھدوا کر بھڑکتی آگ میں ڈال دیا گیا لیکن ان کو ایمان کی لذت ملی ہوئی تھی انہوں نے اپنی جان دے دی مگر ایمان سے دستبردار نہ ہوئے۔اس کے بعد فرمایا کہ اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے وہی پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ زندہ کرے گا وہ جس کام کا ارادہ فرمالے اس کو کرنے والا ہے۔

﴿سورہ طارق﴾

سورۂ طارق مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

اس سورت میں 1 رکوع اور 17 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اُس ستارے کو طارق کہتے ہیں جو رات میں خوب چمکتا ہے نیز رات میں آنے والے شخص کو بھی طارق کہتے ہیں، اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ پاک نے اس ستارے کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس لئے اسے ''سورۂ طارق'' کہتے ہیں۔

اس سورت کا مرکزی مضمون بھی بعث بعد الموت کے حقائق ہیں، چنانچہ ستاروں کی قسم یاد فرما کے بتایا گیا کہ جس طرح نظام شمسی میں ستارے ایک محفوظ اور منضبط نظام کے پابند ہیں اسی طرح انسان کی اور انکے اعمال کی حفاظت کے لیے بھی فرشتے متعین ہیں، پھر انسانوں کو اسکی کیفیت تخلیق کی جانب متوجہ کر کے بتایا گیا کہ جب انسان عدالت الٰہی میں کھڑا ہوگا تو اس کے پوشیدہ راز ظاہر کر دیے جائیں گے اور سب کچھ اس کے سامنے واضح ہو جائے گا۔

﴿سورہ اعلیٰ﴾

سورۂ اعلیٰ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے، اس سورت میں 1 رکوع اور 19 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اعلیٰ کا معنی ہے سب سے بلند، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے، اسی مناسبت سے اسے ''سورۂ اعلیٰ'' کہتے ہیں

شروع میں اللہ پاک کے ہر عیب اور کمزوری سے پاک ہونے کے اعلان کے ساتھ ہی اس کی قدرت کاملہ اور انسان پر اسکے انعامات کا تذکرہ ہے۔ پھر یہ بات بیان کی گئی کہ اللہ پاک

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست تعلیم فرماتا ہے کہ جس میں نسیان یا بھول کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

آخر میں فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کی اصلاح کر کے اپنے باطن کو صاف کر لیا اور اپنے رب کا نام لے کر پھر نماز پڑھی وہی کامیاب ہوا، یہی بات پچھلے صحیفوں اور ابراہیم اور موسی علیہ السلام کے صحیفوں میں بھی موجود تھی۔

﴿سورہ غاشیۃ﴾

سورۂ غاشیہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 1 رکوع اور 26 آیتیں ہیں۔

* وجہ: غاشیہ کا معنی ہے چھا جانے والی چیز، اور اس کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اسی مناسبت سے اسے ''سورۂ غاشیہ'' کہتے ہیں۔

اس سورت میں اللہ پاک نے جنت اور جہنم کے بعض مناظر کا ذکر کیا ہے کہ اس دن کچھ چہرے ذلت سے سیاہ ہونگے اور گرم آگ میں داخل ہونگے اور انھیں کھولتے ہوئے چشمے کا پانی پلایا جائے گا اور انکا کھانا ضریع نامی جھاڑی کے سوا کچھ نہ ہوگا، وہ نہ انہیں موٹا کرے گا نہ ہی انکی بھوک دور ہوگی۔اور پھر اس دن کچھ چہروں پر نعمتوں کے اثرات ہونگے، وہ اپنی کوششوں پر راضی ہونگے وہ اونچی جنتوں میں ہونگے، ان میں کوئی لغو بات نہیں سنیں گے، اس میں چشمہ رواں ہوگا، اس میں اونچے تخت ہونگے اور قطار میں لگے گاؤ تکیے اور عمدہ بچھونے ہونگے۔

﴿سورہ فجر﴾

سورۂ فجر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 1 رکوع اور 30 آیتیں ہیں۔

* وجہ: فجر کا معنی ہے صبح،اور اس سورت کی پہلی آیت میں فجر کی قسم ارشاد فرمائی گئی اس مناسبت سے اسے ''سورۂ فجر'' کہتے ہیں۔

شروع میں پانچ قسمیں یاد فرمائی گئیں، پھر عذاب دینے کا اعلان کیا گیا۔پھر قوم عاد وثمود اور فرعون اور انکی ہلاکتوں کا بیان ہے
پھر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے،ایک دوسرے کے یتیم کے کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے،وراثت میں ملا ہوا مال ہڑپ کر جاتے ہو،تمھیں مال سے بے پناہ محبت ہے۔تو جب جہنم قریب لائی جائے گی تو بندہ کہے گا کاش میں نے کوئی نیکی آگے بھیجی ہوتی۔آخر میں اطمینان والی جان کو رب کی رضا کی خوش خبری سنائی گئی۔

﴿سورہ بلد﴾

سورۂ بلد مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے،اس سورت میں 1 رکوع اور 20 آیتیں ہیں۔

* وجہ: بلد کا معنی ہے شہر،اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مکہ کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ بلد'' کہتے ہیں۔
قسم کی وجہ ارشاد فرمائی گئی کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔
پھر والد اور اولاد کی قسم یاد فرمائی،اس کے بعد فرمایا کہ انسان مشقت اور تکالیف کے مراحل سے گزرتا رہتا

ہے، نیکی کا راستہ اختیار کرنے میں بھی مشقت آتی ہے، بدی کا راستہ اختیار کرنے میں بھی مشقت آتی ہے مگر فرق یہ ہے کہ نیکی کی راہ میں مشقت اٹھانے والوں کے لیے اجر وثواب ہے، جبکہ بدی کی راہ میں مشقت اٹھانے والوں کو ثواب کی بجائے عذاب دیا جائے گا۔

پھر اللہ پاک کے بے شمار احسانات کا بیان ہے کہ ہم نے انسان کو دیکھنے کے لیے دو آنکھیں، بولنے کے لیے زبان اور دو ہونٹ عطا کیے اور نیکی اور بدی کا شعور بندے کو عطا کیا۔

﴿سورہ شمس﴾

سورۂ شمس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 1 رکوع اور 15 آیتیں ہیں۔

* وجہ: سورج کو عربی میں شمس کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں سورج کی قسم ارشاد فرمائی گئی اس مناسبت سے اسے ''سورۂ شمس'' کہتے ہیں۔

اس سورت کی ابتدا میں تمہید کے طور پر انسان کے نفس سمیت مخلوقات میں سے سات چیزوں کی قسم یاد کی گئی۔ پھر فرمایا گیا کہ اللہ پاک نے ہر انسان کو نیکی اور بدی میں تمیز کا شعور الہام کر دیا ہے تو جس نے اپنے نفس کو پاک وطاہر رکھا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کر لیا وہ ناکام ونامراد ہوا۔ اس کے بعد صالح علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا۔

﴿سورہ لیل﴾

سورۂ لَیل مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 1 رکوع اور 21 آیتیں ہیں

* وجہ: رات کوعربی میں لَیل کہتے ہیں،اوراس سورت کی پہلی آیت میں اللہ پاک نے رات کی قسم ارشادفرمائی ہےاس مناسبت سے اسے''سورۂ لَیل'' کہتے ہیں۔

اس سورت کی ابتدامیں بتایا گیا کہ انسان کی جدوجہد دومختلف سمتوں میں جاری رہتی ہے،ایک طبقہ وہ ہے کہ اللہ کےعطا کردہ مال میں سے اسکی راہ میں خرچ کرتا ہے،تقوی پرکاربندرہتاہے،نیک باتوں کی تصدیق کرتا ہےتو ہم اس کے لیےآسانی یعنی جنت تک رسائی کی منزل آسان کردیتے ہیں،دوسراطبقہ وہ ہے جواللہ کے دیے ہوئے مال میں سے بخل کی وجہ سے خرچ نہیں کرتا،وہ دولت کی فراوانی میں مست ہو کراللہ سے بے پرواہ ہوجاتا ہےاورنیک باتوں کوجھٹلاتا ہے،تواس کے لیےہم مشکل منزل یعنی دوزخ کا راستہ آسان کردیتے ہیں۔

آخری آیت میں فرمایا کہ نارجہنم سے وہی شخص بچارہے گا جوکسی کےاحسان کابدلہ چکانے کے لیےنہیں بلکہ اپنے رب قدیر کی رضاجوئی کے لیےاپنامال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہوگا تا کہ اس کا قلب بخل،حرص، ہوس اوردولت کی محبت کےغلبہ سے پاک ہوجائے۔

﴿سورہ ضحیٰ﴾

سورۂ وَالضُّحیٰ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 1 رکوع اور 11 آیتیں ہیں۔

* وجہ: چاشت کے وقت کو عربی میں ''ضُحیٰ'' کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ پاک نے چاشت کے وقت کی قسم ارشاد فرمائی اس مناسبت سے اسے ''سورۂ وَالضُّحیٰ'' کہتے ہیں۔

یہ سورہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم نعت ہے، ویسے تو قرآن پاک سارا کا سارا نعت ہے، پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہے لیکن اس کے اندر بعض سورتیں اور بعض آیات ایسی ہیں جو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت کو بڑے زبردست انداز سے بیان کرتی ہیں،

یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب وحی کچھ عرصے نہ آئی تو اس موقع پر ابولہب کی بیوی ام جمیل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ نازیبا الفاظ کہ دیے، تو اللہ پاک نے قسم یاد فرما کر ارشاد فرمایا کہ "جس طرح دن کے ساتھ اجالا ایک حقیقت ہے، جدا نہیں ہو پاتا اور رات کے ساتھ اندھیرا ایک حقیقت ہے، علیحدہ نہیں ہو سکتا اسی طرح یہ بھی ناقابل تردید حقیقیت ہے کہ آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے نہ ناپسند جانا۔ آخر میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب کو بھی بیان کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنے والی ہر گھڑی پچھلی سے بہتر ہے

اور پھر لوگوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ یتیم پر سختی نہ کی جائے، سائل کو جھڑ کا نہ جائے اور رب کریم کی نعمتوں کا خوب خوب چرچا کیا جائے۔

﴿سورہ الم نشرح﴾

سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے،اس سورت میں 1 رکوع اور 8 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اس سورت کے تین نام ہیں

(1) سورۂ شرح

(2) سورۂ اِنشراح۔(3) سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ ،اور یہ تینوں نام اس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔

یہ سورت بھی تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وشوکت کے اعلی بیان پر مشتمل ہے۔
ابتدائی آیات میں بتایا گیا کہ "کفار کے طعنوں اور دل آزار باتوں سے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سینہ مبارکہ میں تنگی محسوس نہ کریں اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ کو انوارِ حکمت ومعرفت کے لیے کشادہ فرمادیا اور پھر یہ بیان فرمایا کہ
کہ ہم نے آپ کے لیے آپ کے ذکر کو بلند کردیا۔

﴿سورہ والتین﴾

سورۂ وَالتِّین مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 1 رکوع اور 8 آیتیں ہیں۔

* وجہ: انجیر کو عربی میں اَلتِّیْن کہتے ہیں،اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ پاک نے انجیر کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ وَالتِّین" کہتے ہیں۔

اس سورت کی ابتداء میں اللہ پاک نے انجیر، زیتون، مبارک پہاڑ طورِ سینا اور امن والے شہر مکہ مکرمہ کی قسم یاد کرکے ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے آدمی کو سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔ پھر بتایا گیا کہ اگر آدمی نے اللہ پاک کی وحدانیّت کا اقرار نہیں کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہ کی تو اسے جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ڈال دیا جائے گا اور جن لوگوں نے اللہ پاک کو واحد معبود مانا، اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ان کیلئے بے انتہاء ثواب ہے۔ آخر میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب و جزاء کا انکار کرنے والے کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

﴿سورہ علق﴾

سورۂ علق مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورت سب سے پہلے نازل ہوئی اور اس کی پہلی پانچ آیتیں غارِ حرا میں نازل ہوئیں، اس میں 1 رکوع اور 19 آیتیں ہیں۔

* وجہ: خون کے لوتھڑے کو عربی میں ''علق'' کہتے ہیں، اور اس سورت کی دوسری آیت میں یہ لفظ موجود ہے، اس کی مناسبت سے اسے ''سورۂ علق'' کہتے ہیں۔ اس سورت کا ایک نام ''سورۂ اِقراء'' بھی ہے اور یہ نام اس کی پہلی آیت کے شروع میں موجود لفظ ''اِقْرَاْ'' کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔

اس میں ابوجہل کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے۔

سورت کی ابتداء میں انسان کی تخلیق میں اللہ پاک کی حکمت بیان کی گئی کہ اسے کمزوری سے قوت کی طرف منتقل فرمایا۔ قراءت اور کتابت کی فضیلت بیان کی گئی۔ یہ بتایا گیا کہ انسان اللہ پاک کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا اور مال و دولت کی وجہ سے تکبر کرتا ہے۔

اللہ پاک کی اطاعت کرنے اور نماز پڑھنے سے روکنے والے کے بارے میں وعید بیان کی گئی۔
اس سورت کے آخر میں ابو جہل کی مذمت بیان کی گئی اور اس کی دھمکیوں کا جواب دیا گیا اور اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ اس کی دھمکیوں کی پرواہ نہ کریں۔

﴿سورہ قدر﴾

اس سورت میں 1 رکوع اور 5 آیتیں ہیں۔

* وجہ: قدر کے بہت سے معنی ہیں البتہ یہاں قدر سے عظمت وشرافت مراد ہے، اور چونکہ اس سورت میں لیلۃ القدر کی شان بیان کی گئی ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ قدر'' کہتے ہیں۔

یہ سورت شب قدر کی فضیلت میں نازل ہوئی
شب قدر کو اللہ پاک نے نزول قرآن کی نسبت سے مشرف فرما کر ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا گویا شب قدر کی عظمتوں کا راز نزول قرآن میں ہے اور انسانیت کے لیے یہ پیغام ہے کہ اگر تمھیں بھی عظمتیں اور رفعتیں مطلوب ہیں تو قرآن کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ۔

﴿سورہ بینۃ﴾

اس سورت میں 1 رکوع اور 8 آیتیں ہیں۔

* وجہ: بینہ کا معنی ہے روشن اور بہت واضح دلیل، اس سورت کی پہلی آیت کے آخر میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ بَیِّنَہ'' کہتے ہیں۔

یہ سورت دراصل اہل کتاب کے فضول خیالات کی تردید میں نازل ہوئی کہ وہ بنی اسرائیل سے پیغمبر آخرالزماں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے منتظر تھے، وہ تو یہی کہہ رہے تھے کہ ہم آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کررہے ہیں، اسی لئے یہ الفاظ یہاں پر بیان کیے گئے کہ وہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے منتظر تھے مگر جب پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسمٰعیل سے مبعوث ہوئے تو وہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت کے انکاری ہوگئے، اس سورت کا مرکزی مفہوم یہ ہے کہ اللہ پاک نے اس بات کا حکم دیا کہ تمام باطل ادیان کو چھوڑ کر اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کی بندگی کو اختیار کیا جائے، نماز قائم کی جائے اور زکوۃ ادا کی جائے، یہی دین مستقیم ہے، پھر بدکاروں کے انجام کو بیان کرکے نیک بندوں کے انعام کو بیان کیا گیا کہ ان کے لئے اللہ کی رضا اور جنت تیار کی گئی ہے۔

﴿سورہ زلزال﴾

اس سورت میں 1 رکوع اور 8 آیتیں ہیں۔

* وجہ: زِلزال کا معنی ہے ہلا دینا، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ زِلزال'' کہتے ہیں۔

اس سورت میں ایک بار پھر قیام قیامت کا ہولناک منظر بیان کیا گیا کہ زمین کے سینے پر جو کچھ بھی ہے سارے راز اگل دے گی، جتنے بھی مدفون ہیں انہیں نکال باہر کرے گی، اس دن زمین اللہ کے حکم سے ساری خبریں بیان کردے گی، لوگ حساب کتاب کے لیے اللہ پاک کی بارگاہ میں پیش ہونگے پھر انکے اعمال کے مطابق انہیں دو قسموں میں تقسیم کیا جائے گا بعض شقی ہونگے اور بعض سعید، اس دن ہر ایک اپنی معمولی سی معمولی نیکی یا بدی کا انجام خود ہی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔

﴿سورہ عادیات﴾

اس سورت میں 1 رکوع اور 11 آیتیں ہیں۔

* وجہ: مجاہدین کے ان گھوڑوں کو عادِیات کہتے ہیں جنہیں وہ دشمن کا پیچھا کرنے کیلئے تیزی سے دوڑاتے ہیں۔اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ پاک نے ان گھوڑوں کی قَسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے ''سورہ عادِیات'' کہتے ہیں۔

اس سورت میں اللہ پاک نے مجاہدین کے گھوڑوں کی مختلف کیفیات کو قسم یاد فرما کے بیان فرمایا اور جہاد فی سبیل اللہ کی عظمت واہمیت کو اجاگر کیا، سورت کے آخر میں انسان کی فطرت وطبیعت کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے اور بڑا ناشکرا ہے۔

﴿سورہ قارعة﴾

سورۂ قارعہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے،اس سورت میں 1 رکوع اور 11 آیتیں ہیں۔

* وجہ: قارعہ کا معنی ہے دل دہلا دینے والی،اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ قارِعہ'' کہتے ہیں۔

اس سورت میں قیامت کے اھوال (تنگی اور شدت)اور احوال (حالات) کو ایک بار پھر بیان کر کے فرمایا کہ جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا اور جس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ دہکتی ہوئی آگ ہوگی۔

﴿سورہ تکاثر﴾

سورۂ تکاثُر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے، اس سورت میں 1 رکوع اور 8 آیتیں ہیں۔

* وجہ: تکاثُر کا معنی ہے مال، اولاد اور خادموں کی کثرت پر فخر کرنا۔ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ تکاثر'' کہتے ہیں۔

اس سورت میں بتایا گیا کہ زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی ہوس نے انسان کو اللہ کے ذکر سے غافل کر دیا ہے مگر جب لوگ قبروں میں پہنچیں گے تو مال کے فانی ہونے کا پتہ چل جائے گا، ایک ایک نعمت امن، صحت، فراغت کھانا پینا، علم، مال، دولت سب کا سختی سے حساب لیا جائے گا۔

﴿سورہ عصر﴾

اس سورت میں 1 رکوع اور 3 آیتیں ہیں۔

* وجہ: عربی میں زمانے کو عصر کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ پاک نے زمانے کی قسم ارشاد فرمائی اس مناسبت سے اسے ''سورۂ عصر'' کے نام سے مَوسوم کیا گیا۔

شروع میں زمانے کی قسم یاد فرما کر دراصل ماضی کی تاریخ سے عبرت حاصل کرنے کی تلقین کی گئی، اس کے بعد بتایا گیا کہ انسان بڑے خسارے اور گھاٹے میں ہے اس سے نکلنے کی صورت صرف یہی ہے کہ وہ ایمان لائے عمل صالح کرے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین اور صبر کی وصیت کرتا رہے۔

﴿سورہ ہمزۃ﴾

سورۂ ہُمَزَۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 1 رکوع اور 9 آیتیں ہیں۔

* وجہ: ہُمَزَۃ کا معنی ہے لوگوں کے منہ پر عیب نکالنے والا، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ ہُمَزَۃ'' کہتے ہیں۔

اس سورت میں انسان کی تین بیماریوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

1-طعنہ زنی

2-عیب جوئی

3-حب جاہ و دنیا

ان کی شدید مذمت کر کے بتایا کہ ان امراض میں مبتلا رہ کر لوگ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو فراموش کر دیتے ہیں لیکن ان کو پتا ہونا چاہیے کہ ان کا انجام وہ آگ ہے جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے۔

﴿سورہ فیل﴾

سورۂ فیل مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 1 رکوع اور 5 آیتیں ہیں۔

* وجہ: عربی میں ہاتھی کو فیل کہتے ہیں،اوراس سورت کی پہلی آیت میں ہاتھی والوں کا واقعہ بیان کیا گیا ہےاس مناسبت سے اسے ''سورۂ فیل'' کہتے ہیں۔

اس سورت میں اصحاب فیل یعنی یمن کے بادشاہ ابرہہ اوراس کے لشکر کا مشہور واقعہ ہے کہ وہ معاذ اللہ بیت اللہ کو مسمار کرنے کے مذموم ارادوں کے ساتھ آئے تھے،اللہ پاک نے فوج درفوج پرندوں کو بھیجا جنہوں نے ان پر پتھر کنکریاں برسا کر انہیں بلکل کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔

﴿سورہ قریش﴾

اس سورت میں 1 رکوع اور 4 آیتیں ہیں۔

* وجہ: قریش ایک قبیلے کا نام ہے اوراس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ قریش'' کہا جاتا ہے۔

اس سورت میں اللہ پاک نے قریش پر اپنے احسان کو بیان فرمایا کہ وہ بے خوف ہوکر گرمیوں میں شام کا اور سردیوں میں یمن کا تجارتی سفر کیا کرتے تھے،انکی معیشت محفوظ تھی۔یہ دو نعمتیں ذکر فرما کر انہیں سمجھایا کہ خود پسندی،قوم پرستی اور خود فریبی سے باز آ جاؤ اور بیت اللہ کے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔

﴿سورہ ماعون﴾

اس سورت میں 1 رکوع اور 7 آیتیں ہیں۔

* وجہ: ماعون کا معنی ہے استعمال کی معمولی چیز، اور اس سورت کی آخری آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ ماعون'' کہتے ہیں۔

اس سورت میں اللہ پاک نے یتیم کے ساتھ برا سلوک کرنے، خدمت خلق کے کاموں سے غفلت برتنے، مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دینے جیسے مذموم عمل کو قیامت کے جھٹلانے سے تعبیر کیا ہے اور نمازوں کے ساتھ دیگر عبادات میں ریاکاری کی مذمت بیان فرمائی ہے۔

﴿سورہ کوثر﴾

اس سورت میں 1 رکوع اور 3 آیتیں ہیں۔

* وجہ: کوثر سے دنیا اور آخرت کی بے شمار خوبیاں مراد ہیں اور جنت کی ایک نہر کا نام بھی کوثر ہے۔ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ کوثر'' کہتے ہیں۔

یہ قرآن مجید کی وہ مختصر ترین سورت ہے جس میں عرب کے فصحا اور بلغا کو مقابلے کا چیلنج دیا گیا مگر وہ اس کے مقابل کلام بنا کے نہ لا سکے، اس میں اللہ پاک کی جانب سے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر کثیر عطا کیے جانے کا ذکر ہے۔

﴿سورہ کافرون﴾

سورۂ کافرون مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 1 رکوع اور 6 آیتیں ہیں۔

* وجہ: اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ کافرون'' کہتے ہیں

اس سورت میں یہ پیغام دیا گیا کہ حق اور باطل میں کوئی مفاہمت نہیں ہوسکتی یعنی اسلامی نظام حیات کے علاوہ کسی دوسرے اسلامی نظام پر نگاہ نہ اٹھانے اور کفر سے بیزاری کا اظہار کرنے کی بھرپور تلقین ہے۔

﴿سورہ نصر﴾

سورۂ نصر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے، اس سورت میں 1 رکوع اور 3 آیتیں ہیں۔

* وجہ: عربی میں مدد کو نصر کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ نصر'' کے نام سے مَوسوم کیا گیا ہے۔

اس سورت میں اسلامی ترقی کے باہمی عروج یعنی فتح مکہ کی خبر دینے کے بعد بتایا کہ جب لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہونے لگیں گے تو ان فتوحات اور نعمتوں پر اللہ کا شکر اور تسبیح بیان کی جائے نیز اس سے مغفرت اور بخشش طلب کی جائے۔

﴿سورہ لھب﴾

سورۂ لہب مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔اس سورت میں 1 رکوع اور 5 آیتیں ہیں۔

* وجہ: لہب کا معنی ہے آگ کا شعلہ،عبدالمُطَّلب کا ایک بیٹا عبدالعُزّٰی جو کہ بہت ہی گورا اور خوبصورت آدمی تھا اس کی کنیت ابولہب ہے،اوراس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ''اَبِیْ لَهَبٍ''موجود ہے اس مناسبت سے اسے سورۂ ابی لہب یا سورۂ لہب کہتے ہیں۔

اس سورت میں دشمن رسول ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کے لیے شدید ترین مذمت اور انجام بد کو بیان کر کے بتایا کہ جس مال اور دولت اور اولاد کی کثرت پر اسے ناز تھا وہ اس کے کسی کام نہ آئے گا اور یہ دونوں ذلت آمیز اور عبرتناک موت مریں گے۔

﴿سورہ اخلاص﴾

اس سورت میں 1 رکوع اور 4 آیتیں ہیں۔

* مختلف نام اور وجوہات:

مفسرین نے اس سورت کے تقریباً 20 نام ذکر کئے ہیں ان میں سے 4 نام یہاں ذکر کئے جاتے ہیں

1-اس سورت میں اللہ پاک کی خالص توحید کا بیان ہے، اس وجہ سے اسے ''سورۂ اِخلاص'' کہتے ہیں۔

2-اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ پاک ہر نقص وعیب سے بری اور ہر شریک سے پاک ہے، اس مناسبت سے اسے ''سورۂ تنزیہہ'' کہتے ہیں۔

3-جس نے اس سورت سے تعلق رکھا وہ غیروں سے الگ ہوجاتا ہے اس لئے اسے ''سورۂ تجرید'' کہتے ہیں۔

4-اسے پڑھنے والا جہنم سے نجات پاجاتا ہے اس بنا پر اسے ''سورۂ نجات'' کہتے ہیں۔

﴿سورہ فلق﴾

اس سورت میں 1 رکوع اور 5 آیتیں ہیں۔

* وجہ: فلق کے کئی معنی ہیں اور یہاں اس سے مراد ''صبح'' ہے، اور چونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ فلق'' کہتے ہیں۔

اس سورت میں تمام مخلوقات کو ظلمتِ شب، جادوگروں اور شرارت کے عادی حاسدین کے شر سے اللہ کی پناہ حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

﴿سورہ ناس﴾

اس سورت میں 1 رکوع اور 6 آیتیں ہیں۔

* وجہ: عربی میں انسانوں کو ''اَلنَّاس'' کہتے ہیں، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۃُ النّاس'' کہتے ہیں۔

اس سورت میں اللہ پاک نے پلٹ پلٹ کر اور چھپ کر وسوسے ڈالنے والوں کے شر سے اپنی پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے اور یہ بتایا کہ بہکانے والے وسوسے اور توہمات میں ڈالنے والے جن بھی ہوتے ہیں اور انسان بھی ہوتے ہیں۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں تمہیں وہ کلمات نہ بتاؤں جو (شریر جِنّات اور نظرِ بد سے) اللہ پاک کی پناہ طلب کرنے میں سب سے افضل ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کیوں نہیں (آپ ضرور بتائیے۔) ارشاد فرمایا: ''وہ کلمات یہ دونوں سورتیں ہیں

1) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔

(2) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔

الحمدللہ تیس پاروں کا خلاصہ مکمل ہوا، اللہ کریم پڑھنے، سننے، سنانے، لکھنے، لکھانے، مدد کرنے، شئیر کرنے اور پی ڈی ایف بنانے والوں کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

Follow me on:

facebook.com/farazattarimadani

youtube.com/farazattarimadani

*نوٹ*میری دیگر تحریرات پڑھنے کے لئے ان لنکس پر جائیں

https://archive.org/details/2_20200421/

https://archive.org/details/20200316_20200316_0458

https://archive.org/details/20200316_20200316_0452

https://archive.org/details/20200318_20200318_0604

https://archive.org/details/20200403_20200403_1807

https://archive.org/details/20200410_20200410_0655